

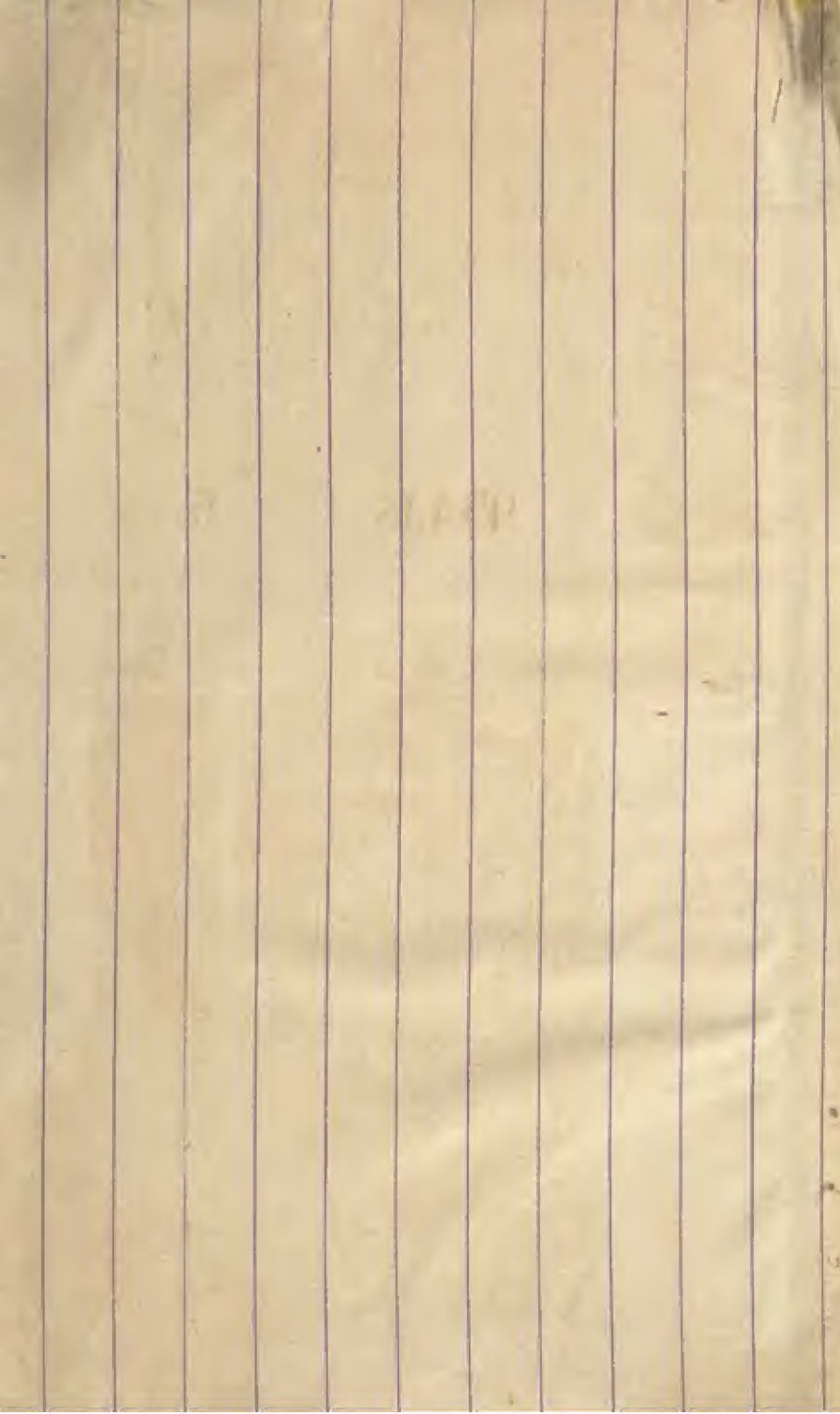
GOVERNMENT OF INDIA
DEPARTMENT OF ARCHAEOLOGY
CENTRAL ARCHAEOLOGICAL
LIBRARY

CLASS Acc. No. 2795

CALL No. 954.16

Fas

D.G.A. 79.



سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند نمبر ۲۰)

تاریخ مگدھ

(یعنی صوبہ بہار کی مکمل تاریخ)

جس میں ۶۴۲ء قبل مسیح علیہ السلام سے ۱۹۴۲ء (۱۳۶۲ھ) تک
تمام تاریخی واقعات و حالات مستند کتب و تاریخ سے اخذ کر کے
سلسل اور مکمل طور پر اصل ماخذ کے حوالوں کے ساتھ تفصیل وار
درج کیے گئے ہیں۔

954-16

Fas

مرتبہ

پروفیسر سید الدین بلخی صاحب عظیم آبادی

ریونیو انسرو مجسٹریٹ ریاست سرانے کیلا (اڑیسہ)

2795 شائع کردہ

انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

۱۹۴۲ء





(۶) جس مندر میں قدم کے نشان کا پتھر ہو اس کے قریب تیس فٹ اڈنچا ایک سنگی پایہ ہو۔ اس کا کتبہ بہت خراب ہو گیا ہو۔ اس کی عبارت کا خلاصہ یہ تھا کہ اشوک نے تین بار ستھم اعتقاد کے ساتھ جیسو دیپ اعلیٰ ہند کو بدھ صٹ اندھ ہی ارکان کے لیے نذر کیا۔ اور تین بار اپنا خاص خزانہ (یا قیمتی متلح) دے کر واپس لیا۔ (۷) قدیم شاہی محل (یعنی دارالحکومت) کے اتر میں ایک سنگی حجرہ تھا جو باہر سے پہاڑی کی طرح نظر آتا تھا۔ اور اندر کئی دس قدم کے برابر وسیع تھا۔ اشوک نے اس کو دیوتاؤں (یا جنوں) کے ذریعے سے اپنے چھوٹے بھائی مہندر کے لیے بنوایا تھا۔ جو تارک الدنیا فقیر تھا۔

(۸) قدیم محل (دارالحکومت) سے اتر اور جہنم سے (جس کا ذکر نمبر ۳ میں کیا گیا) دکھن میں ایک بڑا پتھر کا ناد تھا۔ جس میں کھانا رکھ کر فقروں کو دینے کے لیے اشوک نے دیوتاؤں سے بنوایا تھا۔

(۹) قدیم دارالحکومت سے دکھن پچھم چٹانوں کا ایک چھوٹا سا پہاڑ ہو جس کے ترچھے کناروں میں دس بیس حجرے ہیں۔ جن کو جنوں نے آپاگپتا اور دوسرے ارہٹ (درویشوں) کے لیے بنایا تھا۔ اس پہاڑ کے ایک جانب ایک قدیم عمارت (منارہ) کی سنگی بنیاد ایک تالاب تھا جس کا لہرنا ہو پانی آئینے کی طرح صاف تھا۔ دُور و نزدیک کے لوگ اس کو مقدس پانی کہتے تھے۔ اور اس کو پینے یا اس سے غسل کرنے سے گناہ کا غبار دُھل جاتا تھا۔

(۱۰) اس چھوٹی پہاڑی سے دکھن پچھم پانچ استوپ تھے جن کی ساخت

لے اس کے بعد مہند کے فقیر ہوئے کا سبب اور پہاڑی اور حجرے کی تعمیر کا حال ہو۔ تعمیر کی کیفیت کسی قدر ناہیان کے بیان میں مذکور ہو چکی ہو۔ اس لیے اس کو مکرر لکھنا ضروری نہیں۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	مقدمہ	۷	۸	راجا اجات سروسق ق م تا	۱۸
	باب اول			سروسق ق م	۲۰
	ابتدائی حالات اور سروسق ق م		۹	پاٹلی پتر کی بنا اور وجہ تسمیہ	۲۰
	نند خانہ دان کی حکومت سروسق ق م		۱۰	راجا اور سروسق ق م تا	۲۴
۱	ابتدائی حالات	۹	۱۱	سروسق ق م	۲۴
۲	گدھ کے راجا جراسنڈ کے متعلق		۱۱	راجا اور سروسق ق م تا	۲۴
	مہا بھارت کا بیان		۱۲	سروسق ق م	۲۸
۳	مسلمانوں کی تاریخوں میں بعض		۱۲	نند خانہ دان کا حال سروسق ق م	۲۸
	روایتیں		۱۳	سروسق ق م	۲۸
۴	راجا سین ناگ سروسق ق م	۱۳	۱۴	نند خانہ دان کے متعلق یونانی تاریخ	۲۹
۵	راجا یجم پراسروسق ق م تا سروسق ق م	۱۴	۱۵	کا بیان	۲۹
۶	مہا تاگو تم بدمہ				
۷	جین دھرم کے بانی مہا بیر جی		۱۶		
	کا حال		۱۷		
	ہزار دھرم دھرم کا اختلاف				

کے آئین والا استوپ کہلاتا تھا۔

(۱۴) شہر کے دھن پھم کو لے سے دوسوئی سے کچھ زیادہ فاصلے پر ایک قدیم سنگرام کی بنا اور ایک استوپ تھا۔ یہ اس جگہ پر واقع تھے جہاں گزشتہ چار مہینے اور ریاضت کرتے تھے۔

مندرجہ بالا بیان طاس ویٹس کی کتاب ان دی ٹریولس آف یوان چوانگ
مطبوعہ روائل ایشیاک سوسائٹی لندن ۱۹۰۵ء جلد دوم صفحہ ۸۶ تا ۱۰۵ سے جو
اس بارے میں سب سے زیادہ مستند مانی جاتی ہے ترجمہ کیا گیا۔ ڈاکٹر ویڈل نے
اس چینی جاتری کا بیان جو اپنی رپورٹ ڈسکوری آف دی اکرنکٹ سائٹ آف
پاٹلی پتر ۱۸۹۲ء میں نقل کیا ہے۔ یہ ظاہر سٹریبل کے ترجمے سے ماخوذ ہے
مقابلہ کرنے پر بعض جگہ خفیف فرق پایا جاتا ہے۔ لیکن مطالب کے اعتبار سے
چند اختلاف نہیں۔

۱۵۱ اشوک کا جہنم

یوان چوانگ کے بیان میں (نمبر ۲ میں) اشوک کے جہنم ہوائے کا ذکر اذہر
گزر چکا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ روایتوں کے مطابق راجا اشوک بوڈھ دھرم اختیار
کرنے سے پہلے بہت ظالم تھا۔ تخت نشینی کے بعد ہی اس نے لوگوں کو عذاب
ملہ اس کے بعد اسو گھوش نامی بدھٹ کا ایک برہمن کو مناظرے میں شکست ناش دینا مذکور ہے۔
اسے کتاب دیو یہ اودان میں مذکور ہے کہ اشوک نے اپنے محل کی پان سو عورتوں کو آگ میں جھونک
ہلاک کیا تھا۔ اس کے وزیر انوردھ نامی نے اس کو متنبہ کیا کہ یہ حرکت راجا کے شایان نہیں۔
بہتر ہے کہ یہ کام باضابطہ طور پر کسی ملازم کے سپرد کیا جائے۔ (بقیہ نوٹ صفحہ ۸۸ پر)

کچھ نظر نہیں آتی۔ صرف نیچے کا حصہ باقی ہو جو ابھر نظر آتا ہو۔ کچھ فاصلے سے دیکھنے میں یہ پہاڑی کے طور پر نظر آتے تھے۔ بعد کو لوگوں نے ان کے سرے پر دوسرے چھوٹے استوپ بنوائے۔ ہندستان کی کتابوں کے مطابق جب اشوک نے چورسی ہزار استوپ بنوائے قدیم یادگاروں میں پانچ چیزیں (شینگ) موجود تھیں جن میں سے ہر ایک (شینگ) کے لیے اس نے ایک مالی شان استوپ بنایا جو دوسری جگہوں کے استوپ سے عمدہ تھا۔ مذہبی اعتقاد نہ رکھنے والوں نے یہ بے ثبوت بات بیان کی کہ ان پانچ استوپوں میں نند راجا کے سات قیمتی مال (خزانے) تھے۔ اس کے بعد ایک بد مذہب راجا اپنی فوج لے کر آیا کہ خزانہ کھود کر نکالے لیکن زمین کو زلزلہ ہوا۔ آخاب پر تاریکی چھا گئی۔ استوپوں سے گرج پیدا ہوئی۔ سپاہی مردہ ہو کر گر پڑے۔ اور ہاتھی گھوڑے بھاگ گئے۔ اس کے بعد سے کوئی اس کا لالچ نہ کر سکا۔

(۱۱) قدیم شہر سے دکن پڑب کوتا (یا کوکوتا یعنی مڑغا) منگرام تھا۔ یہ منگرام بھی اشوک کا بنوایا ہوا تھا۔ یہ بھی منہدم ہو گیا صرف نیویاتی تھی۔ اشوک نے بوودھرم اختیار کرنے پر یہاں ایک ہزار بدھسٹ درویشوں اور راہبوں کی مجلس منعقد کی اور ان کے رتبے کے لحاظ سے ان کی ضروریات مہیا کر دیں۔

(۱۲) کوکوتارا (منگرام) کے ایک جانب بڑا استوپ تھا جس کو آملکہ استوپ کہتے تھے۔ آملکہ (آملہ) ایک پھل کا نام ہو جو ہند میں دوا کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

(۱۳) آملکہ استوپ سے آتر پھم ایک منگرام میں استوپ تھا جو گھنٹا بجا کر بلانے

(۶) راجا ارجن ۴۷۷-۴۷۸ء اور چین کا دوسرا وفد

راجا ہرش کے لاولد مرنے پر اس کا وزیر ارجن (آردن آسودہ) حکومت پر قابض ہو گیا۔ اسی زمانے میں بودھ دھرم کی اشاعت کے سلسلے میں شہنشاہ چین کی طرف سے دوسرا وفد ہندستان پہنچا۔ ارجن نے ان کو مخالف سمجھ کر قتل کرایا اور ان کا سارا مال لوٹ لیا۔ صرف وینگ ہون ٹسی (WANG HIENTSE) سرگروہ قافلہ جو سابق وفد کے ساتھ بھی ہرش کے زمانے میں آچکا تھا کسی طرح بھاگ کر نیپال پہنچا۔

(۷) ترہت کا محاصرہ ارجن کی گرفتاری اور نیپالیوں کا راج

جب شہنشاہ چین کے وفد کی تباہی کا حال نیپال اور تبت میں معلوم ہوا۔ تبت کا راجا سرونگ ٹان گیٹو جس نے شاہ چین کی لڑکی سے شادی کی تھی چینیوں کا مددگار بن گیا۔ اور اپنے پاس کے بارہ سو منتخب سپاہیوں کے علاوہ نیپال کے راجا سے جو اس کا ماتحت تھا، سات ہزار فوج لے کر ان کے ساتھ کر دی۔ اس فوج کی معیت میں وینگ ہون ٹسی نے کوہ ہمال سے اتر کر ترہت کا محاصرہ کیا اور تین دن تک تمام علاقوں میں غارت گری کی۔ ارجن کے تین ہزار سپاہی قتل ہوئے اور دس ہزار کے قریب بندیوں میں ڈوب کر ہلاک ہوئے۔ ارجن نے دوسری

(مضمون کا بقیہ نوٹ) 'BUDDHIST RECORDS OF THE WESTERN

صفحہ ۷۷۷ تک ۷ میں بھی بیان ہے۔

WORLD BOOK VII P. 86

لہ شہر لہار۔ (تبت) اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس نے ہندستان سے برہمنوں کو بلوا کر تبت کی زبان

کے حروف تہجی تصدیق کرائے (ارلی ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۴۲۱)

دینے کے لیے ایک جہنم یا قید خانہ بنوایا، جو بلند دیواروں سے محیط تھا۔ اور اس کے ہر کونے پر ایک عالی شان منارہ تھا۔ بظاہر تالاب و باغ وغیرہ سے اس کو دل کش بنایا تھا اور اس کے ساتھ جہنم کے مانند اس میں ایذا پہنچانے کے سامان یعنی دہکتی ہوئی آگ کا تنور اور لوک دار اور تیز دھار کے آلات جراحات وغیرہ جمع کیے تھے اور نہایت جستجو کے بعد چند گیری نامی ایک ہییب اور سرسبز آدمی کو اس جہنم کا دروغہ مقرر کیا تھا۔ ابتدا میں صرف مجرموں کو سزائیں دی جاتی تھیں لیکن بعد میں اگر کوئی بھولا بھٹکا دھوکے سے آجاتا تھا تو وہ بھی ہلاک کیا جاتا تھا۔ اور چون کہ اندر آکر کوئی شخص واپس جانے نہ پاتا تھا اس لیے یہاں کا بھید نہ کھلتا تھا۔ چند گیری نے بہت لوگوں کو کھولتے پانی میں ڈال کر آگ میں جلا کر کچل کر اور طرح طرح کی ایذاؤں دے کر ہلاک کیا تھا۔ اتفاقاً سمدرا نامی ایک سرسبز (درویش) دھوکے سے یہاں آکر گرفتار ہو گیا۔ داروغہ نے اس کو کھولتے پانی میں ڈال دیا لیکن وہ پانی سر ہو گیا۔ اور سرسبز کنول کے تخت پر بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ داروغہ نے اشوک کو اس عجیب واقعے کی خبر دی اور اشوک نے خود آکر اس معجزے کا مشاہدہ اور اعتراف کیا جب اشوک واپس جانے لگا، داروغہ نے اس کو یاد دلایا کہ قاعدے کے مطابق کوئی شخص یہاں آکر زندہ واپس نہیں جاسکتا ہے۔ اشوک نے اپنے بنائے ہوئے قاعدے کا احترام کیا اور حکم دیا کہ چند گیری جو خود اس کے قبل سے یہاں موجود ہے، پہلے ہلاک کیا جائے۔ چند گیری تنور میں جلا کر خاک کیا گیا اور اس کے بعد اشوک نے اس جہنم کو مسمار کرا دیا اور اپنے قانون تعزیرات میں بھی اس قدر سختیاں کھیں۔

(صفحہ ۸۱ کا بقیہ نوٹ)۔ اس پر اشوک نے جیل خانہ بنوایا رنڈاب دیے کا قاعدہ انتظام کیا۔

۱۷ ان دی ٹریولس آف یوان چوانگ صفحہ ۹، تا ۹۰ سے ماخوذ ہے۔ سمدرا نامی سرسبز کے متعلق معجزے کا بیان بھی چینی سیاح نے اپنے عقیدے کے مطابق یا اس نے جو دوسروں سے سنا ہوگا لکھ دیا۔

(بقیہ صفحہ ۸۲ پر)

کاشیرازہ بکھر گیا تھا۔ اور ایک زمانے تک اشوب و غدر کی سی کیفیت رہی۔ اسی برس کی مدت میں جہاں جس کی بن آئی وہی قتلہ لوگوں نے اپنا دخل بجایا۔ اس زمانے میں گدھ کے متعلق ایک قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ آنگ یا ایچنگ (ITSING) نامی چینی سیاح و عالم نے ۶۳۵ء سے ۶۴۵ء تک نالندہ میں قیام کر کے سنسکرت (پالی) زبان اور بودھ دھرم کی کتابوں کا درس حاصل کیا۔ اس نے گردھا کوٹا پہاڑی (راج گیر) بودھ گیا دیسالی اور (ترہت) وغیرہ کی بھی سیر کی تھی۔ یہ بھی یوان چوانگ سے کسی طرح کم شہرت نہ رکھتا تھا۔ اس کی کتاب ہندستان اور ملایا (جزیرہ) میں بودھ دھرم کا رواج کے نام سے موجود ہے۔ جس کا انگریزی ترجمہ ہرننگسو (HERNANDESU) نے ۱۸۹۶ء میں آکسفورڈ میں شائع کیا ہے۔ ایچنگ نالندہ سے بعض نقلی کتابیں بودھ دھرم کے متعلق اپنے ساتھ چین لے گیا تھا۔ اودان میں سے کئی کتابوں کا اس نے ترجمہ بھی کیا تھا۔



۱۔ جن کی تکمیل انڈین جیوگرافی آف انڈیا۔ مسٹر کاکیا ترجمہ شائع ہونے کے قبل مرتب ہوئی تھی اس لیے اس میں اس کا کچھ حوالہ نہیں۔

فوج جمع کر کے پھر مقابلہ کیا۔ لیکن پھر اس وفد ایسی شکستِ فاش نصیب ہوئی کہ اس کے کئی ہزار سپاہی مارے گئے اور یہ خود بھی اپنے تمام اہل و عیال اور بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ اور تیس ہزار گھوڑے اور مویشیوں کے علاوہ ارجن کے پانچ سو اسی قصبے بھی نیپالیوں کے قبضے میں آ گئے۔ کامروپ کا راجا کمار بھی نیپالیوں کا طرف دار ہو گیا تھا۔ اس فتح کے بعد وینگ ہون شی ارجن کو زنجیروں میں جکڑ کر چین لے گیا۔ اور اس کے صلے میں انعام حاصل کیے۔ بعد کو جب ۶۷۵ء کے قریب شاہ چین تائی سونگ (TAI SONG) مرا تو اس کے مقبرے کے در و دیوار پر تبت کے راجا سرون شان گپو اور راجا ارجن کی تصویریں نقش کی گئیں۔

ترہت کے علاقے ۶۷۵ء کے قریب تک تبت کی حکومت میں رہے۔ وینگ ہون شی نے پھر تیسری بار ۶۷۵ء میں ہندستان آکر لگدھ میں بودھ دھرم کی زیارت گاہوں کی زیارت کی۔ اور بودھ گیا وغیرہ میں تیرتھ کر کے شہنشاہ چین کے حکم کے مطابق پوشاکِ نند کی۔

(۸) ۶۵۰ء سے ۶۷۳ء تک عام کیفیت

راجا ہرشہ کے مرنے پر ارجن کی غاصبانہ حکومت اور نیپالیوں کا اس کو گرفتار کر کے لے جانا اوپر مذکور ہوا۔ حقیقتاً ہرشہ کے بعد حکومت

۱۵ اری ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۳۶۶ و ۳۸۱ اور تھوہ کرنل ویٹل مندرجہ پرچہ ایشیا نمک

کوادرٹری ریویو بابت جنوری ۱۹۱۱ء۔

اس کی وجہ تسمیہ تو صحیح معلوم نہیں، لیکن رگ وید میں مقام کیکٹ (KAKTI) کو غیر ایرین (یعنی اصلی باشندوں) کا ملک اور اس کے حکمران کو پرگندہ لکھا ہے اور کیکٹ سے یہی مگدھ دیس مراد ہے۔ اس لیے قیاس کیا گیا ہے کہ مگدھ کو مگندہ کے نام سے کوئی نسبت ضرور ہے۔

جس جگہ موجودہ قصبہ بہار ہے، سابق میں یہاں ایک بستی تھی جو اُوندیوٹیا اتنت پوری کہلاتی تھی۔ طبقات ناصری میں سلطان شہاب الدین غوری کے مفتوحہ ممالک کی فہرست میں اُوند بہار بھی لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں اُوند نام غیر معروف نہ تھا۔ بہر کیف مشہور کے قریب راجا گوپال نے یہاں ایک بڑا دیہارہ بنوایا اور اس کے بعد اس خاندان کے اور راجاؤں نے وقتاً فوقتاً اسی قصبے کو اپنا دار الحکومت قرار دیا۔ اور وہ بہارے کی تعمیر میں بھی اضافہ کیا۔ انھی دیہاروں کے سبب قصبے کا نام دیہارہ (بہار) ہو گیا۔ اور دار الحکومت ہونے کے سبب تمام مگدھ پر اسی نام کا اطلاق ہو گیا۔ یہ بتانا دشوار ہے کہ پال خاندان کے کس راجا کے زمانے میں یہ نام قطعی طور پر مشہور ہو گیا۔ کیوں کہ دس گیارہ صدیوں تک تاریخی طور پر مستقل نام بہار ہونے کے بعد بھی کہیں دیہاتوں میں اس کو مگدھ بولتے ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بہار نام ہونے کی ابتداء راجا گوپال کے دیہارے بنوانے کے بعد ہی سے ہے۔

اس صوبے میں اسلامی حکومت کا آغاز چھٹی صدی ہجری بارہویں صدی

۱۷ نوٹ انٹرنٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۷۱۸ (بحوالہ ۱۴ ص ۵۳۰) RIG VEDA III

KIKITAH MAGADHAHVAYAH ABHIDHANA

CHINTAMANI IV. 261

۱۷ اربلی ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۲ تا ۱۳

باب ششم

پال خاندان کی حکومت ۳۰-۴۲ تا ۱۱۹۷ء

۱۱ راجا گوپال ۳۰-۴۲ تا ۸۵۷ء

عرصہ دراز تک کوئی باضابطہ حکومت نہ رہنے پر ۳۲ء سے ۳۷ء کے درمیان بنگالہ میں گوپال نامی ایک ذی اقتدار شخص کو لوگوں نے اپنا سردار مانا۔ گوپال بوندھ دھرم کے ساتھ غلور رکھتا تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے مگدھ پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا اور اودند پور (موجودہ قصبہ بہار) میں بڑا دیہارہ تعمیر کرایا۔ گوپال نے پینتالیس سال حکومت کی۔ اس کے متعلق یہ بھی معلوم ہو کہ راجپوتانہ کے ہنسا راجا نے ایک بار اس کو ہزیمت پہنچائی تھی۔

۱۲) مگدھ کا نام بہار ہونا

چین کے جاتریوں کے بیانات سے اور تمام تاریخی واقعات سے ثابت ہو کہ ساتویں صدی عیسوی تک اضلاع پٹنہ و گیا کی سرزمین کو مگدھ پس کہتے تھے۔

لے اری ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۳۱۳۔ ۳۲ جزل کننگھم یوان چوانگ کے بیان سے مگدھ کے مغربی حدود

کرمن ناسندی (ضلع شلاہ آباد تک قیاس کرتے ہیں) (صفحہ ۵۱۹) اشٹنٹ جیوگرافی آف انڈیا

تھیں، اسی راجا نے تعمیر کرایا۔ یہ مقام گنگا کے داہنی طرف ایک پہاڑی پر واقع تھا۔

(۴) راجا دیوپال اور اس کے ورثا ۱۵۵۵ء تا ۱۵۹۰ء تک

دھرم پال کے بعد دیوپال راجا ہوا۔ پال خاندان کے راجاؤں میں یہ بڑا نام ور راجا سمجھا جاتا ہے۔ اس کے سپہ سالار لاؤ سین نامی نے آسام اور کلنگا کو فتح کیا۔ دیوپال سودگ گیری (یعنی موجودہ مونگیر) میں بھی دربار کرتا تھا۔ گیوں کے یہاں جاری کیا ہوا اس کا ایک فرمان پایا گیا ہے۔ یہ سخت متعصب بھی تھا۔ بودھ دھرم کے ساتھ خلو رکھتا تھا۔ اس نے اس دھرم کے زمانے والوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ اور ان کے چالیس قصبوں کو خراب کر دیا۔ دیوپال نے اڑتالیس برس حکومت کی۔ اس کے بعد اس کے پانچ جانشین اور بتائے جاتے ہیں جن کا حال اب تک تحقیق نہیں ہوا۔ انہی کے زمانے میں ایک پہاڑی قوم نے بھی خود سر ہو کر حکومت کی۔

(۵) کبوجہ راجا کا ذکر

پال خاندان کی حکومت کے زمانے میں پہاڑی علاقوں کے باشندوں نے خود سر ہو کر اپنی قوم کے ایک سردار کو راجا بنایا جو کبوجہ راجا کے نام سے مشہور تھا۔ لہٰذا یہ جگہ ہنوز شناخت میں نہیں آئی ہے۔ لیکن بعض مؤرخوں نے جن میں ڈاکٹر اسٹیم بھی ہیں قیاس کیا ہے کہ بھال پور سے بارہ کوس پورب میں پتھر گھاٹ میں بکرم سیلا کی عمارتیں تھیں۔ (ارلی ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۴۴۴) پتھر گھاٹ کے متعلق انٹینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۵۴۶ دیکھنا چاہیے۔

عیسوی کے آخر زمانے میں ہوا اور مسلمانوں کی تاریخ میں سوائے بہار یا صوبہ بہار کے گدھ کا کہیں نام نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے آنے سے پہلے گدھ کا نام تبدیل ہو کر بہار ہو چکا تھا۔ طبقات ناصری جو ۱۵۵۶ء کے قریب لکھی گئی اس میں گدھ کا نام نہیں پایا جاتا۔ اس میں لکھا ہے کہ "تمامت آں حصار و شہر مدینہ بود و بہار بلخت ہندی اسم مدرسہ باشد"

(۳) راجا دھرم پال ۱۷۸۶ء تا ۱۸۵۰ء

گوپال کے بعد دھرم پال راجا ہوا۔ اس کی مدت حکومت چونتھ سال بیان کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر ستھ کے خیال میں تیس سال سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر موصوف نے تارا ناتھ (تبت کا مورخ) کے حوالے سے لکھا ہے کہ دھرم پال نے اپنی حکومت کو خلیج بنگال کے ساحل سے دہلی اور جالندھر (پنجاب) تک وسعت دی۔ اور قنوج کے راجا اندر کو بے دخل کر کے چکر چودھ کو تخت نشین کیا۔ اور دوسرے راجاؤں نے بھی اس کا استعواب کیا۔ بھاگل پور اور خالم پور میں دھرم پال کے فرمان کے متعلق تانبے کی دو تختیاں بھی پائی گئی ہیں۔ ستھ کے قریب اس راجا نے پاٹلی پتر میں دربار بھی کیا تھا اور پندرہ روزہ ان میں چار مواضعات بطور جاگیر دیے تھے جس کا فرمان پاٹلی پتر ہی سے جاری کیا تھا۔ بکرم سیلا کا دیہارہ جس میں ایک سو سات مندروں اور چار مذہبی تعلیم گاہیں شامل

۱۔ جنرل کننگھم پندرہ روزہ ان کو ضلع پینا میں بتاتے ہیں اور ڈاکٹر فرگسن اس کو ضلع رنگ پور میں ٹھہراتے ہیں۔ (الہ دی ٹریولس آف یوان چوانگ صفحہ ۱۸۵)

کے مشہور راہب ایتھ نامی کے ساتھ ایک مذہبی جماعت کو تیت بیچ کر دھرم کی مزید اشاعت کی۔ اس کی مذہب حکومت صحیح معلوم نہیں۔ اس کے بعد اس کے بیٹے وگڑ پال نے سنہ ۱۰۸۰ء تک حکومت کی۔ اس نے چھیدی خاندان کے کرن نامی راجا کو ایک بار شکست بھی دی تھی۔ اس کے تین بیٹے تھے جن کے نام ہی پال دوم اور سور پال دوم اور رام پال تھے۔

(۸) ہی پال دوم سنہ ۱۰۸۰ء تا سنہ ۱۰۸۲ء

ہی پال دوم نے تخت نشین ہو کر اپنے دونوں بھائیوں یعنی سور پال دوم اور رام پال کو مقید کیا اور حکومت کا نظم بھی درست نہ رکھا۔ اس کے سوتے تدبیر سے ملک میں بغاوت کے اسباب پیدا ہوئے۔ شمالی ہنگالہ کے چاسی کیورت یا ماہیشیا کے ایک سردار دیوا، دیو کا نامی نے باغیوں کی مدد سے ہی پال کو قتل کیا اس کے بعد حکومت انھی باغیوں کے قبضے میں آگئی۔ دیو کا کے بعد اس کے بھتیجے بھیم نامی نے علاقہ ورنڈر (بارند) میں اپنی حکومت قائم کی لیکن اس کو بھی قیام نہ ہوا اور بالآخر رام پال نے ان کا خاتمہ کیا۔

(۹) راجا رام پال سنہ ۸۲-۸۴ء تا سنہ ۱۱۳ء

ہی پال اور دیو کا اور بھیم کے ہنگامے میں رام پال نے کسی طرح قید سے

لے کر اہل ہٹھی آف انڈیا صفحہ ۳۱۶-۳۱۷ء۔ تھ ورنڈاب بارند کہلاتا ہے۔ ورنڈ میں اضلاع راج شاہی، والدہ، دینا چور، رنگ پور، بوگرا اور پٹیا شامل تھے۔

اس کی حکومت کا پتہ دینا چور میں پتھر کے پائے پر ایک کتبے سے دریافت ہوا ہے جس میں ششہ درج ہے۔ جو ساگرن ہونے کی صورت میں ۹۶۶ء کے برابر ہوتا ہے۔ پال خاندان کے نويس راجا ہی پال نے کمبو ج کی حکومت کا خاتمہ کیا۔

(۶) ہی پال (اول) ۹۸۰ء تا ۱۰۳۱ء تخمیناً

دیو پال کے جانشینوں کے بعد اس خاندان کا نواس حکمران ہی پال بڑا مشہور راجا ہوا۔ ۱۰۲۳ء کے قریب چولا خاندان کے راجا راجندر نے جس کا دارالحکومت کانچی (مدراں کے قریب دھن میں) تھا۔ ہی پال کی مملکت پر چڑھائی کی لیکن کوئی ہزیمت نہ پہنچا سکا۔ ۱۰۳۳ء میں ہی پال کے زمانے میں بودھ دھرم کی اشاعت کے لیے پنڈت دھرم پال کے ساتھ گدھ (بہار) سے ایک مذہبی جماعت تبت کو روانہ ہوئی اور انھی کی سعی سے تبت میں بودھ دھرم کی از سر نو نشوونما ہوئی۔ اس راجا کے زمانے کی کتابوں میں سرنا تھ (بنارس کے قریب) کا کتبہ ۱۰۸۳ء سمیت بکرمی کا اور اس کے سہ جلوس کا کتبہ مقام باگھورہ (کیلا ضلع پٹنہ) میں اور دو پٹیل کی مورتیوں پر سہ جلوس کے کتبے ضلع مظفر پور میں پائے گئے ہیں۔

(۷) راجا نیپال اور وگرہ پال سوم ۱۰۳۱ء تا ۱۰۸۰ء

ہی پال کے بعد نیپال راجا ہوا۔ اس نے بھی ۱۰۳۲ء کے قریب گدھ (بہار) کے بکرم سیلا دیہارہ (جس کا ذکر دھرم پال کے حال میں کیا گیا ہے)

راجا حکومت کرتا تھا اور ۱۱۹۷ھ میں اندر من دیو پال مگد بہار کا حکمران تھا۔ مونگیر کا قلعہ اسی کا بنوایا ہوا سمجھا جاتا ہے۔ پال خاندان کے آخر زمانے میں بنگالہ کے سین خاندان کے راجاؤں نے پال راجاؤں کو بنگالہ کے اکثر علاقوں سے بے دخل کر دیا تھا۔ لیکن مگدہ (بہار) اور مونگیر کے اطراف میں تمام علاقے محمد بن بختیار خلجی کے حملوں کے قبل تک پال خاندان کی حکومت میں تھے۔ پال خاندان کی حکومت میں بڑودھ دھرم کی درس گاہیں خوب آباد رہیں۔ اس زمانے میں دھامن اور دیٹوپال نامی مصوری بہت تراشی اور پتیل کی سورتیاں ڈھال کر بنانے میں کمال رکھتے تھے۔

محمد بن بختیار خلجی کے حملوں کے وقت اندر من دیو پال خائف ہو کر بھاگ گیا اور گنگا کے پار کسی جگہ روپوش رہا۔ اسی کے بعد سے صوبہ بہار میں اسلامی حکومت کا آغاز ہوا۔

۱۱۱۱ بنگالہ کے سین راجاؤں کا مختصر حال ۱۰۵۷ء تا ۱۱۹۹ء (تختینا)

بہار میں پال خاندان کی حکومت کے استیصال کے بعد ہی محمد بن بختیار خلجی نے بنگالہ کے سین خاندان کی حکومت کا استیصال کر کے شہر کھسٹونی کو دارالحکومت قرار دیا۔ سین خاندان کے راجا تختینا ستا برس سے بنگالہ کے اکثر حصے پر قابض تھے۔ باقی خاندان سامنت دیو نسلا برہمن تھے۔ ۱۰۵۷ء کے قریب دکن سے آکر اول سرن دیکھانندی کے کنارے کاسی پور یعنی نامی بستی میں جو فی الحال ریاست

نکل کر خاندانی حکومت حاصل کرنے کے لیے ہر طرف معین و مددگار کی جستجو شروع کی۔ بڑی سعی کے بعد اس نے راشٹر کوٹ (دکن میں) کے راجا کوچس کے خاندان میں اسے شادی بھی کی تھی۔ اور بعض دوسرے راجاؤں کو اپنا طرف دار بنایا۔ اور ان کی کمک سے بھیم کو شکست دے کر قتل کیا۔ اس کے بعد ہی اس نے متھلا دیس (یعنی اضلاع چپارن و در بھنگا) اور آسام کو بھی فتح کر لیا۔ یہ راجا بھی بڑودھ دھرم رکھتا تھا اس لیے اس کے زمانے میں مگدھ (بہار) میں اس دھرم والوں کے دیہارے اور عبادت خانے خوب آباد ہوئے۔

۱۰۱) پال خاندان کے آخری راجاؤں کا حال ۱۱۳ء تا

۱۱۹۴ء

رام پال کے بعد اس کا بیٹا کمار پال راجا ہوا۔ اس نے آسام کی حکومت اپنے ایک وزیر وید یہ دیوانامی کو تفویض کی۔ ڈاکٹر اسٹھ لکھتے ہیں کہ تاراناٹھ (تبت کا مورخ) اور بعض بنگالی مصنفوں نے رام پال کو پال کا آخری راجا یا کم از کم آخری ذی اقتدار راجا لکھا ہے۔ لیکن بعض کتبے پائے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رام پال کے بعد اس خاندان کے پانچ راجا اور ہوئے۔ ڈاکٹر موصوف کا بیان بیشتر مسٹر آر ڈی بڑجی کی تحریر پلاز آف بنگال مطبوعہ پرچہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ جلد ۵، ماہ ۱۹۱۵ء اور مسٹر ہر پرشاد شاستری کی تحریر مندرجہ پرچہ بہار و اڈیسہ ریسرچ سوسائٹی جلد ۵ حصہ دوم ۱۹۱۵ء اور مسٹر جے۔ ان۔ سدار کی تحریر جو اسی پرچہ میں ہے اسے ماخوذ ہے۔ بہر کیف کمار پال کے بعد دور راجاؤں کے کچھ حالات معلوم نہیں۔ اس کے بعد ۱۱۹۴ء تک گوبند پال

باب ہفتم

اقتلاع بہار میں اسلامی حکومت کا آغاز

(۱) منیر و بہار میں مسلمانوں کی آمد

صوبہ بہار میں اسلامی حکومت کا آغاز محمد بن بختیار خلجی کی فتوحات سے ہوا جو آئندہ اوراق میں مذکور ہے۔ لیکن بعض واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن بختیار سے پہلے مسلمانوں نے یہاں قدم جمائے شروع کر دیے تھے۔ مقامی روایات کے مطابق منیر (منیر) کو اول اول سلطان محمود غزنوی کے سپاہیوں نے فتح کیا۔ محمود غزنوی کی تاریخوں میں کوئی ایسا واقعہ پایا نہیں جاتا لیکن ہندستان پر اس نے جتنے حملے کیے ہر ایک کی مفصل کیفیت بھی کسی تاریخ میں مذکور نہیں۔ تاہم تاریخ سالار سعود غازی سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمود غزنوی کے انتقال سے دو ایک برس پہلے اس کا ایک لشکر اس کے ایک بھانجے سالار سعود غازی کے تحت میں ہندستان آیا۔ سالار سعود نے مقام سترکہ میں قیام کر کے شرقی علاقوں پر چڑھائی کی۔ اکثر راجاؤں نے متحد ہو کر مقابلہ کیا۔ لیکن ان میں بعض ایسے تھے جو پہلے سے سلطان محمود سے ربط رکھتے تھے اور بعض کو گمان تھا کہ ایک لشکر گران سعود کی کمک کے لیے غزنین سے روانہ

لے منیر عظیم آباد پٹنہ سے بارہ کوس بعیم مشہور قصبہ ہے۔

موز بھنج میں کایاری کے نام سے مشہور ہو آباد ہوا۔ سامنت دیو اور اس کا بیٹا
ہمانت سین معمولی درجے کے سردار تھے۔ ہمانت سین کا بیٹا بھی سین ذی اقتدار
راجا ہوا۔ اس نے ستالہ کے قریب پال راجا کے بعض علاقوں پر قبضہ کر کے
بنگالہ میں اپنی حکومت کو وسعت دی اور اپنی چالیس سالہ حکومت میں کلنگاؤں
اڑیسہ میں بھی رسوخ قائم کیا۔ بھیجی سین کے بعد اس کا بیٹا بلال سین راجا ہوا۔
اس نے ہندوؤں کی قدیم ذات کی تقیم کو از سر نو رائج کیا اور بنگالہ کے شہر لکھنوتی
(گوڑنگر) کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ بلال سین کے بعد اس کا بیٹا لکھن سین راجا ہوا
اس نے طویل عمر پائی اور شہر ندیا کو اپنا مستقر بنایا۔ ۹۹ھ کے قریب محمد بن بختیار
نے اچانک اس کے محل پر قبضہ کیا۔ لکھن سین پریشان حال کسی طرح کشتی کے
ذریعے بھاگ کر بکرم پور (ضلع ڈھاکہ) چلا گیا لیکن اس کی عورتیں اور ملازم اکثر
گرفتار ہوئے اور بہت سال و متاع محمد بن بختیار کے ہاتھ آیا۔ ندیا کی فتح کے بعد
محمد بن بختیار نے لکھنوتی پر بھی قبضہ کر لیا جو کئی صدی بعد تک بہار و بنگالہ کے
لیے دارالحکومت تھا۔ طبقات ناصری میں لکھن سین کو رائے لکھنڈہ لکھا ہے۔ زیادہ
حال میں بعض مورخوں نے لکھن سین اور رائے لکھنڈہ کو دو جدا شخص قیاس کیا
ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔



ہست منقول از بزرگان سلف سال آن "دین محمد خدای"۔

ان سفینوں کے رؤسے حضرت تاج فقیہ اور قطب سالار تھے آٹے سے پہلا ایک مسلمان موسیٰ عارف نامی منیر میں رہتا تھا جس کو راجا منیر سے سخت ایذا میں پہنچتی تھیں۔ موسیٰ عارف نے تنگ آکر مدینہ کی راہ لی اور وہاں جا کر حضرت تاج فقیہ کو اپنا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت تاج فقیہ جن کا اصل وطن خلیل الرحمن (ہیبرون) (HEBRON) تھا ایک گروہ کو ساتھ لے کر غزنین ہوئے ہوئے منیر پہنچے اور راجا منیر سے جنگ کر کے منیر پر قابض ہوئے۔

بہر حال اس زمانے میں موسیٰ عارف یا کسی مسلمان کا باشندہ منیر ہونا اس طور پر قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ مسعود غازی کے ساتھیوں میں سے کسی نے منیر آکر سکونت اختیار کر لی تھی اور اسی کی نسل میں موسیٰ عارف تاج فقیہ اور قطب سالار کے زمانے میں منیر کا باشندہ تھا۔ تاریخ آئینہ اودھ (صفحہ ۱۵۳) میں مذکور ہے کہ "خواجہ عماد خلیجی جو سالار مسعود کے ہم جد تھے اور محاربہ مجاہدانہ سالار مسعود میں شریک تھے، ان کی اولاد بہرائچ میں اب تک موجود ہے۔ اس بیان سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔

منیر کے رہنے والے ایک برہمن رجھان گیر نامی نے ایک دعوے کے

۱۔ وسیلہ شرف مولفہ شاہ فرزند علی صوفی صفحہ ۴۸۔ تذکرۃ الکرام مولفہ شاہ کبیر الدین احمد صفحہ ۷۴۔ ۲۔ آثار شرف مولفہ قاضی سید نور الحسن صفحہ ۷۶۔ آخر الذکر کتاب میں موسیٰ عارف کے بعد حایک کا اضافہ بھی ہے۔ ممکن ہے موسیٰ عارف، بجائے نام کے لقب ہو ۱۲۔

۳۔ مولف وسیلہ شرف نے اس کو بیت المقدس کا ایک محل قیاس کیا ہے لیکن حقیقتاً یہ جنگ بیت المقدس سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے اور مشہور زیارت گاہ ہے ۱۲۔

ہوا چاہتا ہو۔ بہر حال سعود نے اکثر راجاؤں کو شکست دے کر ان کی متحدہ طاقت کا
استیصال کیا۔ لیکن بالاخر خود بھی مقتول ہو کر بہرائچ میں مدفون ہوا۔ اس کے بعد
تقریباً ایک سو ساٹھ برس تک سلاطین غزنویں کا کوئی لشکر ادھر نہ آیا۔ سالار سعود
کے لشکر کا اطراف بنارس تک آنا صریح طور پر مذکور ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام
اطراف میں کم تر کوئی مقام ہو گا جہاں ان سپاہیوں نے جنگ نہ کی ہو۔ سالار سعود
کے بعد اس گروہ کے پس ماندہ افراد مختلف اطراف میں منتشر ہو کر رہ گئے۔

جن جن مقاموں میں سعود غازی کے سپاہیوں نے جنگ کی اور مقتول
ہو کر مدفون ہوئے عام طور پر گنج شہیداں کے نام سے مشہور ہیں۔ اطراف
کڑہ مانگ پور۔ غازی پور۔ سیوان (ضلع سارن) کے علاوہ خاص قصبہ منیر میں
بھی ایسی جگہ موجود ہے جہاں اس واقعے کی یاد گاریں سالار میلہ ہوا کرتا ہے جو غازی
میاں کے نیلے کے نام سے مشہور ہے۔

منیر کے محض دو نام زادوں کے سفینوں سے پایا جاتا ہے کہ سلسلہ (۱۷۷۸ء)
میں حضرت تاج فقیہ اور قطب سالار نے راجا منیر کو شکست دے کر منیر پر قبضہ
کیا۔ قطب سالار کا مزار منیر سے دو میل پورب موضع جہداوان میں مسجد کے پس
پشت میدان میں واقع ہے۔ اس جنگ میں جو مسلمان شریک تھے ان میں ہمیں
آدمیوں کے نام بھی سفینوں میں مذکور ہیں اور اس فتح کی تاریخ حسب ذیل ہے۔
یافت چوں بر راجہ منیر ظفر داد امام از دین جہانے رانوی

۱۷۷۸ء خلاصہ تاریخ سالار سعود غازی صفحہ ۱۱۲ اور مزید تحقیقات کے لیے مرآت سعودی اور
تاریخ ملاحہ غزنوی دیکھنی چاہیے۔ منیر میں بڑی درگاہ کے احاطے میں ایک قبر کو لوگ سلطان
محمود غزنوی کے کسی عزیز تلج الدین کھانڈگاہ (شاہ خواندگاہ) کی قبر بتاتے ہیں لیکن اس کی تحقیق محال ہے۔

وہاں سے بعض مریدوں کے ساتھ پھر بادشاہ غزنی کے پاس آئے اور شاہی فوج کی معیت میں دوبارہ ہندستان آکر نواحِ دہلی میں مقیم ہوئے۔

۶۷۵ھ میں حضرت تاج فقیہ کا منیر فتح کرنا جو اُدپر مذکور ہوا تا مذنی طور

پر بالکل صحیح ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ تاج فقیہ مخدوم یحییٰ منیری پدر مخدوم شرف الدین منیری کے جد تھے اور مخدوم شرف الدین منیری اور ان کے معاصرین کا زمانہ متعدد تاریخوں اور تذکروں سے ثابت ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مخدوم شرف الدین منیری کی ولادت ۶۷۱ھ میں ہوئی، اس لیے ان سے اُدپر تین پشتوں (یعنی یحییٰ ابن اسرائیل ابن تاج فقیہ) کے لیے پچاسی برس کی مدت قرین قیاس اور صحیح معلوم ہوتی ہے۔

بہر حال طبقاتِ ناصری (صفحہ ۱۲۰) کے رو سے سلطان شہاب الدین غوری نے بنارس تک فتح کیا اور تاریخ فرشتہ (جلد ۱ صفحہ ۹۵) میں مذکور ہے کہ اس سلطان نے "تا بلاد بنگالہ" فتح کر لیا۔

(۲) اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی ۵۹۰ھ تا ۶۰۲ھ (۱۱۹۲-۱۲۰۴ء)

پہلا شخص جس نے بہار و بنگالہ میں اسلامی حکومت قائم کی اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی تھا۔ محمد بن بختیار خلجی و غور و بلاد گریسر کے اکابر میں تھلاش منصب میں اول سلطان معز الدین سام (شہاب الدین غوری) کے پاس غزنی میں حاضر ہوا۔ پھر وہاں سے دہلی چلا آیا لیکن یہاں بھی حبِ دل خواہ کام نہ بننے پر سپہ سالار ہزور الدین حسن اربن کی خدمت میں بداؤں پہنچا۔ پھر

ثبوت میں عدالت میں ایک تانبے کی تختی پیش کی جس کی رو سے قنوج کے راجا گوہند چندر نے پٹالہ (یعنی پرگنہ) منیر میں پٹلی نامی ایک موضع ایک برہمن کو عطا کیا۔ اس لوح پر جو سنہ ۱۲۰۷ء کے موافق ہوتا ہو اور اس میں یہ فرمان درج ہو کہ اس حکم کے مطابق تمام مطالبات مع مال گزاری۔ تجارتی محصول اور ترکوں کا محصول (غالباً جزیرہ مراد ہوگا) جو تاحال تم ادا کرتے آئے ہو ادا کرنا۔ اس لوح کی رو سے ۱۲۰۷ء کے قبل ترک لوگ علاقہ منیر میں مال گزاری یا محصول (یا جزیرہ) وصول کرتے تھے، اور یہ زمانہ محمد بن بختیار خلجی کی فتح سے چھیاسٹھ برس قبل کا ہو، لہذا اس کتبے کے اعتبار سے بھی راقم کے بیان کی تائید ہوتی ہو۔

سلاطین غزنویہ کے عہد میں ایک مسلمان یلح کا اس طرف سے گزرنا ایک اور روایت سے بھی دریافت ہوا ہو جو اس موقع پر تاریخ آئینہ اودھ (صفحہ ۱۵۳) کے حوالے سے مختصر نقل کی جاتی ہو۔

"تذکرہ محاربہ مجاہدانہ امیر کبیر سید قطب الدین محمد بن جوہری میں ہو اور وہ کتب خانہ اولاد سید فضل اللہ گوشائین محلہ بارہ درہ من محلات بہار سے ملا تھا۔ شخص اس کا یہ ہو کہ امیر کبیر موصوف حج کر کے جدہ سے جہاز پر خلیج بنگالہ ہو کر اس ملک میں داخل ہوئے اور براہ خشکی افغانستان ہو کر وطن جانے کے عزم سے کٹھ مانک کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں ہندوؤں نے پلچھ پلچھ کہہ کر کہیں ٹھہرنے نہ دیا اور سخت ایذا پہنچائی، بالآخر کسی طرح براہ خشکی مدینہ واپس ہوئے، اور

۱۔ اصل عبارت مع انگریزی ترجمہ ۱۹۱۶ء میں جرنل۔ بہار و اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پریس بلد ۲ میں شائع ہو چکی ہو۔

کوئی ان کا مضمون نہ بتا سکا۔

فتح کے بعد محمد بن بختیار مال غنیمت لے کر سلطان قطب الدین ایبک کے پاس حاضر ہوا لیکن دربارداروں نے سہارن کے سلطان کو اس کی بہادری کا استحسان لینے پر آمادہ کیا۔ محمد بن بختیار نے ایک فیل ست سے مقابلہ کر کے گرز کی ایک ہی زد میں فیل کو بھگا دیا۔ سلطان نے خوش ہو کر اس کو انعام سے سرفراز کیا اور درباریوں سے بھی انعام دلوائے۔ محمد بن بختیار نے تمام انعام کو اسی جگہ میں تقسیم کر دیا، اور پھر بہار واپس آ کر ایک لشکر فراہم کر کے شہر ندیار بنگالہ پر چڑھائی کی اور سین خاندان کے راجا "لکھینہ" (لکھن سین) کو شکست دے کر بنگالہ پر قبضہ کر لیا اور شہر لکھنوتی (گوڑا) کو اپنا دار السلطنت بنا کر سلطان دہلی کا دستخط جاری کر کے تمام علاقوں میں مسجدیں، مدرسے، خانقاہیں، سرائیں اور سڑکیں بنوائیں، اور کچھ مال غنیمت سلطان کے پاس روانہ کیا۔

شہاب الدین سراج مؤلف طبقات ناصری لکھتا ہے کہ "بہار کی فتح کے وقت جب محمد بن بختیار قوت و دلیری سے دروازہ حصار تک پہنچا اہل فرغانہ سے دو ہندیدہ شخص جن کے نام نظام الدین و مصمما الدین تھے (اور آپس میں بھائی تھے) اس معرکہ میں محمد بن بختیار کے ساتھ تھے انہی میں سے مصمما الدین نے فتح بہار کا چشم دید واقعہ سن کر میں لکھنوتی میں خود مجھ سے بیان کیا۔"

بنگالہ کی فتح کے چند سال بعد محمد بن بختیار نے کوچ بہار کی راہ سے ملک تبت پر چڑھائی کی۔ یہی پہلا شخص معلوم ہوتا ہے جس نے اس راہ سے تبت پر فوج کشی کی۔ اس ہم میں بعض وجوہ سے اس کو سخت ناکامی ہوئی۔ دس ہزار آدمیوں میں سے بیشک سو سو اسوار سلامتی کے ساتھ واپس آئے۔

کچھ عرصے کے بعد یہاں سے اودھ کی طرف آکر ملک حسام الدین اعلیٰ کا ملازم ہوا۔ اسی اثنا میں محمد بن بختیار نے گھوڑے اور ہتھیار فراہم کر لیے اور سلطان معز الدین سام کے مفتوحہ ممالک سے مقام سہلت و سہلی میں رمرز پور کے قریب جاگیر بھی حاصل کر لی اور یہیں سے منیر و بہار پر یلغار کر کے الی غنیمت حاصل کرتا رہا۔

اسی زمانے میں غور و خراسان و غزنی و مرو سے ایک جماعت ہندستان آکر پراگندہ ہو رہی تھی۔ محمد بن بختیار کی شہرت سن کر اس کے پاس فراہم ہوئی اور محمد بن بختیار کو بھی ان کے آنے سے بڑی تقویت ہوئی۔ رفتہ رفتہ سلطان قطب الدین ایبک کو اس کی شہرت کا حال معلوم ہوا۔ سلطان نے اس کو اپنے پاس بلا کر بڑی عزت کی۔ اس عرصے میں بہار و بنگال میں لوگوں کے دلوں میں محمد بن بختیار کی جلالت کا رعب بیٹھ گیا تھا۔ دو ایک برس اطراف منیر و بہار پر اچانک حملے کرنے کے بعد محمد بن بختیار نے حصار بہار کو فتح کر لینے کا تہیہ کر لیا، اور دو سو سواروں کو ساتھ لے کر غایت دلیری و بہادری سے جنگ کر کے قلعہ بہار پر قبضہ کر لیا۔ یہاں کا راجا اندر من دیو پال بھاگ کر روپوش ہو گیا۔

طبقات ناصری کے مطابق اس وقت بہار کے اکثر باشندے "مرندے برہمن" (یعنی بڑوہ و صہرم کے راہب) تھے جو اسی معرکہ میں قتل ہوئے۔ مسلمانوں نے وہاں میں بہت سی کتابیں پائیں اور بعض گروہ کو طلب کر کے ان کے مطالب کی تحقیق چاہی لیکن راہب قتل ہو چکے تھے اس لیے

(۳) عزالدین محمد شیران ۶۰۲ھ تا ۶۰۵ھ (۱۲۰۴-۱۲۰۷ء)

تبت کی ہم پر روانہ ہوتے وقت محمد بن بختیار نے اُمرائے خلیج سے عزالدین محمد شیران اور اس کے بھائی احمد ایران کو کسی قدر فوج کے ساتھ لکھنوتی و جاجنگر کی طرف رخصت کیا تھا۔ محمد بن بختیار کی واپسی کے بعد جب اس کے حادثے کی خبر مشہر ہوئی محمد شیران نے علی مردان کو اس کی جاگیر نازکوٹی میں گرفتار کر کے بابا اصفہانی کو قوال کے حوالے کیا۔ اس وقت تمام اُمرائے اپنی اپنی جاگیروں پر متصرف تھے اور محمد شیران غلیجوں میں بزرگ تر تھا۔ اس لیے بھوں نے اس کی اطاعت قبول کی۔

بگالہ کی فتح کے زمانے کا اس کا ایک واقعہ یہ ہے کہ جس وقت محمد بن بختیار نے ندیا پر چڑھائی کی اس کے بعد محمد شیران تین دن مفقود انجبر ہوا، اور تمام اُمرائے کو اس کی سخت تشویش تھی۔ آخر معلوم ہوا کہ محمد شیران نے جنگل میں رائے لکھنڈ کے سترہ ہاتھیوں کو سحیل بانوں کے گرفتار کر رکھا ہے۔ اس وقت سواروں کو بھیج کر محمد شیران سح ہاتھیوں کے بلوایا گیا۔ محمد شیران کا باقی حال قانماز رومی کے حالات کے ساتھ مذکور ہوگا۔

(۴) قانماز رومی ۶۰۴ھ تا ۶۰۵ھ (۱۲۰۵-۱۲۰۶ء)

عزالدین محمد شیران کی حکومت کے زمانے میں علی مردان غلیجی جس کو اس نے

محمد بن بختیار کی واپسی پر خلیجیوں کی عورتیں اور لڑکے جن کے قربت مند تلف ہوئے تھے محمد بن بختیار کو میراہ گالیاں اور بدذمائیں دیتے تھے اور اسی صدمے سے بیمار ہو کر اس نے ۶۰۲ھ میں انتقال کیا۔ مرنے سے پہلے کہا کرتا تھا کہ شاید ملک حسام الدین اغلبیک پر کوئی حادثہ ہو جاوے اقبال نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ واقعی انھی دنوں میں ملک مذکور قتل ہوا تھا۔

طبقات ناصری میں ایک اور روایت یہ لکھی ہے کہ محمد بن بختیار کا ایک سردار علی مردان خلجی اپنی جاگیر سے دیو کوٹ آیا اور محمد بن بختیار کے مکان میں جہاں تین دن سے کوئی اس کو دیکھنے کو نہ گیا تھا داخل ہو کر اس نے اس کے منہ سے چادر اٹھائی اور خجر سے اس کا کام تمام کیا۔

محمد بن بختیار کی جسمانی ہیئت بھی غیر معمولی تھی۔ اس کے ہاتھ اس قدر لمبے تھے کہ کھڑا ہو کر ہاتھ چھوڑ دیتا تھا تو انگلیاں گھٹنوں کے نیچے تک پہنچتی تھیں۔ رائے لکھن سین کو برہمنوں نے پیشین گوئی کر کے ڈرا دیا تھا کہ اسی ہیئت کا ترک اس کی حکومت کا خاتمہ کر دے گا۔

۱۔ تاریخ فرشتہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۴ میں لکھا ہے کہ اس کا جنازہ بہار میں لا کر دفن کیا گیا۔ لیکن طبقات ناصری میں مدفن کا کوئی ذکر نہیں۔ نقبہ بہار میں محلہ عماد پورہ سے پچھم دو کھن جابا ایک کشادہ میدان میں گنبد نما عمارت ہے جس میں چند قبریں ہیں۔ بعض ذی علم مقامی بزرگوں کی تحقیق میں محمد بن بختیار انھی قبروں میں سے ایک قبر میں مدفون ہے۔ اس محلہ کو نصیر پور بھی کہتے ہیں۔ ۲۔ پورا بیان طبقات ناصری صفحہ ۴۰۶ تا ۱۵۷ سے ماخوذ ہے۔ ۱۲

اسی حالت میں ایک دن علی مردان نے سلطان تلج الدین یلدرز کی شکار گاہ میں اس کے ایک سردار سالار ظفر نامی سے کہا کہ اگر تم کہو تو ابھی ایک تیر سے سلطان یلدرز کو ہلاک کر کے اسی جگہ تم کو بادشاہ بناؤں۔ سالار ظفر نے ازراہ دانش مندی علی مردان کو اس حرکت سے باز رکھا اور شکار گاہ سے واپس جا کر دو گھوڑے حوالے کر کے اس کو ہندستان واپس بھیج دیا۔ اس کی واپسی پر قطب الدین ایبک نے اس کو ممالک لکھنوتی (بہار و بنگالہ) کی حکومت پر مامور کیا۔ اس کے واپس آنے کی خبر پا کر حسام الدین عوض حسین نے کو سی ندی تک آکر اس کا استقبال کیا۔ سلطان قطب الدین ایبک کی زندگی تک علی مردان نے اس کی اطاعت کی لیکن شہ ۶۰۸ھ میں سلطان ایبک چوگان بازی میں گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اس وقت علی مردان بھی خود سر بن بیٹھا اور اپنا لقب سلطان علماء الدین رکھ کر خطبہ و سکہ جاری کیا۔ آخر اس کے غرور و تعدی سے آزدہ ہو کر امرائے خلج نے سازش کر کے اس کو مار ڈالا۔

(۶) حسام الدین عوض حسین ملقب سلطان غیا الدین

عوض حسین خلجی شہ ۶۰۸ھ تا شہ ۶۲۴ھ (۱۲۰۶ء تا ۱۲۲۶ء)

ملک حسام الدین عوض حسین ابتدا میں علاقہ گنگوتری کا جاگیردار تھا۔

قید کیا تھا کسی طرح کو تو ال کو سازش میں لا کر قید سے نکل بھاگا اور دہلی پہنچ کر سلطان قطب الدین ایبک سے شیران کی خود مختاری کا شکای ہوئے۔ سلطان نے قاتماز دیوی حاکم اودھ کو بہار و بنگالہ کے بندوبست کے لیے روانہ کیا۔ قاتماز کے آنے پر بہار کے جاگیرداروں نے کوئی مزاحمت نہ کی لیکن بنگالہ میں سوائے ملک حسام الدین عوض حسین خلجی حاکم گنگوتری کے کسی نے اس کی اطاعت نہ کی بلکہ مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ قاتماز نے دیو کوٹ کا علاقہ حسام الدین کو تفویض کیا اور خود بہار کی طرف واپس آیا۔ اس کے پیٹھ پھیرتے ہی محمد شیران اور بعض خلجی سرداروں نے دیو کوٹ پر چڑھائی کر دی۔ قاتماز نے بہار سے پھر بنگالہ جا کر جنگ کی اور مخالفوں کو منہزم کیا لیکن اس کے بعد ہی خلجی سرداروں نے خانہ جنگی کر کے محمد شیران کو مار ڈالا۔ قاتماز نے سلطان کی ہدایت کے مطابق تمام علاقے کو خلجی سرداروں میں تقسیم کر دیا۔

(۵) علی مردان خلجی ۶۰۵ھ تا ۶۰۸ھ (۱۲۰۶-۱۲۱۰ء)

علی مردان کا قید سے نکل کر قطب الدین ایبک کے پاس پہنچنا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اس وقت سلطان مذکور یلدرم کی مہم پر روانہ ہونے کا تہیہ کر رہا تھا۔ اس نے علی مردان کو بھی ساتھ لیا۔ علی مردان نے غزنی کے محاصرے میں بعض قابل قدر خدمتیں انجام دیں، لیکن امیر یلدرم نے کسی طرح قابو پا کر اس کو قید کر لیا۔

(۸) ناصر الدین بن التمش اور سلطان غیاث الدین

عوض حسین ۶۲۲ھ تا ۶۲۶ھ (۱۲۲۸-۲۹ء)

سلطان التمش نے سلطان غیاث الدین کی مخالفت سے برہم ہو کر اپنے بیٹے ناصر الدین کو بہار و بنگالہ کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ ۶۲۲ھ میں ناصر الدین اودھ سے عز الملک جانی کے فراہم کیے ہوئے لشکر کو ساتھ لے کر بنگالہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور لکھنوتی پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت سلطان غیاث الدین عوض مشرقی بنگالہ میں تھا۔ خبر پا کر فوراً لکھنوتی کی طرف واپس آیا۔ شہر سے باہر ناصر الدین کی فوج سے مقابلہ ہوا اور اسی معرکہ میں سلطان غیاث الدین عوض قتل ہوا۔ طبقات ناصری میں اس کی مدت حکومت بارہ برس لکھی ہے۔ اس مدت میں اس نے رفاہ کے کام بھی بہت کیے۔ محمد بن بختیار کی بنوائی ہوئی سڑک جو دیو کوٹ سے بیر بھوم تک دس دن کی راہ ہے اسی نے مکمل کی۔ ۶۲۳ھ میں مولف طبقات ناصری نے اس کے بنوائے ہوئے پل اور بعض خیرات کے کاموں کے آثار خود بھی دیکھے تھے۔ اور اس کا بیان ہے کہ اس کے کار خیر کے سبب سلطان التمش ہمیشہ اس کا ذکر تعظیماً سلطان غیاث الدین کے لقب کے ساتھ کرتا تھا۔ بہر کیف اس کی رعایا پروردی، سخاوت اور الوالعزمی کے سبب ہر مورخ اس کا مداح ہے۔

ناصر الدین بن التمش نے تقریباً دو برس بہار و بنگالہ میں حکومت کی۔ ۶۲۶ھ میں اس نے بنگالہ ہی میں انتقال کیا اور اس کی لاش دہلی لے جا کر دفن کی گئی۔ اس کا

قائم از رومی نے اس کو دیو کوٹ کا علاقہ تفویض کیا۔ علی مردان کے مارے جانے پر حسام الدین ہلاکسی مزاحمت کے برسر حکومت ہو گیا۔ اس نے اپنا لقب سلطان غیاث الدین رکھ کر سکھ و خطبہ جاری کیا اور اڑیسہ اور ترہٹ پر چڑھائی کر کے بہت سامان غنیمت اور خراج وصول کیا، لیکن سلطان دہلی کو اس میں سے کچھ نہ بھیجا۔ سلطان شمس الدین التمش کو یہ خود سری سخت ناگوار ہوئی ۶۲۲ھ میں سلطان التمش نے بہار و بنگالہ پر فوج کشی کی اور بغیر کسی شدید مزاحمت کے قبضہ کر لیا۔ اس وقت سلطان غیاث الدین عوض حسین نے التمش سے شجرہ فیل اور اسٹی ہزار شکر خراج دینا قبول کر کے صلح کر لی۔ ان شرائط پر سلطان التمش نے بنگالہ کو سلطان غیاث الدین کے دخل میں رہنے دیا اور بہار اگر ملک علاء الدین جانی کو یہاں کا ناظم مقرر کیا۔ سلطان غیاث الدین عوض کے باقی حالات سلسلے وار ملتے جائیں گے۔

(۱) علاء الدین جانی ۶۲۳ھ (۱۲۲۵ء)

ملک علاء الدین جانی غالباً بہار میں کوئی انتظام بھی نہ کرنے پایا تھا کہ سلطان التمش کے پیٹھ پھیرتے ہی سلطان غیاث الدین عوض نے بہار اگر علاء الدین جانی کو حدود بہار سے نکال دیا اور بہار و ترہٹ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

۱۰ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ کسی روایت کی اشارت سے ملک حسام الدین نے ہندستان اگر محمد بن تغلق کی رفاقت اختیار کی تھی۔

۱۱ طبقات ناصری صفحہ ۱۶۳۔ طبقات اکبری جلد ۵ صفحہ ۵۹ اور دوسری تاریخوں میں بھی یہ

روایت ہے لیکن اصلی ماخذ طبقات ناصری ص ۱۲۔

سلطان نے اول اس کو بعض خدمات کے صلے میں سرستی کی حکومت عطا کی پھر
اقطاع بہار کی حکومت دی اور پھر علاء الدین جانی کے معزول ہونے پر بلا دیکھو
کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ اس نے بنگالہ سے چند ہاتھی سلطان کی خدمت
میں روانہ کیے اور اس کے صلے میں بغان ت کا خطاب پایا ۶۳۱ھ میں اس نے
انتقال کیا ۱۰

(۱۱) عز الدین طغرل طغان خان ۶۲۹ھ تا ۶۳۲ھ (۱۳۳۳-۱۳۳۶ء)

۶۲۹ھ میں جب سیف الدین ایک بہار سے بنگالہ کی حکومت پر مامور
ہوا، عز الدین طغرل طغان نے اس کی جگہ پر اقطاع بہار کی حکومت پائی اور
۶۳۱ھ میں سیف الدین کے مرنے پر طغان خان بنگالہ میں اس کا جانشین قرار
پایا۔

۶۳۲ھ میں سلطان التمش کے مرنے پر سلطانہ رضیہ تخت نشین ہوئی۔
اس وقت طغان خان بعض قیمتی تحائف بھیج کر چتر وراثت لعل سے سرفراز ہوا
اور اسی کے بعد اس نے ترہٹ کے علاقوں سے بھی بہت سامان حاصل کیا۔
بہار و بنگالہ پر پورا تسلط ہو جانے کے بعد طغان خان نے ۶۳۵ھ میں
شرف الملک اشعری (یا سنقری) کو دہلی بھیج کر شاہی فرمان کی استدعا کی۔ اس وقت

۱۰ طبقات ناصری صفحہ ۲۴۹ (یا مغازی سلطین صفحہ ۲۴) میں لکھا ہو کہ لوگوں نے اس کو زہر دیا
مار ڈالا اور اس کی تدفین حکومت میں سال لکھی ہو۔ ۱۰ طبقات ناصری صفحہ ۲۴۲۔

مقبورہ جس کو اس کے باپ سلطان اتمش نے ۶۲۹ھ میں تعمیر کرایا تھا، مقبرہ غازی کے نام سے مشہور ہے۔

(۹) عز الملک علاء الدین جانی ۶۲۴ھ تا ۶۲۹ھ

(۲۸-۱۲۳۱ء)

ناصر الدین کے مرتے پر خلجی سرداروں نے پھر سراٹھایا۔ سلطان اتمش جوان بیٹے کی اچانک موت سے سخت غم زدہ تھا اس لیے بہار و بنگال کا کوئی انتظام فوراً نہ کر سکا۔ لیکن دو سرے ہی برس ۶۲۴ھ میں ایک بھاری لشکر کے ساتھ خود ادھر آیا اور بعض خلجی سرداروں کو زیر کر کے تمام نظام حکومت عز الملک علاء الدین جانی کو تفویض کیا۔ طبقات ناصری میں سلطان اتمش کی فتوحات میں بہار و تربہت کے علاوہ فتح وربھنگہ بھی مذکور ہے۔

بہر کیف سلطان اتمش کے واپس جانے کے کچھ عرصے کے بعد علاء الدین جانی کسی سبب سے معزول ہوا۔

(۱۰) ملک سیف الدین ایک پغان تت ۶۲۹ھ تا

۶۳۱ھ (۳۱-۱۲۳۳ء)

سیف الدین ایک (خطائی ترک) سلطان اتمش کے غلاموں میں تھا۔

۱۔ طبقات ناصری صفحہ ۱۶۹۔ ۲۔ ریاض السلاطین صفحہ ۶۱ میں اس کی مدت حکومت تین سال

لکھی ہے۔ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ میں بھی اس کا ذکر ہے لیکن مدت حکومت نہیں لکھی ہے۔

پر چڑھائی کر کے طغان خاں کو ہزیمت پہنچائی۔ سلطان نے قمر الدین قیران تھر خاں حاکم اودھ کو طغان خاں کی مدد کے لیے بنگالہ بھیجا۔ تھر خاں کے آنے پر راجا شکست کھا کر پسپا ہوا۔ لیکن خود تھر خاں اور طغان خاں سے ایسی بگڑی کہ جنگ کی نوبت پہنچی۔ سلطان دہلی کو جب یہ حال معلوم ہوا تو طغان خاں کو اپنے پاس بلوا کر اس کو اودھ کی حکومت پر مامور کیا اور تھر خاں کو ممالک بنگالہ کی حکومت پر بحال رکھا۔

مولف طبقات ناصری اسی طغان خاں کے زمانے میں ۷۳۵ھ کے آخر میں بنگالہ آیا تھا اور اسی کی معیت میں ۷۳۲ھ میں واپس گیا۔ طغان خاں نے ۷۳۳ھ میں اودھ میں انتقال کیا جو آئندہ سطروں میں مذکور ہوگا۔

(۱۲) قمر الدین قیران تھر خان ۶۳۲ھ تا ۶۳۷ھ (۱۲۳۵-۱۲۳۷ء)

تھر خان نہایت خوش رو اور دلیر تھا۔ سلطان اتمش نے اس کو ملک فیروز کے

(صفحہ ۱۱۰ کا بقیہ نوٹ ملاحظہ ہو)

میں لپیٹے ہوئے ہیں، اس لیے ان کا نام مامد لاہنجی رکھا ہو۔ ان تحریروں کا حال اول مسٹر اسٹرلنگ نے ASIATIC RESEARCHES VOL XXV 1825 میں لکھا تھا اور بعد میں بہار ڈیسرچ سوسائٹی کے پرچے جلد ۱۳ صفحہ ۱۰ ۱۹۲۷ء میں بھی مذکور ہوا ہے۔ واضح ہو کہ چھوٹا ناگ پور کی جنگ تو میں مثل کول وغیرہ منگولین ترکوں کی نسل سے (یعنی مغول) بھی جاتی ہیں لیکن کب اور کیوں کر یہاں آباد ہوئیں معلوم نہیں ان کی زبان اور عادات بھی ہندستان کے باشندوں سے ملجودہ ہیں۔

۱۲ھ تاریخ فرشتہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۸ میں قمر الدین قیران تھر خان کا نام قراہنگ تیمور خاں لکھا ہے۔ لیکن طبقات ناصری کے مطابق راقم نے لکھ دیا ہے جو یقینی صحیح ہے۔

سلطان علاء الدین مسعود بن رکن الدین فیروز سرہاراے سلطنت تھا۔ اس نے
طفان خان کی درخواست کے مطابق قاضی جلال الدین کاشانی کی معرفت چترسل
اور خلعت مرصع روانہ کیا۔

روزِ شنبہ ۱۳ ماہ شوال ۶۳۲ھ کو جاجنگر اڑیسہ کے راجا نے لکھنوتی

۱۵ طبقات ناصری صفحہ ۲۴۲۔ عزالدین طغرل کے زمانے میں ۶۳۲ھ میں بہار میں کوئی عمارت
بنوائی گئی تھی، اب اس کا کتبہ بڑی درگاہ بہار میں موجود ہے۔ اس صوبے میں مسلمانوں کے ہمد کا
قدیم ترین کتبہ بھی ہے جو راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:۔ امد نہا ہذا العمارت
فی ایام مملکت المجلس العالي خان الادعظم خاقان (اس کے بعد کوئی لفظ تھا لیکن لوح
ٹوٹ گئی ہے اور ٹوٹا ہوا حصہ موجود نہ ہونے کے سبب معلوم نہیں کیا لفظ تھا) عن الحق والدین
عیار الاسلام والمسلمین معین الملوک والصلطین الی الفتم طغرل السلطان خلد اللہ
ملکہ العبد الخافون یقبل للہ منہ فی محرم اربعین دستمایدہ۔

۱۵ طبقات ناصری کے قلمی نسخوں کی اصل عبارت یہ ہے:۔ "کتھاہ جنگر ناں با پیلان و پاکٹ سوار
بیار برابر لکھنوتی رسیدند"۔ بداؤنی جلد ۱ صفحہ ۴۸۸ میں لکھا ہے: "قیاس انیت کہ منشاں از راہ
ثبت و خطا آمدہ باشند"۔ ایسا ملک سوسائٹی بنگالہ نے طبقات ناصری کا جو نسخہ شائع کیا ہے اس
میں یہ نوٹ ہے کہ اصل نسخے میں کاتب کی غلطی سے بجائے جاجنگر کے چنگیز خاں ہے۔ باؤی النظر
میں چنگیز خانی مغول کا اس طرف آنا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بھی قابل غور ہے کہ
کہ بداؤنی نے جس نسخے کو دیکھا تھا اس میں چنگیز خاں ہی لکھا ہوا تھا اور دوسرے نسخوں میں
بھی یہی ہے۔ علاوہ اس کے شہر لودھی کے شہور جگہ ناتھ مندر کے برہمنوں کے پاس تارڑ کے
پتوں پر لکھے ہوئے جو حالات قدیم زمانے سے موجود ہیں ان میں ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ کہا جاتا
ہے کہ کل بنگ میں سوم ہنس (یعنی چند ہنس) کے اٹھارہ راجاؤں (یا ان کی نسل نے) تین ہزار
سات سو اکیاسی برس حکومت کی۔ ان میں اول جد ہشر تھا، اور سترھواں راجا مہمان دیو
تھا جس کے زمانے میں منفل بادشاہ کے امیر رکتا بابا ہونے اڑیسہ پر چڑھائی کی، ایک روایت یہ
بھی ہے کہ منفل جہاز کے ذریعے سے یہاں آئے اور پچیس برس حکمران رہے۔ ان تحریروں کو
"ماندلاہنجی" کہتے ہیں، ماندلاہنجولی کو کہتے ہیں اور چوں کہ ان پتوں کے بستے ڈھول کی شکل
(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۱ پر دیکھیے)

۱۱۳) اختیار الدین یوزبک طفل طغان ۶۲۶ھ تا ۶۳۶ھ (۳۶-۱۲۳۸ء)

اختیار الدین یوزبک سلطان التمش کے ترکی غلاموں میں تھا۔ سلطانہ رضیہ معز الدین بہرام شاہ اور علاء الدین مسعود کے زمانے میں اکثر سیاسی جھگڑوں میں اس کی بھی شرکت رہی تھی اور معز الدین بہرام شاہ نے ۶۲۹ھ میں ایک بار اس کو قید بھی کر لیا تھا بعد کو سلطان علاء الدین مسعود نے اس کو لاہور کی حکومت دی لیکن وہاں اس سے خود سری کے آثار ظاہر ہوتے پر سلطان نے اس کو معزول کیا۔ مگر اُلغ خاں نے (جو بعد کو سلطان بلبن ہوا) سفارش کر کے اس کو تنوچ کی حکومت دلوادی۔ کچھ عرصے کے بعد یہاں بھی اس نے فرد اور مخالفت کی بنا ڈالی اور سلطان نے ملک قطب الدین حسن کو ایک لشکر کے ساتھ اس کی تہنید کے لیے روانہ کیا۔ اس وقت اختیار الدین یوزبک نے سولے اٹال کے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ سلطان نے کچھ دن اس کو اودھ کی حکومت پر بحال رکھنے کے بعد مملکت لکھنؤی حوالے کی۔ ملک یوزبک کو ممالک لکھنؤی (یعنی بہار و بنگال) میں کوئی مزاحمت پیش نہ آئی۔ لیکن جاجنگر کے راجا کا داماد جس کا نام سانبتر تھا اور طغان خان کے زمانے میں بھی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا لکھنؤی پر فوج کشی کر چکا تھا۔ اب طفل خان کا حریف ہوا۔ طفل نے دو معرکوں میں اس کو شکست دی۔ تیسری بار یوزبک کو کسی قدر ہزیمت پہنچی اور اس کا فیمل سفید راجا کے قبضے میں آگیا۔

دوسرے سال یوزبک نے امر دن پر فوج کشی کی اور راجا کو شکست دے کر تلم سامان چھین لیا۔ اس فتح کے بعد اودھ پہنچ کر اس نے اپنا لقب

بھائی سے خرید کیا تھا۔ رفتہ رفتہ تمرخان بعض قابل قدر اور دیرینہ خدمات کے صلے میں اودھ کا حاکم مقرر ہوا اور اسی زمانے میں حدود تربہت میں اس نے بڑی بڑی ہم سر کر کے راجاؤں سے مال وصول کیا۔ بعد کو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، بنگالہ اگر ۱۳۲۲ء میں) برسر حکومت ہوا۔ جس طرح تمرخان حکومت میں طغان، خان کا حریف تھا اسی طرح مرے میں بھی اس کا حریف ثابت ہوا۔ عجب اتفاق کہ جس دن تمرخان مرا اسی روز طغان خان نے بھی انتقال کیا۔ تمرخان کا جنازہ اودھ لے جا کر طغان خان کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ غالباً یہ دونوں قبریں ابودھیہ میں موجود ہیں۔

طبقات ناصری (صفحوں ۲۴۶) میں لکھا ہے کہ "دربین معنی سیدالاکابر والاساغر شرف الدین بلخی جیتے کردہ :-

آدینہ و سلخ ماہ شوال لقب رخ بود و سین و دال از تاج عرب
شد کوچ تمرخان و طغان خان ز جہاں ایں اول شب گزشت اُن آخر شب

اسی زمانے کے قریب ملک تاج الدین سنجر کو تھان جو بہادری اور تیر اندازی میں بے نظیر تھا اور مولوی کے لیے بیک وقت دو گھوڑے ساتھ رکھتا تھا، اور اثنائے تنگ و پویں جست کر کے ایک گھوڑے سے دوسرے گھوڑے پر سوار ہو جاتا تھا، اودھ سے بہار آکر اچانک پاسے حصار بہار میں تیر سے ہلاک ہوا۔

۱۷ شاید طبقات ناصری میں کاتب کی غلطی سے ہم کی جگہ سین لکھ دیا ہو، کیوں کہ سین مان لینے کی صورت میں، ہمارے ۱۳۲۲ء کے ۱۳۲۲ء ہو جاتا ہو۔ ۱۲

۱۸ طبقات ناصری صفحوں ۲۵۹ -

متعلق یہ اختلاف ہر کہ طبقات ناصری (صفحہ ۲۲۵) کے مطابق ۶۵۶ھ میں جلال الدین مسعود جانی حاکم لکھنؤی تھا اور ریاض السلاطین نے اس کا زمانہ ۶۵۵ھ لکھا ہے لیکن حال میں اسی کے زمانے کا ایک کتبہ راقم کی نظر سے گزرا جس سے ۶۴۷ھ میں اس کا یہاں برسر حکومت ہونا ثابت ہوتا ہے کتبہ جس کی لوح سات فٹ ساڑھے سات انچ لمبی اور سوافٹ کے قریب چوڑی ہے۔ موضع پچھلی ضلع مالوہ میں پایا گیا تھا۔ اس کی عبارت یہ ہے:-

أَقْرَبُ بِنَاءِ هَذِهِ الْبَقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ السُّلْطَانُ الْمُعْظَمُ شَمْسُ الدُّنْيَا
وَالَّذِينَ ابْنَى الْمُظْفَرُ أَيْلِيَتَمِشُ السُّلْطَانُ يَمِينُ خَلِيفَةِ اللَّهِ نَاصِرِ
أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا شَهِدَ اللَّهُ بِرُحَانِهِ وَثَقُلَ بِالْحَسَنِ مِيزَانِهِ وَجَدَدُ
الْعَامَةِ فِي دَوْلَةِ السُّلْطَانِ الْأَعْظَمِ نَاصِرِ الدُّنْيَا وَالَّذِينَ
أَبْرَأَ الْمُظْفَرُ مُحَمَّدُ شَاهُ السُّلْطَانِ نَاصِرِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ خَلْدُ اللَّهِ
مُلْكُهُ وَسُلْطَنَتُهُ فِي نَوْبَةِ أَيْالَةِ الْمَلَائِكَةِ الْمُعْظَمَةِ جَلَّالِ الْحَقِّ وَالَّذِينَ
مَلَائِكَةُ الْمَلَائِكَةِ الشَّرِيقِ مَسْعُودُ شَاهُ جَانِي بُرْهَانَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ خَلْدُ اللَّهِ
دَوْلَتِهِ فِي غُرَّةِ عَهِدِهِ سَنَةِ سَبْعِ وَأَرْبَعِينَ وَسِتَّمِائَةٍ

بہر کیف جلال الدین مسعود جانی کے بعد عز الدین بلبن نے حکومت کی اور اس کے بعد ارسلان خان خجور خوارزمی اور اس کے بیٹے تامار خان نے ۶۵۵ھ سے ۶۶۲ھ تک حکومت کی۔ ارسلان خان نے بغیر کسی شاہی فرمان کے یہاں آکر ملک پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اس کے بیٹے تامار خان نے ۶۶۲ھ میں سلطان

۱۵ جنرل کننگھم کی رپورٹ نمبر ۱۵۱۷ء صفحہ ۴۵، ۹۱، ۱۰۱ اور میورس آف گوڈرائنڈ پنڈوا
صفحہ ۱۶۳ مرتبہ عابد حسین خاں صاحب دستر پیشین میں بھی اس کی کیفیت مندرج ہے ۱۲

سلطان مغیث الدین قرار دیا اور سر پر چتر لعل رکھ کر اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس باغیانہ حرکت سے تمام خلقت یوزبک سے ناراض ہو گئی آخر دو ہفتوں کے اندر ہی یوزبک سلطان دہلی کے لشکر سے ہراساں ہو کر لکھنؤی واپس آیا۔

آخر میں یوزبک نے کامرود (آشام) پر چڑھائی کی۔ راجا نے منہزم ہو کر صلح کا پیام دیا اور اطاعت پر راضی تھا، لیکن یوزبک نے کسی طور پر صلح نہ کی۔ آخر راجا نے اپنے بچاؤ کے لیے تمام غلہ زیادہ قیمت دے کر خرید لیا اور رسد کی ایسی روک تھام کی کہ یوزبک کی تمام فوج اور جانوروں کے فاتے کی نوبت آگئی۔ اسی لمحے میں لکھنؤی کی طرف واپس آتے ہوئے یوزبک تیرے مجروح ہو کر مع لشکر گرفتار ہوا اور اسی حالت میں راجا کے پاس پہنچ کر مر گیا۔

۱۱۳۱ جلال الدین مسعود جانی، عز الدین بلبن ازبک

ارسلان خان سنجر خوارزمی اور محمد تاتار خان ۶۴۷ھ تا ۶۶۲ھ
(۶۴۵-۶۶۲ھ)

اختیار الدین یوزبک کے مرنے پر سلطان ناصر الدین محمود نے بلاول لکھنؤی کی حکومت ملک جلال الدین مسعود جانی کو تفویض کی۔ اس کے زمانے کے

۱۵ طبقات ناصری صفحہ ۲۶۲۔ کامرود کے متعلق مولف طبقات نے لکھا ہے کہ میں نے لکھنؤی میں قیام کرنے کے زمانے میں مستند لوگوں سے سنا تھا کہ گر شاہپ شاہ غم جو چین کی طرف گیا تھا، اسی طرف سے ہندستان بھی آیا تھا اور اس زمانے کے بارہ سو خزانے سرہر تھے جو اسلامی لشکر کے ہاتھ آئے۔

طفل بجائے پشیانی کے مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ بلین کو اس کی سرکشی کا حال معلوم ہوا تو اول ملک الپتگین موئے دراز حاکم اودھ کو امین خان کا خطاب دے کر بعض امرا کے ساتھ اجن میں قمرخان شمسی۔ ملک تاج الدین جمال الدین قندھاری وغیرہ بھی تھے طفل کی سزا دہی کے لیے روانہ کیا۔ طفل نے ان میں سے اکثر امرا کو زبردے کر لیا اور امین خان کو شکست دی۔ سلطان کو معلوم ہوا تو اس نے امین خان کو اودھ میں پھانسی دلوادی اور ترمیتی خان ترک کو ایک بھاری لشکر کے ساتھ طفل کی سزا دہی کے لیے روانہ کیا۔ اس عرصے میں طفل نے اور بھی طافت بہم پہنچائی تھی۔ اس نے ترمیتی خان کو شکست دی۔ پزدر پز شکست کی خبروں نے سلطان بلین کو غصے سے از خود رفتہ کر دیا۔ سلطان اپنے چھوٹے بیٹے ناصر الدین بخر کو ساتھ لے کر بہ نفس نفیس اس ہم پر روانہ ہوا اور گنگا میں کشتیوں کا انتظام کر کے باوجود کثرت بارش اور صعوبت راہ کے طفل کے سر پر آپہنچا۔ طفل نے خوف زدہ ہو کر جاجنگر (اڑیسہ) اور تارکیل (راہلی) سلطان بلین نے بلامزا حمت بہار و بنگالہ پر قبضہ کر کے سپہ سالار حسام الدین وکیل دار ملک باربک کو جو ضیاء الدین برنی مؤرخ تاریخ فیروز شاہی کا جہاد کا تھا اپنی بیباکت سپرد کی اور خود طفل کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ راہ میں شارگانو کے راجا بھوج رائے زیادہ نوجو رائے نے سلطان بلین کی ملازمت حاصل کی

۱۔ تارکیل تاریخ بھاؤنی صفحہ ۱۲۵ وغیرہ میں مذکور ہے۔ ۲۔ تاریخ فیروز شاہی مولفہ ضیاء الدین برنی صفحہ ۸۷ اور تاریخ فرشتہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ لیکن ایک نسخے میں ملک باربک کو باربک برلاس لکھ دیا ہے اور تاریخ بھاؤنی میں لکھا ہے کہ "ملک اختیار الدین یگتلاس راجہ تعاقب اوشد" ۱۲

بلبن کے ادل جلوس کے وقت تریسٹھ ہاتھی اور بعض تحائف دیئے گئے تھے۔
خاص بہار کے متعلق ان حکام کے زمانے کا کوئی واقعہ نظر نہیں آتا اس لیے
اسی قدر بیان پر اکتفا کی گئی ہے۔

۱۵۱) مغیث الدین طفل ۶۶۵ھ تا ۶۸۱ھ (۶۵-۱۲۸۱ء)

ملک طفل سلطان بلبن کے ترکی غلاموں میں دی عزت سردار تھا ۶۶۵ھ
میں سلطان بلبن نے اس کو بلاولکھنوی کی حکومت پر مامور کیا۔ طفل نے چند
سال کے اندر بہار و بنگالہ میں خاطر خواہ بندوبست کر کے اڑیسہ پر چڑھائی کی اور
راجا کو شکست دے کر بہت سامان غنیمت اور ہاتھی حاصل کیے لیکن سلطان
بلبن کو ان میں سے کچھ نہ بھیجا۔ اس زمانے میں سلطان بلبن ضعیف پیری کے
سبب اکثر بیمار رہا کرتا تھا اور ایک مہینے تک محل سے برآمد نہ ہوا تھا بلکہ بعض
فتنہ پسندوں نے سلطان کے مرنے کی افواہ بھی اڑا دی تھی۔

بہر حال طفل نے (یہ سمجھ کر کہ سلطان ناتواں ہو چکا ہو اور اس کے فرزندوں
کو مغول کے مقابلے سے فرصت نہیں) اپنے مال و فیل پر غزاکے خود سری
اختیار کی اور سلطان مغیث الدین لقب رکھ کر اپنے نام کا رنگہ و خطبہ بھی جاری
کیا۔ اس اثنا میں سلطان بلبن کی شفا و صحت کی اطلاع بھی وصول ہوئی لیکن

لے تفصیل کے لیے طبقات ناصری صفحہ ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ اور تاریخ فیروز شاہی سورنجر
خیز الدین برنی صفحہ ۵۲ دیکھنا چاہیے۔ ریاض السالطین نے بلبن ازبک کا کوئی ذکر نہیں کیا
ہو حالانکہ طبقات ناصری میں اس کا حال موجود ہے۔ ۱۲

اور اس کو تین سو نادے رکھا تھا۔ سلطان بلبن نے اس کو قتل کر کے سونا چھین لیا۔ یہ واقعہ ۶۸۱ھ کے قریب کا ہے۔

اس سیاست کے بعد بلبن نے اپنے چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خان کو تمام لوازمات شاہی دے کر بہار و بنگالے کی حکومت عطا کی اور اس کو مختار کر کے مکر پوچھا کہ ”محمود تو نے دیکھا“ ناصر الدین بغرا اس بہم سوال کا کچھ جواب نہ دے سکا اس لیے سلطان نے کہا تو نے میری سیاست کو دیکھا۔ اس کو خوب یاد رکھنا کہ اگر تو بادشاہ دہلی سے عام اس سے کہ تیرا بھائی کیوں نہ ہو سرکشی کرے گا تو تیرا بھی یہی حال ہوگا۔ اس کے بعد بیٹے کو بہت سی وصیتیں کر کے سلطان دہلی واپس گیا۔ ضیاء الدین برنی مورخ تاریخ فیروز شاہی نے تمام وصیتیں (صفحہ ۹۲، ۹۳) میں نقل کی ہیں طوالت کے خوف سے اس جگہ درج نہیں کی گئیں۔

باب ششم

بہار و بنگالہ میں خاندان بلبن کی حکومت

(۱) سلطان ناصر الدین بغرا خان ۶۸۱ھ تا ۶۹۱ھ
(۱۲۸۳-۱۲۹۲ھ)

ناصر الدین بغرا نے اپنے باپ سلطان بلبن سے تمام لوازمات شاہی پا کر بہار

اور ہندی کی راہ کو طفل کے لیے سد در رکھنے کا وعدہ کیا۔

کچھ عرصے تک طفل کا کچھ پتہ نہ ملا۔ اتفاقاً ایک دن سلطان کے مقدمہ الحبیش میں ملک محمد شیر انداز اور اس کا بھائی ملک مقدر تیس چالیس سواروں کے ساتھ جنگل کو روانہ ہوا تو چند بقال نظر آئے، ان کو گرفتار کر کے طفل کا پتا پوچھا تو پہلے انھوں نے بالکل لاعلمی ظاہر کی لیکن جب ان میں دو ایک کی گردن ماری گئی تو انھوں نے اقرار کیا کہ طفل اس جگہ سے نصف فرسخ پر جو اور ہم اسے رسد پہنچا کر آرہے تھے۔ شیر انداز نے ان بقالوں کو ملک باربک کے پاس معاند کیا اور خود نے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر دیکھا تو طفل کے لشکر کو بالکل غافل پایا۔ اس کے ہاتھی گھوڑے بھی چرائی میں مشغول تھے۔ اس فرصت کو غنیمت جان کر تیس چالیس سواروں سے جو اس وقت موجود تھے، اچانک طفل کی خیمہ گاہ پر حملہ کر دیا۔ ان سواروں نے نعرہ بلند کیا کہ "سلطان بلبن کا اقبال قائم رہے" طفل نے خود سلطان بلبن کے آپہنچے کا گمان کیا۔ گھبراہٹ میں جہارت خانے کی طرف نکل کر بغیر زین کے گھوڑے پر سوار ہو کر ہندی کو عبور کرنا چاہا۔ اسی وقت ملک مقدر نے ایک تیر سے اس کا کام تمام کیا اور اس کا سر کاٹ کر رکھ لیا۔ بعد میں ملک باربک کا لشکر بھی پہنچ گیا اور طفل کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے سلطان بلبن کے پاس لے گیا۔ سلطان بلبن نے ملک مقدر کو "طفل کش" کا خطاب دیا، اور لکھنوتوی واپس آکر بازاروں میں دوڑ تک سڑیاں کھڑی کرائیں اور طفل کے تمام اہل و عیال اور اعیان و انصار کو مجرم قرار دے کر قتل کرایا۔ انھی میں سلطان قلندر نامی ایک فقیر بھی تھا جس سے طفل کو بہت عقیدت تھی

۱۱۸ تاریخ فیروز شاہی اضمیاء الدین برنی، صفحہ ۱۵۵، ۱۵۵۹۔ طبقات اکبری صفحہ ۱۰۲۔

تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۳۱ اور ریاض السلاطین صفحہ ۷۵ تا ۸۲ سے پورا بیان ماخوذ ہے ۱۲

خود غرضیوں سے ولی عہد کا کچھ خیال نہ کر کے ناصر الدین بغرا کے نوجوان بیٹے معز الدین
کی قباد کو تخت نشین کر دیا۔ اب باپ تو بہار و بنگالے کا حکمران تھا اور بیٹا شہنشاہ
دہلی ہوا۔ کچھ دن یونہی گزر گئے آخر بعض بداندیشوں نے کی قباد کو سمجھایا کہ ناصر الدین
کو تابع فرمان بنانا چاہیے۔ ادھر ناصر الدین بغرا کو بھی کی قباد کی بے اعتدالی پہنچ
و لعب اور غفلت شعاری کی خبریں ملتی رہتی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ بیٹے کی
جان اور سلطنت کی خیر نظر نہیں آتی۔ غرض اسی کش کش میں ناصر الدین بہار سے
اور کی قباد دہلی سے روانہ ہو کر دونوں اودھ میں گھاگرا ندی کے دونوں کناروں پر
خیمہ زن ہوئے لیکن کسی نے عبور کرنے کی جرأت نہ کی۔ آخر عہد سلطان بلہن کے
بعض امرا نے درمیان میں پرکر صلیح کی کوشش کی اور ناصر الدین بغرا نے بیٹے
کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا تو یہ بات قرار پائی کہ بغرا خان صوبے کا حکمران
ہونے کی حیثیت سے آداب خادمانہ بجالاتا ہوا حاضر ہو۔ بغرا خان نے اس کو
بھی گوارا کیا لیکن باپ جب بیٹے کے سامنے مؤدب ہو کر حاضر ہوا تو بیٹے نے
تعظیم لینے کی کسی طرح روانہ رکھی اور خود تخت سے اتر کر باپ کو تخت پر بٹھالیا۔
ابن بطوطہ اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے کہ لوگوں نے اس ملاقات کا نام "لقائے سعد"
رکھا ہے۔ اس سلسلے میں امیر خسرو کے چند اشعار اہل ذوق کی ضیافت طبع کے لیے
نقل کیے جاتے ہیں۔

لہ امیر خسرو کی تثنوی قرآن السعدین میں اس واقعے سے متعلق دو شعر یہ ہیں۔

بر سر شان شاہ جواں بخت زاد تا جو ر پاک گہرہ کی قباد
کرد چو در شش صد و ہشتاد و شش بر سر خود تلج جد و خوش خوش

۱۲ تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ و ریاض السلاطین صفحہ ۸۶۔

دہنگلے میں آزادانہ حکومت شروع کی۔ سلطان بلبن نے دربار دہلی کے بعض ذی
لیاقت لوگوں کو بھی بیٹے کی ملازمت میں چھوڑ دیا تھا۔ انہی میں عہد سلطان ناصر الدین
محمود کا مشہور و معروف شاعر شمس الدین ویرنشی ملکیت بنگالہ و کامرود مقرر ہوا
تھا۔ (اس کے ایک مشہور قصیدے کے دو شعر اس جگہ نقل کیے جاتے ہیں)

ایں ہمہ کار دم از تو بہ نادانی خام دادہ دوش مرا وعدہ ہمانی خام
پختہ کردم ہمہ شب چشم ہمدانستم کان طبعی بود اداں گو نہ کہ میدانی خام
چند سال حکومت کا نظم نہایت امن و اطمینان سے جاری رہا تھا کہ

۶۸۵ء میں سلطان بلبن کا بڑا لڑکا شہزادہ محمد جو دلی عہد سلطنت بھی تھا،
دیبال پور کے قریب مغلوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس وقت سلطان کی عمر اسی
سال کی ہو چکی تھی اور بیماری اور اس صدمہ جانکاه کے سبب زندگی سے بیزار
تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا کو دلی عہد کرنے کے خیال سے
بنگلے سے دہلی بلوایا، لیکن ناصر الدین بغرا کو بنگلے کی ہوا ایسی مرغوب ہو گئی
تھی کہ اس نے پھر مہینے جوں توں دہلی میں گزارے اور باپ کو ذرا افسانے کی صورت
بندھتے ہی شکار کے بہانے سے بنگلے کی راہ لی۔

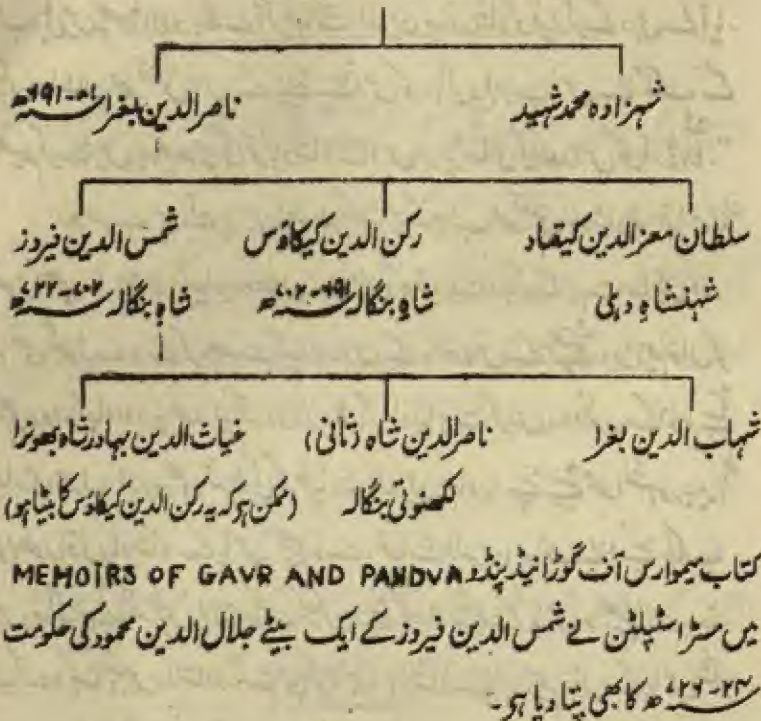
چرانہ در پڑ عزم دیار خود با ششم چرانہ خاک کعب پائے یار خود با ششم
غم غریبی و عزت نمی توانم دید بہ شہر خود روم و شہر یار خود با ششم
سلطان بلبن کو بیٹے کی یہ طفلانہ حرکت سخت ناگوار ہوئی۔ اس نے بجائے
بغرا خان کے کنیر و پسر شہزادہ محمد کو دلی عہد کر دیا۔ ناصر الدین بغرا ابھی لکھنوتی
تک نہ پہنچا تھا کہ (۶۸۶ء میں) سلطان بلبن نے انتقال کیا اور وزیرانے

۱۔ بد اوئی جلد ۱ صفحہ ۹۴۔

۲۔ طبقات اکبری جلد ۱ صفحہ ۱۰۳۔ بد اوئی جلد ۱ صفحہ ۱۵۶۔ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۶۔

(ADWARD TAMAS) صاحب کے جمع کیے سیکوں اور کتب تواریخ سے
حسب ذیل شجرہ نسب مرتب ہوا ہے۔

سلطان غیاث الدین بلبن



(۳) حکومت بنگالہ کے متعلق مغربی سلج ابن بطوطہ کا بیان

ابن بطوطہ بنگالے آنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اصل میں یہاں کا بادشاہ
ناصر الدین تھا جس کا بیٹا کیقباد دہلی میں سلطنت کرتا تھا۔ جب ناصر الدین مرگیا
گیا تو اس کا بیٹا شمس الدین بادشاہ ہوا۔ شمس الدین کے مرنے پر اس کا
ولی عہد شہاب الدین بنگالے کا بادشاہ ہوا۔ لیکن اس کے چھوٹے بھائی غیاث الدین

زہے ملک خوش چوں دو سلطان یکے شد زہے عہد خوش چوں دو پیاں یکے شد
 پدر پادشاہ ہے پسر نیز سلطان کنوں ملک میں چوں دو سلطان یکے شد
 زہر جہاں داری و پادشاہی جہاں را دشاہ جہاں ہاں یکے شد
 یکے ناصر عہد محمد سلطان کہ فرمانش دو چار رکاں یکے شد
 دگر شہ معزز جہاں کی قبادے کہ در ضبطش ایران و توران یکے شد
 چند ملاقاتوں کے بعد ناصر الدین نے بیٹے کو اس کی غفلت شعاری پر
 بہت کچھ نصیحتیں کر کے گلے سے لگا کر رخصت کیا اور اپنی خیمہ گاہ میں آکر تمام دن
 اس کی جدائی کے صدمے سے کچھ نہ کھایا اور رو رو کر کہتا تھا کہ آج میں نے
 بیٹے اور سلطنتِ دہلی دونوں کو رخصت کیا۔ ناصر الدین بغرائے نہایت امن
 و اطمینان کے ساتھ حکومت کی اور ۶۹۱ھ میں انتقال کیا۔ واضح ہو کہ اس کے
 ایک پوتے کا نام بھی ناصر الدین تھا جس کو غیاث الدین تغلق شاہ نے
 حکومت عطا کی۔ مورخوں نے دونوں کو ایک شخص سمجھا ہے۔ اس کی مفصل کیفیت
 آئندہ اوراق میں مسطور ہوگی۔

(۲) ناصر الدین بغرا کی اولاد و احفاد

دہلی میں سلطان بلبن کے بعد اس کے پوتے کی قبادے تین برس سلطنت
 کی۔ لیکن بہار و بنگالے میں سلطان بلبن کی اولاد و احفاد نے ۷۳۳ھ تک
 حکومت کی۔ شاہانِ دہلی کے مورخوں نے ان کا حال بہت کم لکھا ہے اور جو
 کچھ لکھا ہے مبہم یا غلط طور پر لکھ دیا ہے۔ ۷۳۳ھ کے قریب مشہور و معروف
 مغربی سیاح ابن بطوطہ بنگالے آیا تھا۔ اس کا سفر نامہ اور ایڈورڈ ٹامس

اس بیان میں شمس الدین و شہاب الدین و ناصر الدین و غیاث الدین بہادر
شاہ کا ذکر نہایت ضروری ہے اس لیے اس کا اعادہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ
آئندہ کیا جائے گا۔

۱۴) رکن الدین کیکاؤس ۶۹۱ھ تا ۷۰۲ھ (۱۲۹۲-۱۳۰۲ء)

ناصر الدین بغرا کے بعد رکن الدین کیکاؤس نے تقریباً دس برس حکومت
کی۔ اکثر مودخوں نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے اور ابن بطوطہ نے بھی اس کے متعلق
کچھ نہیں لکھا ہے۔ غالباً اس کی حکومت میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں گزرا اور ممکن ہے
کہ اس کی حکومت برائے نام رہی ہو۔

۱۵) شمس الدین فیروز شاہ ۷۰۲ھ تا ۷۲۲ھ (۱۳۰۲-۱۳۲۱ء)

ابن بطوطہ نے ناصر الدین بغرا کے بعد شمس الدین کا بادشاہ ہونا لکھا ہے
جو اوپر مذکور ہوا۔ دوسرے موقع پر ۷۱۲ھ میں دارنگل سے ایک امیر کا بھاگ
کر شمس الدین کے پاس آنا بھی بیان کرتا ہے۔ شمس الدین کے بچے پر ایک طرف
السلطان الاعظم شمس الدین والدین ابوالمظفر فیروز شاہ
السلطان اور دوسری جانب الامام المستعصم امیر المؤمنین اور

بھونرا نے اپنے بھائی کو معزول کیا اور اپنے دوسرے بھائی کو مار ڈالا۔ اس کے بھائی شہاب الدین اور ناصر الدین بھاگ کر تغلق شاہ کے پاس پہنچے۔ تغلق شاہ ان کی مدد کے لیے ان کے ساتھ گیا۔ اور اپنے بیٹے کو بطور نائب ولی میں چھوڑا اور جنگ لے کر غیاث الدین بہادر شاہ کو قید کر کے دہلی لے آیا۔ لیکن سلطان محمد تغلق اس کے بیٹے نے اس کو رہا کر دیا جب اس نے ملک کے تقسیم کرنے میں بد عہدی کی تو بادشاہ نے اس پر چڑھائی کی اور اس کو مار ڈالا۔^{۱۵}

دوسرے موقع پر ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ جب محمد تغلق بادشاہ ہوا غیاث الدین

بھونرا بھی سامنے لایا گیا۔ سلطان نے اس کو قید سے رہا کر کے بہت سامان اور ہاتھی گھوڑے دے کر رخصت کیا اور اس کے ساتھ اس کے بھتیجے ابراہیم خاں کو بھی روانہ کیا، اور یہ عہد لیا کہ دونوں مل کر بادشاہت کریں۔ دونوں کے نام رکے جاری ہوں اور یہ بھی شرط کی کہ غیاث الدین بہادر اپنے بیٹے محمد المشہور بہر با کو بطور اول بادشاہ کے پاس بھیج دے۔ غیاث الدین بہادر نے اپنے ملک میں جا کر سب شرطیں پوری کیں لیکن بیٹے کو بادشاہ کے پاس نہ بھیجا اور یہ عذر کیا کہ وہ کہتا نہیں مانتا اور گستاخی کرتا ہے۔ بادشاہ نے ابراہیم خاں کے پاس لشکر بھیجا اور دل چلی تاناری کو امیر مقرر کیا۔ انھوں نے مقابلہ کر کے بہادر کو مار ڈالا اور اس کی کھال کچھو کر اس میں بھوسہ بھر داکر ملک میں پھیرا یا۔ ابن بطوطہ کے

۱۵ سفرنامہ ابن بطوطہ مترجمہ خان بہادر مولوی محمد حسین ام اے۔ سی۔ آئی۔ اے۔ رٹائرڈ جج

صفحہ ۹۱، ۹۲ - ۳۷۵ - ۳۷۶ یہاں پر مترجم نے غلطی سے اس کے بھتیجے کی بجائے "اپنے بھتیجے" لکھ دیا ہے۔ اصل عربی عبارت سے مقابلہ کرنے پر اور تاریخ کو خوش نظر رکھتے ہوئے صحیح یہ ہے کہ ابراہیم خان غیاث الدین بہادر کا بھتیجا تھا۔ ۱۶ سفرنامہ ابن بطوطہ صفحہ ۱۶۰۔ ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق یہ واقعہ ۷۸۷ھ کے قریب گزرا، لیکن سکون کے مطابق ۷۸۳ھ میں غیاث الدین بہادر بادشاہت کرتا تھا۔

ضیاء الدین برنی کے بیان میں سلطان ناصر الدین سے ناصر الدین پسر شمس الدین فیروز مراد ہو۔ لیکن بعد کے مورخوں نے اس کو ناصر الدین بغرا پسر سلطان بلبن سمجھ لیا ہو۔ ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق بھی تغلق شاہ کے وقت میں جو ناصر الدین تھا وہ شمس الدین فیروز کا بیٹا اور ناصر الدین بغرا کا چچا ثابت ہوتا ہو۔

اس بارے میں بداؤنی کا بیان تاریخ فیروز شاہی کے طور پر کسی قدر مبہم ہو لیکن خواجہ نظام الدین احمد اور فرشتے کو صریح طور پر غلط فہمی ہوئی ہو کیوں کہ ان کا بیان ہو کہ کیتقاد کے رخصت ہونے پر ناصر الدین بغرا نے بادشاہ دہلی کی مٹا ہی میں اپنی سلامتی دیکھی اور سلطان جلال الدین خلجی اور سلطان ملا الدین و سلطان قطب الدین سے اظہار اطاعت کیا اور چتر شاہی اور خطبہ اٹھا کر امر کی طرح گزارا کرتا رہا، اور جب سلطان غیاث الدین تغلق بنگالے گیا تو اس نے ناصر الدین کو چتر و دور باش دوبارہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

(۱۲۶ کا بقیہ حاشیہ) :-

راکہ در اطاعت و بندگی سبقت نموده بود چتر و دور باش داد و لکھنوی بد و حوالہ فرمود و باز فرستاد دست گاؤ و سار گاؤ ضبط شد و بہادر شاہ ضابطہ سار گاؤ را رشتہ در گردانہ انداختہ جانب شہر رداں کرد ۱۲

لے تفصیل کے لیے طبقات کبری جلد ۱ صفحہ ۱۹۷ و بداؤنی جلد ۱ صفحہ ۲۲۴ و تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ دیکھا چاہیے۔ ریاض السلاطین صفحہ ۸۹ کا بیان بھی فرشتے کے طور پر ہوا۔ (STEWARTS HISTORY OF BENGAL) صفحہ ۶۲ کا بیان

فرشتہ اور ریاض السلاطین سے ماخوذ ہو، اس لیے اس میں بھی یہی غلطی ہو ۱۲

حاشیہ پر ضرب ہذا الفضیۃ بحضرۃ لکھنؤی سنۃ عشرین
وسبع مائۃ (یعنی ۱۸۲۰ء) درج ہو اور بعض پر ۱۸۲۲ء بھی پایا جاتا ہے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ اس نے ۱۸۲۲ء تک ضرور حکومت کی۔

۱۸۲۲ء میں اس کے بیٹے شہاب الدین و ناصر الدین کا سلطان
غیاث الدین تغلق شاہ کے پاس جا کر اپنے بھائی غیاث الدین بہادر شاہ
کی شکایت کرنا، اور تغلق شاہ کا ان کے ساتھ ان کی مدد کو آنا مذکور ہے۔ چوں کہ
غیاث الدین بہادر کے سیکے ۱۸۲۰ء کے پائے گئے ہیں۔ اس سے گمان بلکہ
یقین ہوتا ہے کہ شمس الدین فیروز کی زندگی ہی میں اس کا بیٹا غیاث الدین بہادر
بھونرا مشرقی بنگالے میں برسر حکومت تھا۔

(۶) ناصر الدین شاہ کا ذکر اور ایک تاریخی غلطی کا ازالہ

تاریخ فیروز شاہی مولفہ ضیاء الدین برنی صفحہ ۵۱۴ میں تغلق شاہ کے حالات
میں مذکور ہے کہ ۱۸۲۳ء کے قریب بعض امراء لکھنؤی نے تغلق شاہ سے حکام
بنگالہ کی شکایت کی۔ تغلق شاہ خود ادھر چلا آیا اور تربت پہنچے پر سلطان ناصر الدین
اس کے پاس حاضر ہوا اور تمام راجاؤں نے بھی بغیر کسی جنگ کے تغلق شاہ کی
اطاعت قبول کی۔ تغلق شاہ نے ناصر الدین کو چترودور باش عنایت کر کے اس
کو لکھنؤی کی حکومت حوالے کی اور بہادر شاہ کو گرفتار کر کے دہلی لے گیا اور
اپنے منہ بولے بیٹے تانارخاں حاکم ظفر آباد کو شمار گانو کی حکومت عطا کی۔

۱۵ ناصر الدین کے متعلق تاریخ فیروز شاہی کی اصل عبارت یہ ہے "سلطان ناصر الدین
ضابط لکھنؤی بہ بندگی و چاکری پیش درگاہ آمد و سلطان تغلق شاہ سلطان ناصر الدین
(بقیہ حاشیہ ص ۱۲۶ پر)

لیکن بیٹے کو نہ بھیجا اور یہ عذر کیا کہ وہ کہنا نہیں مانتا ہو۔ محمد تغلق نے برا فروخت ہو کر ابراہیم کے پاس لشکر بھیجا اور دل چلی تاتاری کو امیر مقرر کیا اور اسی جنگ میں بہادر شاہ مارا گیا۔

طاس صاحب کے جمع کردہ سکوں کے رؤسے بہادر شاہ نے ۱۱۰۰ھ سے (اپنے باپ کی زندگی میں) مشرقی بنگالے میں حکومت کی اور اس کے بعد ۱۲۲۰ھ میں تمام بنگالے پر قابض ہو گیا۔ اسی کے بعد تغلق شاہ نے اس کو گرفتار کر کے دہلی بھیجا۔ بہادر شاہ کے بچے ۱۲۸ھ ۱۲۹ھ ۱۳۰ھ اور ۱۳۳ھ کے بھی پائے گئے ہیں۔ ۱۲۸ھ کے بچے میں اس نے سلطان محمد تغلق کا نام بھی شاپل کیا ہو اور ۱۳۰ھ کے بچے میں صرف اپنا نام لکھا ہو لیکن ۱۳۳ھ کے بچے میں پھر محمد تغلق کا نام زیادہ کر دیا ہو۔

بہر حال اس نے ۱۳۳ھ تک ضرور حکومت کی ہوگی۔ ابن بطوطہ لکھتا ہو کہ بہادر شاہ کے بعد اس کا داماد بادشاہ ہوا لیکن فوج نے اس کو مار ڈالا۔

(۸) تریہت کے سفر سے ایک مشہور محاورے کا تعلق

طبقات اکبری میں مذکور ہو کہ تغلق شاہ جب تریہت آیا تو بعض وجوہ سے ناخوش ہو کر اس نے حضرت نظام الدین اولیا کو کہلا بھیجا کہ میرے آئے سے پہلے دہلی سے نکل جاؤ۔ شیخ نے اس کا کچھ اندیشہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ معلوم ہوا کہ تغلق شاہ روانہ ہو کر دہلی کے قریب پہنچا چاہتا ہو۔ شیخ نے کہا کہ "ہنوز دہلی دور است" اس کے بعد ہی تغلق شاہ دہلی سے ایک منزل پر اچانک پھٹ کے گرے سے ہلاک ہوا۔ بالآخر "ہنوز دہلی دور است" فارسی و اردو میں عام محاورہ ہو گیا۔ جہاں چہ میر تقی میر کا شعر ہو "شکوہ آبلہ امی سے میر نہ ہو پیارے ہنوز دہلی دور

(۱۰) غیاث الدین بہادر شاہ (بھونڑا) ۱۰۱۰ھ تا ۱۰۳۳ھ

(۱۰۱۰-۱۰۳۳ھ)

عام طور پر تمام مؤرخوں نے غیاث الدین بہادر شاہ کے متعلق صرف اسی قدر لکھ کر چھوڑ دیا ہو کہ جب دہلی میں تغلق شاہ بادشاہ ہوا تو ۱۰۲۳ھ کے قریب بعض اہل لکھنؤ نے تغلق شاہ سے حکام بنگالے کی شکایت کی۔ تغلق شاہ خود اوجھلا آیا اور ترہت پہنچے پر ناصر الدین اس کے پاس حاضر ہوا اور تمام راجاؤں نے بھی اطاعت قبول کی۔ تغلق شاہ نے بہادر شاہ کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں رسی دال کر دہلی روانہ کیا اور سناڑگانو کی حکومت اپنے منہ بولے بیٹے تانا راہاں (سابق حاکم ظفر آباد) کو عنایت کی۔

۱۰۲۳ھ میں سلطان تغلق ترہت سے واپس ہوئے ہوئے دہلی سے ایک منزل پر اچانک ایک لوساختہ عمارت کے گر جانے سے چھت کے نیچے دب کر ہلاک ہوا اور اس کا بیٹا محمد تغلق بادشاہ ہوا۔ محمد تغلق نے اپنی تخت نشینی کے وقت بہادر شاہ کو رہا کر کے بہت کچھ انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا اور اس کے بھتیجے ابراہیم کو بھی ساتھ کر دیا کہ دونوں مل کر بادشاہت کریں اور دونوں کے نام رکے جاری ہوں۔ اور یہ بھی شرط کی کہ بہادر شاہ اپنے بیٹے (محمد المشہور بہرہ باط) کو سلطان کی خدمت میں بھیج دے۔ بہادر شاہ نے اور سب شرطیں پوری کیں

۱۰۲۵ھ میں تاریخ فیروز شاہی مؤلف ضیاء الدین برنی صفحہ ۳۵ میں موجود ہے اور بعد کے مؤرخوں نے بھی اسی قدر لکھا ہے لیکن اصل واقعہ یہ نظر آتا ہے کہ ۱۰۲۵ھ سے بہادر بھونڑا بنگالے کی مشترک حکومت میں ملکر رہا تھا۔ ۱۰۲۵ھ میں سلطان ملار الدین غلی کے مارے جانے پر خود سرین بیٹھا اور ۱۰۲۵ھ تک یہی صورت رہی۔

معلوم ہوا۔ تو اس نے قدر خان حاکم لکھنؤی کو فخر الدین کی سزا دہی کا حکم دیا اور اعز الدین بجلی اعظم الملک وحام الدین البورجا وغیرہ امرا کو ملک میں روانہ کیا۔ انھوں نے فخر الدین کو شکست دے کر جنگل میں بھگا دیا۔ قدر خان نے فتح مند ہو کر امرا کو رخصت کیا اور خود خزانہ جمع کر لے میں مصروف ہوا۔ جب خزانہ جمع ہو کر مدلی بھیجے کا وقت آیا۔ فخر الدین نے اچانک چھاپہ مارا اور قدر خان کے پیاہیوں کو دہی خزانہ حوالے کر کے لڑنے سے باز رکھا اور قدر خان کو قتل کرایا۔

۲۱) علار الدین علی شاہ ۳۹ھ تا ۴۷ھ (۳۹-۳۳۵ھ)

قدر خان کو خود اسی کے پیاہیوں سے قتل کرا کے فخر الدین نے دوبارہ مشرقی بنگالے پر قبضہ کیا۔ اور اپنے غلام مخلص نامی کو مغربی علاقوں (یعنی لکھنؤی و ترہت وغیرہ) کے ضبط و انتظام کے لیے روانہ کیا۔ جب مخلص ادھر پہنچا قدر خان مقتول کے بخشی یا عارض لشکر "علی مبارک" نے اس کا مقابلہ کیا اور مخلص کو قتل کر کے سلطان محمد تغلق کو مصلحت آمیز عریضہ لکھ کر حکم کا خواستگار ہوا، مگر سلطان نے اس کو نہ پہچانا۔ اور ملک یوسف کو تو ال دہلی کو بلا د لکھنؤی

۱۔ تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۴۸۰ میں ضیاء الدین برنی کی اصل عبارت یہ ہے۔

"بعد نقل بہرام خاں در دیار بنگالہ فتنہ فخر اخواست و فخر و لشکر بنگالہ باغی شدہ قدر خان را بکشتند وزن و بچہ و فیل و تیغ اور امارتار کردند و خزانہ لکھنؤی غارت شد و سارگاٹھ و دست گاتوازد دست رفت و بدست فخر و باغیان دیگر افتاد و اناں پس در ضبط نیامد"

باب نہم

اقطاع بہار و بنگلے میں طائف الملوکی اور

آزادانہ حکومت کا آغاز

۱۱) ملک بیدار خلجی ملقب بہ قدر خان ۶۲۵ھ تا
۶۳۹ھ (۶۲۵-۶۳۸-۶۱۳ھ)

تغلق شاہ کے مرنے پر اس کا بیٹا محمد تغلق (عادل) بادشاہ ہوا۔ اس نے
تامار خاں حاکم نثار گانہ کو بہرام خاں کا خطاب عنایت کیا اور بہت سارے
مال دے کر اس کے اعزاز میں اضافہ کیا۔ اور اسی ہنگام میں سلطان ناصر الدین
(پسر شمس الدین فیروز) ضابطہ لکھنوی نے انتقال کیا تھا۔ اس کی جگہ پر سلطان
نے قدر خاں کو اقطاع لکھنوی کی حکومت دی۔ اس بندوبست سے تربت
و لکھنوی و تمام بلاد بنگلے کاخراج شاہی بے خرخشہ دہلی پہنچنے لگا۔

۱۲) ۶۳۹ھ میں تامار خاں کے مرنے پر اس کے شمشیر بردار فخر الدین نے
شرقی بنگلے میں خود سر ہو کر اپنا سکہ جاری کیا۔ سلطان محمد تغلق کو یہ حال

اعظم الملك جنگ کرده شکست یافت و اسباب تحمل و خزینه و حشم او بر دست قدرخان افتاد و چون بر نکال رسیده بود و او پان قدرخان سقط گشته و او رپیه و مال بسیار جمع کرده توده توده به نیت پیش کش سلطان در منزل خویش نهاده بود. هر چند حسام الدین ابورجا او را منع میکرد قدرخان نشنود. آخر الامر همان طور شد که حسام الدین گفته بود و ملک فخر الدین باز آمد و سپاهیان قدرخان بادیار شده صاحب خود را کشتند و زر نصیب فخر گشت و حکومت شارگا تو بیک قلم او را مسلم شد و مخلص غلام خود را بر لکهنوتی نامزد کرد و علی مبارک عارض لشکر قدرخان مخلص را کشته دم از استقلال زد و عرائض مصلحت آمیز بدرگاه سلطان نوشت و سلطان ملک یوسف را نامزد کرد و او در راه فوت شد و سلطان را شغل دیگر در پیش آمد که دیگر بدان جانب نفرستاد. درین مرتبه علی مبارک بجهت عداوت فخر الدین علامات پادشاهی ظاهر ساخته خود را به سلطان علاء الدین مخاطب گردانید و ملک الیاس حاجی که صاحب قبیل و حشم بود بعد از چند روز با اتفاق بعضی از امرا و ملوک لکهنوتی علاء الدین را بقتل رسانیده خود را سلطان شمس الدین خطاب کرد.

(صفحه ۲۳۱) "و در سال ۷۲۰ سلطان محمد بقصد شارگا تفرقه فخر الدین را با سیری گرفته در لکهنوتی آورد و بقتل رسانیده باز گشت."

علاء الدین ابوالفضل آئین اکبری حقه دوم صفحه ۶۵ میں لکھا ہے کہ "در مزیانی سلطان تغلق قدرخان از جانب او در بنگال بود ملک فخر الدین سلا حدار او از آو مندی و از رمی بجا نشکری خداوند خویش همت بست و کیں گرفته از هم گوزانید و بدستان سرای و حیل فروشی نام بزرگی بر خود نهاد و از فرمان دہان دہلی سر باز کشید ملک علی مبارک کہ از سرکشیدگان قدرخان بود سلطان علاء الدین خود را نام کرد"

کی حکومت کے لیے نامزد کیا۔ اتفاقاً ملک یوسف یہاں پہنچنے سے پہلے ہی مر گیا۔ اور مغربی بنگال تمام علی شاہ کے تصرف میں رہا۔ چونکہ اس وقت قحط اور عین الملک کی بغاوت کے سبب سلطان محمد تعلق سخت پریشان تھا اس لیے تربہت و بنگال کا کوئی نظم نہ کر سکا۔

(۳) موثر خوں کا اختلاف

علی شاہ اور فخر الدین کے متعلق موثر خوں کے بیانات اس قدر مختلف ہیں کہ اگر ایک کا یقین کیا جائے تو دوسرے کو غلط ماننا پڑے گا۔ اس زمانے کے واقعات کے متعلق ابن بطوطہ کا بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، اور اس صاحب کے جمع کیے ہوئے سکوت سے بھی ابن بطوطہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ تبصرے کے لیے ہر ایک موثر خ کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ ضیاء الدین برنی کا بیان قدر خان کے حالات کے سلسلے میں بطور نوٹ مذکور ہو چکا ہے اور اس میں واقعے کی صراحت موجود نہیں، اس لیے اس کا اعلا فضول ہے۔

۲۔ شمس سراج عقیف (صفحہ ۱۳۷) لکھتا ہے کہ "سلطان فخر الدین کہ عوام اور فخر گویند در آن ایام در مملکت سنا رگا تو بنیم بود سلطان شمس الدین سلطان فخر الدین رازندہ گرفتہ و ہمدراں لحظہ کشتہ در مملکت سنا رگا تو قابض گشتہ۔"

۳۔ بدایونی (جلد ۱ صفحہ ۲۳۰) میں لکھتا ہے کہ "در ۳۹۰ھ بہرام خاں و قات یافت و ملک فخر الدین سلاحدار او سر بطنیان بر آورده خود را خطاب سلطانی داد و با قدر خان ضابط لکھنوی بہ اتفاق ملک حسام الدین ابورجا و عز الدین بھٹی

که بعد از انصرام برشکال بخدمت سلطان رفته پیش تخت انبار هائے زر سرخ و سفید سازد و قضا را فخرالدین خبر این معنی یافته پنهان کسان نزد لشکریان فرستاد همه را از خود ساخت و عده کرد که هرگاه بر قدرخان فتح یابم خزان را بر شما تقسیم نمایم چون فخرالدین از جنگل برآمده متوجه شمارگانوشد لشکریان عاصی و امرا یان باغی اتفاق کرده قدرخان را بکشتند و خزان را برداشتند به فخرالدین پیوستند. فخرالدین و عده را دفا نموده خزان را برایشان ارزانی داشت و شمارگانوشد را تحت گاه ساخته بحکومت آن دیار مشغول گشت. و غلام خود مخلص نام را با لشکر بسیار بضبط لکهنوتی تعیین کرد. علی مبارک که عارض لشکر قدرخان بود همت در زبیده و مردانگی نموده از دست خلاص و دولت خواهی جماعت را با خود یار ساخت و با مخلص جنگ کرده شکست و فتح نامد و عریضه نزد سلطان محمد تغلق فرستاد که اگر حکم شود ضابطه لکهنوتی باشم و سلطان او را ندانسته بجواب ملتفت نشده یوسف شهنشاه را ضابطه لکهنوتی گردانیده روان کرد او آنجا نرسیده متوفی شد و لکهنوتی به علی مبارک شاه ماند. چون اسباب بادشاهی بیتا بود خود را سلطان علاءالدین خطاب داده اما در همان زودی ملک الیاس که در آن نواحی می بود لشکر مستعد داشت به لکهنوتی تاخته بندگان سلطان علاءالدین را بقتل رسانید و خود را به سلطان شمس الدین مخاطب کرده در ۷۳۱^{هـ} لشکر به شمار گانوشد. و فخرالدین را زنده گرفته به لکهنوتی آورد و بخلق کشیده خطبه و سکه را بنام خود گردانید علی مبارک چون فخرالدین را بقتل آورد باستظفار تمام در لکهنوتی قصه گزاشته متوجه بنگال گردید. و بعد از چند روز حاجی الیاس که حاجی پور را زانرا و دست لشکر سلطان علاءالدین را با خود متفق ساخته لکهنوتی و بنگال را بحوزه تصرف خود در آورد. و خود را شمس الدین نامید و مدت سلطنت علاءالدین یک سال و چند ماه بود.

باو یزه فخرالدین برخاست و در کارزار او را زنده گرفته گوشه نیستی فرستاد حاجی
 الیاس که از امرای بنگاله بود - چندے را ہندوستان ساخته علماء الدین را جان
 بشکر و خود را شمس الدین لقب نہاد "

۵۰ خواجہ نظام الدین احمد طبقات اکبری جلد ۱ صفحہ ۲۴۱ لکھتا ہوں کہ
 " ملک فخر الدین سلاحدار قدر خان بود و در لکھنؤی ولی نعمت خود بخند رکشتہ
 نام سلطنت بر خود اطلاق کرد و مخلص نام غلام خود را بالشکر آراستہ باقصای
 بنگالہ فرستاد ملک علی مبارک عارض لشکر قدر خان بہ مخلص جنگ کرد و او را
 شکست و تمام اسباب و حشم کہ ہمراہ او بود متصرف شد و سلطان فخر الدین چون
 نو دولت بود از مردم اطمینان خاطر نہ داشت ملاحظہ کردہ بر سر علی مبارک نہ
 رفت تا آنکہ علی مبارک سامان خود کردہ خود را سلطان علماء الدین نام کرد
 و در ۸۳۵ھ احدے دار بعین و سہ ماہیہ فخر الدین بہ لکھنؤی رفت و در جنگ
 آمدہ بدست علی مبارک بقتل رسید زان سلطنت فخر الدین مدت دو
 سال و چند ماہ بود - "

۵۱ فرشتہ اس طرح لکھتا ہوں کہ ملک فخر الدین کہ از سلاحداران قدر خان
 حاکم بنگالہ بود شمشیر او با خود می برداشت بہ چون تا تارخان و رنارگا ٹو قوت
 شد ملک فخر الدین در ۸۳۵ھ او را متصرف شدہ خود را سلطان خطاب
 دادہ خطبہ بنام خواند سلطان محمد بر این معنی آگاہی یافت قدر خان حاکم
 لکھنؤی را با جمیع امرا چون اعز الدین و غیرہ بر سر او نامزد کرد - چون مقابل
 شدند فخر الدین منہزم گشتہ در جنگل دور دست گردخت - قدر خان ہما نجا
 ماند و امرا با قطع خود رفتند چون موسم برشگال رسید قدر خان در مقام زر
 جمع کردن شدہ از فراہم آوردن سپاہ غافل گردید و داعیہ اش آل بود

اگر بد اوئی۔ ابو الفضل۔ خواجہ نظام الدین احمد اور فرشتے کا یقین کیا جائے
تو بد اوئی کے مطابق سلطان محمد تغلق نے فخر الدین کو قتل کیا۔ اور ابو الفضل
اور خواجہ نظام الدین احمد کے مطابق علی مبارک نے فخر الدین کو قتل کیا۔ اور
فرشتے کے مطابق ۷۳۵ھ میں حاجی الیاس نے فخر الدین کو پھانسی دی۔ یہ
بیان شمس سراج عقیف کے بیان کے موافق ہے، ان موزخوں میں بعض نے
لکھا ہے کہ فخر الدین نے قدر خان کو مار ڈالا۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ تاتار خان
کو مار ڈالا۔ حالاں کہ قدر خان کو بہ ظاہر خود اس کے پاہیوں نے فخر الدین
کی سازش سے قتل کیا۔ اور تاتار کو کسی نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ جب وہ فرگیا
تو فخر الدین نے خود سری اختیار کی۔

(۴) شتر گربہ کی کیفیت

ایک بات قابل ذکر یہ بھی ہے کہ موزخوں نے جس کو علی مبارک لکھا ہے
یہاں میں اس کا نام علاء الدین علی شاہ ہے۔ اور فخر الدین کا نام فخر الدین
مبارک شاہ ہے۔ لہذا موزخوں کے بیان میں شتر گربہ واقع ہوا ہے۔ فخر الدین
کے بعد سنارگانو میں اختیار الدین غازی شاہ نے حکومت کی۔ اس کے سیکے
۷۵۰ھ اور ۷۵۳ھ کے پائے گئے ہیں۔ جن میں سلطان ابن السلطان لکھا
ہوا ہے۔ لہذا گمان ہوتا ہے کہ یہ فخر الدین کا بیٹا ہو گا یا شاید غیاث الدین بہادر شاہ

۱۔ بد اوئی جلد ۱ صفحہ ۲۳۱ "در ۷۳۵ھ سلطان محمد بقصد تسخیر نارگانو رفتہ فخر الدین را
بامیری گرفتہ در کھنوتی آورد و بقتل رسانیدہ بازگشت"

ابن بطوطہ رحمۃ اللہ علیہ کے لگ بھگ ست گاؤں ہنگال آیا۔ وہ لکھتا ہے کہ یہاں کا بادشاہ فخر الدین ہے جو فخر کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ جب غیاث الدین بہادر شاہ مارا گیا، اس کا داماد بادشاہ ہوا۔ اس کو شکر نے قتل کر ڈالا۔ ان دنوں میں علی شاہ لکھنوتی میں بادشاہ بن بیٹھا۔ فخر الدین نے جب دیکھا کہ اس کے آقا ناصر الدین کے خاندان سے حکومت نکلی جاتی ہے تو اس نے ست گھاٹو میں بغاوت کی۔ اور اس کے اور علی شاہ کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ گرمی اور کچھڑ کے موسم میں فخر الدین نے جہازوں کے ذریعے سے لکھنوتی پر حملہ کیا، کیوں کہ اس کی بحری طاقت زیادہ تھی۔ اور جب برسات ہو چکی تو علی شاہ نے فخر الدین پر چڑھائی کی کیوں کہ اس کی بری طاقت زیادہ تھی۔

اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب فخر الدین اور علی شاہ دونوں زندہ تھے اور فخر الدین کے سکتے (دار الضرب) ستار گاؤں وزن ۶۶ گرین (۱۲۹۰ء - ۱۳۰۱ء - ۱۳۱۱ء - ۱۳۲۱ء - ۱۳۳۱ء - ۱۳۴۱ء - ۱۳۵۱ء - ۱۳۶۱ء - ۱۳۷۱ء - ۱۳۸۱ء - ۱۳۹۱ء) کے ملتے ہیں۔ جن پر السلطان الاعظم فخر الدینا والدین ابوالمظفر مبارک شاہ السلطان لکھا ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ اس نے رحمۃ اللہ علیہ سے رحمۃ اللہ علیہ تک ضرور حکومت کی۔ لہذا رحمۃ اللہ علیہ میں اس کی بادشاہت کی ابتدا اور رحمۃ اللہ علیہ میں اس کا مارا جانا جو مورخوں نے لکھا ہے صحیح نہیں ہو سکتا۔

اسی طور پر ملا الدین علی شاہ کے سکتے (دار الضرب فیروز آباد) رحمۃ اللہ علیہ اور رحمۃ اللہ علیہ کے ملتے ہیں۔ جن پر سلطان الاعظم علاء الدینا والدین ابوالمظفر علی شاہ السلطان سکندر الزمان المخصوص بعنايت الرحمن ناصر المومنین لکھا ہوا ہے۔ ان سکتوں کی رو سے علی شاہ نے بھی رحمۃ اللہ علیہ سے رحمۃ اللہ علیہ تک ضرور حکومت کی۔

علاء الدین نے کچھ دن اس کو قید میں رکھا۔ لیکن پھر اس کی ماں (جو علاء الدین کی رضاعی ماں تھی) کی سفارش سے اس کو رہا کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد حاجی الیاس نے لشکر کو اپنا طرف دار بنا کر خواجہ سراہوں کے ذریعے سے سلطان علاء الدین کو قتل کرایا اور لکھنوتی و تمام بنگالے پر قبضہ کر کے اپنا لقب شمس الدین رکھا اور سلطان علاء الدین کی مدت حکومت ایک برس اور پانچ مہینے تھی۔

مندرجہ بالا بیان میں حاجی الیاس کی خطا کا جو ذکر ہے اس کے متعلق کتاب (Memoirs of Aur & Pandie) صفحہ ۲۱ میں مذکور ہے کہ (BUCHANAN HAMILTON) بکائنات ہلٹن نے پنڈوہ میں سولہویں صدی کی لکھی ہوئی ایک قلمی تاریخ پائی تھی۔ اس میں لکھا تھا کہ حاجی الیاس نے ملک فیروز کی کسی عورت سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اور ملک فیروز نے علی مبارک (علاء الدین) کو اعظم الملک عظمت خاں حاکم بنگالہ کے پاس بھیجا تھا۔ یہاں آکر علاء الدین نے کسی اندیشے کے سبب حاکم صور کو قتل کیا اور خود بادشاہ ہو کر بیس برس حکومت کی (غالباً یہ کتاب امپریل لائبریری کلکتہ میں موجود ہے) یہ بیان بھی غلطی کے احتمال سے خالی نہیں۔ لیکن سلسلہ بیان میں اس کا اعادہ بھی ضروری تھا۔

(۶) حاجی الیاس ملقب بہ سلطان شمس الدین بھنگرہ
 ۷۴۰ھ تا ۷۵۹ھ (۳۵۸-۳۶۹ھ)

گزشتہ اوراق میں حاجی الیاس کے متعلق مورخوں کا بیان مذکور ہو چکا ہے۔

(۵) علی مبارک اور حاجی الیاس کے متعلق ریاض السلاطین کا بیان

ریاض السلاطین (صفحہ ۹۳-۹۴-۹۵) میں علی مبارک اور حاجی الیاس

کے متعلق روایت یوں ہے:-

”کہتے ہیں کہ ابتدائے حال میں علی مبارک ملک فیروز (بادشاہ فیروز تغلق) کے معتمد ملازموں میں تھا۔ ملک فیروز سلطان غیاث الدین تغلق کا بھتیجا اور سلطان محمد تغلق کا چچا بھائی تھا۔ محمد تغلق نے اول سال جلوس میں ملک فیروز کو نائب بارہک مقرر کیا تھا۔ انھی دنوں میں حاجی الیاس سے جو علی مبارک کا کوکا تھا کوئی خطا ہوئی جس کے سبب سے وہ دہلی سے بھاگ گیا۔ ملک فیروز نے علی مبارک سے پوچھا کہ حاجی الیاس کہاں ہے۔ علی مبارک نے حاجی الیاس کو نہ پایا اور ملک فیروز کو کہہ دیا کہ وہ کہیں بھاگ گیا ہے۔ فیروز نے ناخوش ہو کر علی مبارک کو اپنے سامنے سے دُور ہو جانے کا حکم دیا۔ علی مبارک نے بنگالے کی طرف آکر قدر خان کی ملازمت کر لی اور رفتہ رفتہ لشکر کا بخشی مقرر ہوا۔ جب ملک فخر الدین نے بغاوت کر کے اپنے آقا قدر خان کو قتل کیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا، اس وقت علی مبارک نے بھی اپنا لقب سلطان علاء الدین رکھ کر بادشاہت شروع کی اور فخر الدین پر چڑھائی کر کے اپنے آقا کے خون کا بدلہ لیا اور لکھنؤ پر قبضہ کر کے بنگالے کے باقی حصص کے بندوبست میں مشغول ہوا۔ اسی زمانے میں حاجی الیاس بھی پنڈوہ میں وارد ہوا تھا۔ سلطان

سے کوچ کر کے، رنج الاول کو کیدالہ کا محاصرہ کیا۔ یہ کیدالہ ایک جزیرہ نما مقام تھا۔ جس کے تین طرف پانی اور ایک طرف گھنا جنگل تھا۔ زمانہ حال کی تحقیق کے مطابق یہ مقام موضع بلڈی باڑی اور مسجد آدینہ کے قریب تھا۔ فیروز نے حکم دیا کہ کنگھر بن کر پانی کو عبور کیا جائے۔ یہ ظاہر کوئی امید نہ تھی کہ حاجی الیاس قلعے سے نکل کر مقابلہ کرے گا۔ لیکن اتفاقاً فیروز شاہ نے اپنی خیمہ گاہ کے لیے ایک دوسرا مقام پسند کیا۔ اور اس کے ہٹنے سے حاجی الیاس نے اس کی پس پائی کا گمان کیا۔ اور اچانک مع فوج قلعے سے نکل پڑا۔ سخت جنگ کے بعد حاجی الیاس کا چہرہ علم اور چوالیس زنجیر فیروز کے ہاتھ آئے۔ اور بے شمار بنگالی سپاہ مقتول و اسیر ہوئی۔ حاجی الیاس نے پس پا ہو کر پھر کیدالہ میں پناہ لی۔

بنگلے کی برسات اور پھروں کے سبب فیروز شاہ نے اس وقت اتنی ہی کام یابی کو بہت غنیمت سمجھا۔ اور باقی مہم کو آئندہ سال پر اٹھا رکھا۔ شمس سراج عقیف کا بیان ہے کہ پردہ نشین عورتوں نے بے نقاب

۱۵ لفظ کنگھر خود ضیاء الدین برنی مؤلف تاریخ فیروز شاہی نے استعمال کیا ہے۔ غالباً پانی میں پھروں کا ڈھیر کر کے چلنے کا راستہ لکھنا مراد ہے۔

۱۶ شمس سراج عقیف مؤلف تاریخ فیروز شاہی نے صفحہ ۱۲۰ میں اس کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار تک بتائی ہے۔ ریاض السلاطین صفحہ ۹۹ میں مذکور ہے کہ اس زمانے میں شیخ رضا بیانی نے انتقال کیا۔ اور حاجی الیاس نے بھیس بدل کر اس کے جنازے کی نماز میں شرکت کی اور فیروز شاہ سے بھی ملاقات کی اور اس نے نہ پہچانا۔ حاجی الیاس کا خود کو اس طرح تمسک میں ڈالنا اور اس کے امرا کا جو سابق سے حاجی الیاس کو بے رحم نہ پہچانتا رہے، اس میں خلاف قیاس ہے۔

غالباً ملی شاہ اور حاجی الیاس کے درمیان کئی برس تک کشمکش رہی کیوں کہ حاجی الیاس کے سگے (ضرب فیروز آباد پندرہ) سگے پائے جاتے ہیں۔ ملی شاہ غالباً ایک طرف حاجی الیاس اور دوسری طرف فخر الدین سے لڑتا تھا۔^{۱۳۵۱ھ} میں فخر الدین کے مارے جانے پر حاجی الیاس تمام مغربی بنگالے کا بادشاہ ہو گیا اور اختیار الدین غازی شاہ کے بعد اس نے مشرقی بنگالے پر بھی قبضہ کیا۔ حاجی الیاس نے اڑیسہ کی طرف بھی اپنی فتوحات کو وسعت دی اور اتر ترہٹ اور پچھم بنارس تک اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔^{۱۳۵۲ھ} عظیم آباد کے سامنے گنگا پار تقصید حاجی پور حاجی الیاس ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ صوبہ بہار میں ملک ابراہیم حاکم صوبہ تھا، شمس الدین نے اس پر بھی چڑھائی کی۔^{۱۳۵۲ھ} (۱۳۵۱ء) میں سلطان محمد تغلق کے مرنے پر فیروز تغلق بادشاہ ہوا۔ فیروز نے شمس الدین پر چڑھائی کا قصد کر کے دسویں شوال ۱۳۵۲ھ کو ایک لشکر گراں کے ساتھ دہلی سے کوچ کیا۔ گورکھپور اور کھروسہ پہنچے تک تمام راجا اور زمین دار بھی فیروز کے ساتھ ہو لیے۔ اور جلگت و ترہٹ پہنچتے پہنچتے ان علاقوں کے راجا و زمین داروں نے بھی فیروز کی اطاعت کی۔ حاجی الیاس نے اول اودھ کی سرحد سے ہٹ کر ترہٹ میں پناہ لی تھی۔ اب فیروز کے آدھر آتے آتے ترہٹ سے پندرہ کی راہ لی اور فیروز کے پندرہ پہنچنے سے پہلے ہی قلعہ اکدالہ میں محض اختیار کیا۔ فیروز نے گورکھپور اور ترہٹ میں فوج کو سختی سے حکم دیا تھا کہ باشندوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ پندرہ پہنچ کر بھی اہل شہر کو کسی قسم کی زحمت نہ دی اور یہاں

سوغاتیں اور تازی و ترکی گھوڑے ملک سیف الدین خنڈ کی معرفت حاجی الیاس کے لیے روانہ کیے۔ لیکن شاہی تحائف بہار ہی تک پہنچے تھے کہ اس اشنا میں حاجی الیاس نے انتقال کیا۔ سلطان فیروز کو معلوم ہوا تو اس نے ان گھوڑوں کو امرائے بہار میں تقسیم کر دیا۔

حاجی الیاس نے غالباً اٹھارہ برس اور چند مہینے حکومت کی۔ مگر فرشتے نے اس کی مدت حکومت سولہ برس لکھی ہے۔

(۷) ملک ابراہیم بیو ۴۵۲ھ تا ۴۵۳ھ (۵۱-۱۳۵۲ء)

فیروز تغلق کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں ملک ابراہیم بیو بن ابو بکر اقطاع بہار کا حاکم تھا۔ اس کا حال پیر پہاڑی کے کتبوں سے دریافت ہوا ہے۔ ان کتبوں میں اس کو مقطع بہار اور مدار الملک لکھا ہے اور اس میں فیروز تغلق کا عہد مذکور ہے۔ اس لیے راقم نے اس کا زمانہ فیروز شاہ کی تخت نشینی سے شمار کیا ہے۔ اگرچہ اغلب ہے کہ یہ محمد تغلق کے عہد سے مقطع بہار ہو۔ حاجی الیاس نے ملک ابراہیم حاکم بہار پر فوج کشی بھی کی تھی۔

ملک ابراہیم نے تیرہویں ذی الحجہ روز یکشنبہ کو ۴۵۳ھ میں انتقال کیا۔

۱۰ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۳۱۔

۱۱ حاجی الیاس کے حالات بیشتر ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۵۹۰ تا صفحہ ۵۹۶ اور شمس سراج حقیق کی تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۱۲۰ تا صفحہ ۱۲۳ سے مانو ہیں۔

۱۲ دیکھو صفحہ ۲۲ نوٹ کتاب (MEMOIRS OF GAUR AND PANDUA)

ہو کر اور سر کے بال کھول کر قلعے کی تفصیل سے گریہ و زاری شروع کی اور فیروز شاہ نے مستانہ ہو کر ازراہ ترجمہ خونریزی موقوف کرنے کا حکم دیا۔ ضیاء الدین برنی کا بھی بیان ہے کہ سلطان فیروز کو خیال ہوا کہ زیادہ جنگ کرنے سے بہت سے بے گناہ قتل ہو جائیں گے اور مسلمان عورتیں اور باشعور پاکوں اور دھانکوں کے قبضے میں آجائیں گی۔ اور غریبوں، مظلوموں اور عاجزوں کا مال شکر کے دھکڑے غارت کر دیں گے۔ یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ فیروز تغلق ایسا شریف نفس تھا کہ محمد تغلق نے جن لوگوں پر کبھی ظلم و ستم کیا تھا، فیروز شاہ نے ہر ایک کو معاف و مدد کر راضی کیا اور ان سے عفو نامہ لکھوا کر محمد تغلق کی قبر میں دفن کیا کہ آخرت کا مواخذہ باقی نہ رہے۔ بہر کیف فیروز تغلق نے اس ہم پر گیارہ مہینے صرف کیے اور ۱۲ شعبان ۷۵۵ھ کو دہلی واپس پہنچا۔

حاجی الیاس کو آئندہ سال کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ اس لیے اس نے دوسرے برس بہت سے تحائف اور پیش کش بھیج کر فیروز شاہ کو ادھر آنے سے باز رکھا اور ایک طور سے صلح کر لی۔ اس وقت سے حاجی الیاس پھر آزادانہ حکومت کرتا رہا۔

۷۵۵ھ میں ظفر خان فارسی جو سلطان فخر الدین کا داماد اور سارگاندو کا جاگیردار تھا، حاجی الیاس سے تنگ آ کر دہلی بھاگ گیا۔ (اور بعد میں سلطان کا وزیر بھی ہوا) اس وقت حاجی الیاس نے ملک تاج الدین کی معرفت بعض تحفے فیروز شاہ کے پاس روانہ کیے۔ فیروز شاہ نے بھی خوش ہو کر بعض نفیس

دراک میں خود بھی صلح کو پسند کرتا ہوں۔ لیکن میرے یہاں آنے کا منشا یہ ہو کر نہاں رہا کہ
 کی حکومت بدستور ظفر خاں کے حوالے کی جائے۔ سکندر شاہ نے اس شرط کو منظور
 کیا اور فیروز شاہ نے ملک مقبول کی معرفت ایک قیمتی کلاہ سکندر شاہ کو تحفہ بھیج
 دی۔ سکندر شاہ نے بھی بعض تحفے فیروز شاہ کے پاس بھیجے اور ہر سال پیشکش
 بھیجنا قبول کیا۔ اس صلح کے بعد فیروز شاہ محاصرہ اٹھا کر واپس روانہ ہوا۔ یہ
 واقعہ ۵۹ھ کا ہے۔ ظفر خان دوبارہ سارگادھانہ آیا۔

سکندر شاہ نے بنگالے میں بہتیری نادر عمارتیں بنوائیں۔ انہی میں مسجد
 آدینہ ہے جس کے آثار اب تک قائم ہیں۔ یہ مسجد مسلمانوں کے عہد کی بہترین عمارتوں
 میں شمار کی جاتی ہے۔ پارا سومات فٹ لمبی اور دو سو پچاسی فٹ عریض ہے۔ اس
 کی چھت تین سوچو گنبدوں سے آراستہ تھی۔ کتبے کے مطابق ۱۷۷۷ء میں مرتب
 ہوئی۔ فی الحال ضلع مالہ میں اس مسجد کے قریب ریلوے اسٹیشن کا نام آدینہ
 رکھا گیا ہے۔ مسجد کے ایک حصے میں خاص قہم کا گھلا دالان ہے۔ اس کو بادشاہ کا
 تخت کہتے ہیں۔ بعض اہل قلم نے اس کی تعمیر کے متعلق بہت خامہ فرسائیاں کی
 ہیں لیکن اصل حقیقت معلوم نہیں ہوئی کہ دالان کس لیے بنایا گیا۔

سکندر کے ایک محل سے سات اولادیں اور دوسرے محل سے ایک لڑکا
 غیاث الدین اعظم شاہ تھا۔ اعظم شاہ کی سوتیلی ماں نے اس کے خلاف سکندر شاہ
 کے کان اس قدر بھر دیے کہ باپ بیٹے میں سخت آن بن ہو گئی۔ رنجش اس حد کو
 پہنچی کہ اعظم شاہ نے شکار کے حیلے سے سارگادھانہ جا کر فوج جمع کی اور باپ سے

۱۷ تاریخ فیروز شاہی شمس مزاج عقیف صفحہ ۴۹ ریاض السلاطین اور فرشتے کا
 بیان بھی شمس مزاج عقیف کے مطابق ہے۔

کتے میں مصرعہ چوں محل رفت در دل سنگ از برای خواب "سے گمان ہوتا ہے کہ یہ شاید اس کے قتل ہونے کا استعارہ ہے۔ اس کے متعلق تین کتبے راقم کی نظر سے گزرے ہیں یہ

(۸) اسکندر بن الیاس شاہ ۴۵۹ھ تا ۴۹۲ھ (۵۸-۱۳۹۰ء)

حاجی الیاس کے مرنے پر تیسرے دن اس کا بیٹا اسکندر شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کو بھی فیروز شاہ کے حملے کا خوف لگا ہوا تھا اس لیے اس نے چالیس ہاتھی اور بعض تحائف سلطان کے پاس بھیج کر اس کو روکنے کی کوشش کی لیکن اس پیش کش کے پہنچنے سے پہلے فیروز شاہ تسخیر بنگالے کا قصد کر چکا تھا اور فوج لے کر ظفر آباد (اودھ) آکر کثرتِ بارش کے سبب ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کے کوچ کی خبر پا کر سکندر شاہ اپنے باپ کی طرح قلعہ یکدالہ میں متحصن ہوا۔ فیروز شاہ نے بنگلے پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کیا اور طرین سے تیر اور منجنیق چلنے لگی۔ اتفاقاً ایک دن قلعے کا ایک برج گر پڑا۔ اسی وقت حسام الملک نے پڑوسی فوج سے قلعے پر یورش کرنے کی اجازت چاہی۔ فیروز شاہ نے جواب دیا کہ قلعے میں پردہ نشین عورتیں موجود ہیں وہ بے موقع یورش مناسب نہیں۔ آج صبر کرو، دیکھو کل کیا ہوتا ہے۔ دوسرے دن سکندر شاہ نے اپنے وزیر کے مشورے سے صلح کا پیام دیا۔ فیروز شاہ نے جواب

لے کر لی ای ٹی ڈاٹن جس کے نام پر ڈاٹن مینج آباد ہوا کتاب (ATHNOLOGY OF BANGAL) صفحہ ۲۱۱ میں لکھتے ہیں کہ ضلع ہزاری بلخ میں چائے چٹاڑھ کے منتال راجا نے جس کا نام جنگرا تھا ابراہیم یو کی آمد کی خبر پا کر مع اہل و عیال خود کشی کر لی تھی۔

(۱۰) بہار کا سلطان دہلی کے زیرِ حکومت رہنا

سادخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے بعد بنگالے میں جداگانہ حکومت قائم ہوئی جس کا حال سابق اوراق میں گزر چکا ہے۔ لیکن صوبہ بہار سلطان دہلی کے زیرِ حکومت رہا۔ شمس سراج عقیف اپنی تاریخ (صفحہ ۲۳۷) میں ٹھٹھہ کی مہم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سلطان فیروز تغلق نے کک کے انتظام کے لیے عماد الملک کو خان جہان کے پاس دہلی بھیجا۔ اور خان جہان نے تمام بلاد ملک سے فوج طلب کی۔ اور اسی سلسلے میں بہار و ترہٹ سے بھی فوج مانگی۔ اس وقت بنگالے سے فوج طلب کرنے کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔

(۱۱) غیاث الدین اعظم شاہ ۹۲ھ تا ۸۰ھ

(۱۳۹۰-۱۳۹۸ء)

سکندر بن حاجی الیاس کے بعد غیاث الدین اعظم شاہ سربراہی سلطنت ہوا۔ اس نے نہایت امن و اطمینان اور عیش و آرام کے ساتھ حکومت کی۔ تاریخ فرشتے میں مذکور ہے کہ اُس نے بہت سال حرمین شریفین کو بھیج کر وہاں رباط اور مدارس بنوائے۔ دین دار و عادل ہونے کے علاوہ ملہار اور اہل کمال کا بھی قدردان تھا۔ حافظ شیرازی کی ایک مشہور غزل میں جو بنگالہ اور سلطان غیاث الدین کا ذکر ہے۔ اس سے یہی غیاث الدین مراد ہے۔

بہ زور حکومت کا مطالبہ کیا۔ سکندر شاہ لشکر لے کر مقابلے کو نکلا اور اسی کش مکش میں
اعظم شاہ کے ایک سپاہی کے ہاتھ سے نوا ذنتہ مارا گیا۔^{۱۷}
سکندر شاہ نے چوتیس برس حکومت کی۔ فرشتہ اور ریاض السلاطین نے
اس کی مدت حکومت صرف نو برس اور چند ماہ لکھی ہے۔ لیکن اس کے سیکڑھ^{۱۸}
اور ۹۲ھ کے پائے جاتے ہیں۔^{۱۹}

(۹) سلطان فیروز تغلق کا بہار کی راہ سے سفر کرنا

۶۶۰ھ (۱۲۵۸ء)

شمس مزاج عقیف تاریخ فیروز شاہی (صفحہ ۱۶۲) میں لکھتا ہے کہ فیروز شاہ
بنگلہ کی ہم سے واپس ہو کر کٹڑہ کی طرف واپس گیا اور وہاں سے بہار ہوتا ہوا جانا
(اڑیسہ) پہنچا۔ یہ واقعہ ۶۶۰ھ کا ہے۔

معلوم نہیں بہار سے اڑیسہ کس راہ سے سفر اختیار کیا گیا۔ قیاس ہے کہ
ہزاری باغ اور چھوٹا ناگ پور ہو کر راستہ ہوگا۔

طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۳۲ میں بھی فیروز شاہ کا ”ازراہ بہار“ سفر کرنا
مذکور ہے۔

۱۷ ریاض السلاطین صفحہ ۱۰۳ اور ۱۰۴۔

۱۸ کتاب (MENQIRS OF GAUR AND PANDUA) میں اسٹینٹن صاحب نے
ان سیکڑوں کی کیفیت لکھی ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے ایک پوتے کا لقب بھی
سکندر تھا۔

شکر شکن شوند ہمد طوطیان ہند زین قند پارسی کہ برنگالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین خاشاک مشک کہ کار تو از نالہ می رود

۱۱۳) اعظم شاہ اور قاضی سراج الدین

ایک بار اعظم شاہ تیر اندازی کی مشق کر رہا تھا۔ اتفاقاً ایک تیر بہک کر کسی بیوہ کے لڑکے کے جا لگا۔ بیوہ نے قاضی کے یہاں استغاثہ کیا۔ قاضی کو ابھن ہوئی کہ اگر بادشاہ کی رعایت کرے تو خدا کے ہاں ماخوذ ہو۔ اور اگر بادشاہ کو طلب کرے تو اس میں بھی دشواریاں اور تباہتیں ہیں۔ آخر فالحکم بین النساء بالعدل کو نصب العین سمجھ کر اس نے اپنے پیادہ کو بادشاہ کی طلبی کے لیے روانہ کیا اور خود منہ کے نیچے ڈرہ رکھ کر محکمہ میں منتظر بیٹھ گیا۔ غریب پیادہ شاہی محل کے قریب پہنچا تو بادشاہ تک رسائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ آخر اس کو یہ تدبیر سوچی کہ محل کے قریب اس نے اذان دینی شروع کی۔ بادشاہ نے خلاف وقت اذان کی آواز سن کر موذن کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ پیادہ سامنے لایا گیا تو اس نے اذان دینے کا سبب اور بادشاہ کو محکمہ میں حاضر ہونے کا حکم سنایا۔ اعظم شاہ فوراً پیادہ کے ساتھ محکمہ میں حاضر ہوا۔ قاضی نے اس کو دیکھ کر کوئی التفات نہ کیا اور شروع کے مطابق حکم دیا کہ یا اس بیوہ کو راضی کر کے استغاثہ اٹھواؤ، یا اپنے کیے کی سزا بھگتو۔ اعظم شاہ نے بہت کچھ نقد دے کر لجاجت سے بیوہ کو دعوہ اٹھالینے پر راضی کیا۔ اور اس کے بعد بغل سے تلوار نکال کر قاضی سے کہا کہ میں شرعی حکم کی تعمیل میں حاضر ہوا۔ اگر تم ذرا بھی میری بادشاہی کی رعایت کرتے تو اسی تلوار سے تمھارا سر اڑا دیتا۔ قاضی نے جواب

(۱۲) سلطان غیاث الدین اور حافظ شیرازی

ایک بار غیاث الدین اعظم شاہ شہر قی بنگالے کی طرف گیا ہوا تھا۔ اتفاقاً اس سفر میں کوئی مرض ایسا لاحق ہوا کہ اس کو زلیت سے یاس ہو گئی۔ اس وقت اس کی تین بیویاں بھی ساتھ تھیں جن کے لقب سرد محل، گل محل اور لال محل تھے۔ اس نے ان کو وصیت کی کہ میرے مرنے پر نقش کو تم اپنے ہاتھوں سے غسل دینا۔ لیکن غیاث الدین اعظم شاہ نے مرض سے شفا پائی تو اس کی اور بیویوں نے ازراہ طعن ان تین حرموں کو غسال کہنا شروع کیا۔ انھوں نے موقع پا کر اعظم شاہ سے شرکایت کی۔ اس وقت عالم انبساط میں اعظم شاہ کی زبان پر برجستہ یہ مصرعہ آیا۔ "ساتی حدیث سردو گل و لال می رود"۔ لیکن اس کے برابر کا دوسرا مصرعہ ذہن میں نہ آیا اور دربار کے شعرا بھی حسبِ دل خواہ مصرعہ نہ لگا سکے۔ اعظم شاہ نے یہ مصرعہ طرح ایک قاصد کی معرفت کچھ تحائف کے ساتھ حضرت شمس الدین حافظ شیرازی کے پاس روانہ کیا۔ اور حضرت حافظ کو بنگالے آنے کی دعوت دی۔ حضرت حافظ بھی بنگالے آنے کے سائق تھے لیکن کبر سنی اور ضعیفیت سفر کا اندیشہ مانع ہوا۔ تاہم ایک غزل کہ کردوان کی جس کے تین اشعار کو ہمارے بیان سے خاص تعلق ہے۔ اس لیے اس جگہ نقل کیے جاتے ہیں۔ پوری غزل دیوان میں موجود ہے۔

ساتی حدیث سردو گل و لال می رود ایں بحث با نثار غسال می رود

(۱۵) راجا کانس گنیش، اور اعظم شاہ کے متعلق

مسٹر اسٹیلٹن کا بیان

انجمن ماہران برکات ہند (NUNESNATEC SOUITS OF INDIA) کے چلے (منعقدہ پٹنہ) میں ۱۸ دسمبر ۱۹۳۰ء کو مسٹر جی۔ ای۔ اسٹیلٹن نے بحیثیت صدر انجمن ہونے کے ایک مضمون پڑھا جس کا لمفص یہ ہو کہ سلطان غیاث الدین کے عہد میں راجا گنیش نے تختِ نائٹ ۱۲۰۰ء میں بنگالے کے معاملات میں بڑا رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ اور ریاض السلاطین کے مطابق اس بادشاہ کو فریب سے قتل بھی کرایا۔ اس کے بعد امرائے سلطنت نے بادشاہ کے بیٹے سیف الدین حمزہ کو تخت نشین کیا۔ اس نے دو برس تک (تختِ نائٹ ۱۲۰۰ء - ۱۲۰۱ء) حکومت کی اور اپنا لقب سلطان السلاطین ثانی رکھا۔ اس کے بعد اس کا غلام بامستی شاہ الدین بایزید دو برس تک حکمران رہا اور شاید راجا گنیش کے ہاتھوں مارا گیا۔ شاہ الدین کے بعد اس کا بیٹا علاء الدین فیروز تخت نشین ہوا اور چوں کہ اس زمانے میں راجا گنیش کا کوئی ریکہ جاری ہونا معلوم نہیں ہوتا اس لیے قرین قیاس ہو کہ مسلمان امرار راجا کی حکومت کے مخالف تھے۔ اور اسی سبب سے حضرت نور قطب عالم نے سلطان ابراہیم شرقی کو بنگالہ فتح کرنے کے لیے بلا لیا۔ اور راجا گنیش مجبور ہو کر اپنے بیٹے جدو کو مسلمان بنانے پر راضی ہو گیا اور وہ جلال الدین

نے صاحب موصوف نے اس مضمون کو کتاب (MENOURS OF GAUR AND

PANDUA) میں بھی شامل کیا ہے

۱۵ تاریخ فرستہ میں جدو کو جیل اور استوارٹس کی تاریخ میں پیتل لکھا ہے (بقیہ نوٹ ص ۱۵)

دیا کہ میں ڈرہ لے کر بیٹھا تھا۔ اگر شرعی حکم کی تعمیل میں تم سے ذرا بھی تقصیر ہوتی تو بہ خدا اسی ڈرے سے تمھاری پیٹھ لال کر دیتا۔ اعظم شاہ نے خوش ہو کر قاضی کو انعام عطا کیے۔

غیاث الدین اعظم شاہ حضرت نور قطب عالم پسر و سجادہ نشین حضرت مخدوم علاء الحق پنڈوی کا ہم عصر اور ہم مکتب تھا، اور ان دونوں نے حضرت حمید الدین گنج نشین ناگوری سے تعلیم پائی تھی۔ ریاض السلاطین کے قول کے مطابق اعظم شاہ کو راجا کاس نے ۷۷۷ھ میں دغا سے قتل کرایا۔ تاریخ فرشتہ اور ریاض السلاطین نے اس کی مدت حکومت صرف سات برس اور چند مہینے لکھی ہو۔ لیکن اسٹیلٹن کا قیاس کچھ اور ہے، جو آئندہ مذکور ہوگا۔

۱۱۴) غیاث الدین اعظم شاہ کی اولاد

اعظم شاہ کے مارے جانے یا مرے پر اس کا بیٹا سیف الدین حمزہ ملقب بہ سلطان السلاطین سکندر ثانی تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شمس الدین المعروف بہ شہاب الدین بایزید اس کا جانشین ہوا۔ اور آخر میں اس کا بیٹا علاء الدین فیروز حکمران ہوا، اور اسی پر حاجی الیاس کے خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ ان بادشاہوں کی حکومت کا صحیح زمانہ کسی تاریخ سے واضح طور پر معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن ان میں سے ہر ایک نے تین یا دو برس سے زیادہ حکومت نہیں کی۔

صوبہ بہار میں حاکم کی حیثیت رکھتا تھا۔ مقبرے کے مجاور جاہلوں نے یہی کمانے کی غرض سے کتبے کے پتھر کو بھوت جملے کا کٹھن اور اس کے حروف کو جناتی حروف بتاتے ہیں۔

۹۹ء میں ضیاء الحق بہار کا حاکم تھا۔ اس کی حکومت کا پتا اس کی بنوائی ہوئی ایک خانقاہ کے کتبے سے ملتا ہے۔ جو قصبہ بہار کے مشرقی جانب محلہ چھوٹا تکیہ میں مقبرے کی دیوار میں لگا ہوا ہے۔ اس کے اشعار یہ ہیں:-

گرد اندر عہد سلطان جہاں محمود شاہ حاکم خطہ ضیاء الحق بنا این خانقاہ
ہفت صدہ بانود از سال ہجری رفتہ بود شد تمام این خانقہ باد اشیقان را پناہ
اس طور کے اور کتبے بھی پائے گئے۔ راقم نے تمام کتبوں کو ایک علیحدہ کتاب میں درج کیا ہے۔ اس لیے اس تحریر میں ان کو داخل کرنا محض طوالت کا سبب ہوگا۔

خواجہ نظام الدین احمد طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۴ میں سلطان ابو بکر شاہ (بن ظفر خان بن فیروز شاہ) اور محمد شاہ بن فیروز شاہ کے جھگڑے کے بیان میں لکھتا ہے کہ "بعض از امرائے فیروز شاہی مثل ملک سرور شہنہ شہر و ملک الشرق و نصیر الملک حاکم ملتان و خواص الملک راکم بہار بہ محمد شاہ پیوستند۔" یہ واقعہ ۹۱۷ء کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خواص الملک ۹۱۷ء میں حاکم بہار تھا۔ مخدوم شرف الدین احمد بہاری کے تذکروں میں بھی خواص الملک کا خانقاہ بنوانا مذکور ہے۔

لقب رکھ کر علاء الدین کے مرنے پر تخت نشین ہوا۔ ۸۱۹ء میں حضرت نور قطب عالم کی وفات کے بعد راجا گنیش نے جلال الدین کو پھر ہندو بنالینے کی کوشش کی لیکن وہ مسلمان ہی رہا۔ تب اس کو قید کر کے گنیش خود تخت نشین ہوا اور اپنا لقب دنوج مردنہ رکھ کر پنڈوہ (فیروز آباد) سارگانوا اور چاٹ گانوسے اپنا سکہ جاری کیا۔ گنیش کے بعد ہندو تخت پر بیٹھا لیکن اس کا اور کوئی حال معلوم نہیں اور ۸۲۱ء میں جندو عرف جلال الدین قید سے نکل کر ۸۳۵ء تک حکمران رہا۔

صاحب موصوف نے اس بیان کی صحت کا کوئی قطعی ثبوت پیش نہیں کیا ہے۔ اگر زمانے کے متعلق تاریخ فرشتہ اور ریاض السلاطین کا بیان تسلیم کیا جائے تو سیف الدین اور شہاب الدین کی حکومتیں ۸۸۵ء اور ۸۸۶ء میں ختم ہو جاتی ہیں۔ بہر حال یہ بیان مزید تحقیقات کا محتاج ہے اور چوں کہ ۸۹۶ء سے صوبہ بہار میں سلاطین شرقیہ کی حکومت شروع ہوتی ہے اس لیے یہ بحث اسی جگہ کے لیے چھوڑ دی جاتی ہے۔

(۱۶) ملک کافی۔ ملک ضیاء الحق اور خواص الملک کا ذکر

قصبہ بہار میں مخدوم بدر عالم کے مقبرے کے احاطے میں درخت کے نیچے ایک قدیم کتبہ رکھا ہوا ہے۔ یہ کسی عمارت کا کتبہ ہے جس کو ۹۵۹ء میں ملک کافی نے تعمیر کرایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ملک کافی (مفہوم ۳) کا بقیہ اس کے مسلمان ہونے کا واقعہ براہیم شرقی کے حالات کے ساتھ دیکھنا چاہیے۔

(۱) مبارک شاہ شرقی ۸۰۲ھ تا ۸۰۴ھ (۱۴۰۱-۱۳۹۹ء)

ملک الشرق کے مرنے پر اس کا متبنی قرفل نامی تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنا لقب مبارک شاہ رکھ کر حکومت شروع کی۔ اس خود مختاری کی خبر دہلی پہنچی تو جادوی الاول ۸۰۳ھ میں اقبال خان وکیل سلطان محمود نے اس پر فوج کشی کی اور شمس خان حاکم بیانہ و مبارک خان و بہادر ناہراور بیتانی (ضلع مرزاپور) کے تمام زمین داروں نے بھی اس کی موافقت کی لیکن نہرم ہو کر اٹاوے کی طرف چلے گئے۔ اقبال خان قنوج پہنچا۔ مبارک شاہ بھی مقابلے کو چلا آیا۔ دونوں لشکروں نے آمنے سامنے گنگا کے کنارے پرے جائے لیکن کسی نے حملے کی جرأت نہ کی۔ دو مہینے کے بعد دونوں لشکر بغیر لڑے بھڑے واپس ہوئے۔

مبارک شاہ جو پنور پہنچا تو کچھ دنوں کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ اقبال خان پھر سلطان محمود کو فوج کشی کے لیے آمادہ کر رہا ہے۔ مبارک شاہ بھی جنگ کے تہیے میں تھاکر موت نے اس کا کام تمام کیا۔

(۳) ابراہیم شاہ شرقی ۸۰۲ھ تا ۸۰۴ھ (۱۴۰۱-۱۳۹۹ء)

مبارک شاہ کے مرنے پر اس کا بھائی ابراہیم شاہ اس کا قائم مقام ہوا۔ سلطان محمود تغلق نے پھر جو پنور پر فوج کشی کی۔ ابراہیم شاہ نے مقابلہ کیا اور چند روز طرفین سے جنگ ہوتی رہی۔ بعض وجوہ سے سلطان محمود اپنے وکیل

باب دہم

صوبہ بہار میں سلاطین شرقیہ کی حکومت

(۱) ملک الشرق خواجہ جہان ۹۶ھ تا ۸۰۲ھ
(۹۹-۱۳۹۳ھ)

سلطان فیروز تغلق کے بعد ممالک شرقیہ پر سلاطین دہلی کا تسلط برائے نام باقی رہ گیا تھا۔ ۹۶ھ میں ناصر الدین محمود بن محمد شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے ماہِ رجب ۹۶ھ میں ملک سرور الملقب بہ خواجہ جہان کو سلطان الشرق کا خطاب دے کر قنوج سے بہار تک تمام صوبوں کی حکومت تفویض کر کے بیس زنجیر فیل اور لشکر گراں کے ساتھ جون پور روانہ کیا۔ ملک الشرق نے تھوڑی ہی مدت میں ان علاقوں کے تمام زمین داروں کو مطیع کر لیا۔ بعض حصار (قلعے) جو خراب ہو رہے تھے ان کو از سر نو مرمت کر کے درست کر لیا۔ اور ایسی غولت و حشمت حاصل کی کہ اڑیسہ کا راجا اور سلطان بنگالہ جو سابق میں سلطان فیروز کے پاس پیش کش اور نذرین بھیجا کرتے تھے، اب ملک الشرق کے پاس جون پور بھیجنے لگے۔ ملک الشرق نے چھ برس حکومت کر کے ۸۰۲ھ میں انتقال کیا۔

اور خود دہلی واپس آیا۔ ۱۵۱۷ء میں سلطان محمود نے انتقال کیا۔ اس کے بعد ابراہیم شرقی نے کاپسی پر بھی قبضہ کر لیا۔

ابراہیم شاہ شرقی نے ایک بار (غالباً ۱۵۱۶ء میں) بنگلے پر بھی فوج کشی کی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ اس زمانے میں بنگلے میں راجا گنیش نے (جس کا ذکر سابق اوراق میں اعظم شاہ اور اس کی اولاد کے حالات میں گزر چکا ہے) بڑا اقتدار پیدا کر لیا تھا۔ جب اس نے ظلم اور بدسلوکی کا وتیرا اختیار کیا تو مخدوم نور قطب عالم پسر مخدوم علاء الحق پنڈوی نے ابراہیم شاہ کو بنگالہ فتح کرنے کی دعوت دی۔ ابراہیم شاہ شرقی نے بنگلے پر فوج کشی کی اس وقت راجا گنیش سے کچھ بنائے نہ بنی۔ مخدوم نور قطب عالم کے پاس حاضر ہو کر التجا کی کہ جو آپ حکم دیں کرنے کو تیار ہوں، کسی طرح ابراہیم شرقی کو جنگ سے باز رکھیے۔ مخدوم نے جواب دیا کہ میں ایک مسلمان بادشاہ کو خصوصاً اس صورت میں کہ میں نے خود اس کو طلب کیا ہو تمہارے مقابلے سے باز رکھنے کے لیے کوئی سبب نہیں دیکھتا۔ راجا گنیش نے کہا کہ میں حکومت سے دست بردار ہوتا ہوں اور میرا لڑکا جلد حاضر ہو اس کو مسلمان کر کے تخت نشین کیجیے۔ مخدوم نے اپنے منہ کا پان نکال کر لے دہلی میں فیروز تغلق کے بعد اس کے بیٹے اور پوتوں نے رفتہ رفتہ سلطنت کی نوکھو کھلی کر دی تھی۔ ۱۵۱۷ء سے ۱۵۱۸ء تک تو یہ حال رہا کہ سلطان محمود دہلی میں سلطنت کرتا تھا اور چند کوس ہٹ کر فیروز آباد میں نصرت شاہ بادشاہ تھا۔ اسی کو دیکھ کر ۱۵۱۸ء میں تیمور لنگ آہنچا اور دہلی کو فتح کر کے خضر خاں کے سپرد کیا اور خود عمر قند واپس گیا۔ تغلق خاندان کا آخری بادشاہ محمد تغلق شاہی براے نام ۱۵۱۸ء تک حکمران رہا۔ خضر خاں نے ۱۵۱۸ء میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کے تین ورثا یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔ آخری حکمران علاء الدین عالم شاہ نے ۱۵۱۸ء میں بہلول لودی کو سلطنت خود حوالے کر دی۔

اقبال خاں سے بدظن ہو گیا تھا اور ابراہیم شرقی کو اپنا نوکر اور خانہ زاد سمجھتا تھا اس لیے ایک شب کو تنہا اپنے لشکر سے ابراہیم شرقی کی نیچے گاہ میں چلا آیا لیکن ابراہیم شرقی نے اپنے خاندان کے ولی نعمت سے بدسلوکی کی۔ سلطان محمود بیزار ہو کر قنوج واپس گیا اور شرقی حاکم کو نکال کر خود متصرف ہوا۔

اقبال خاں کے قتل ہونے پر ۱۱۸۹ھ میں سلطان محمود نے پھر جونپور پر چڑھائی کی۔ ابراہیم شاہ بھی مقابلے کو نکلا اور چند دن لڑنے کے کٹاؤں جنگ ہوتی رہی، لیکن پھر صلح کر کے دونوں لشکر واپس ہو گئے۔ مراجعت کے بعد ابراہیم شاہ قنوج کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں محمود ترمذی جو سلطان محمود کی طرف سے قنوج کا حاکم تھا چار مہینے تک ابراہیم شاہ سے مقابلہ کرتا رہا۔ بالآخر سلطان محمود کی ملک نہ آنے پر اس نے قنوج کو ابراہیم شاہ کے سپرد کر دیا۔

دوسرے سال (۱۱۹۰ھ) نصرت خاں کرک اتنا زوتا تار خاں پسرانگ خاں و ملک مرجا غلام اقبال خاں وغیرہ اکثر امرا سلطان محمود سے جدا ہو کر ابراہیم شاہ سے مل گئے۔ ابراہیم شاہ نے سنبل پر چڑھائی کی اور اسد خاں گماشتہ سلطان محمود نے قلعہ ابراہیم شرقی کے حوالے کر دیا۔ ابراہیم شاہ تار خاں کو قلعے داری سپرد کر کے دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں خبر پہنچی کہ طغرلا حاکم گجرات نے مالوہ پر قبضہ کر کے الپ خاں پسر دلاور خاں (مخاطب بہ سلطان ہو شک) کو مقید کر لیا ہے۔ اس خبر سے مضطرب ہو کر ابراہیم شاہ نے جونپور کی راہ لی۔ موقعہ پا کر اسی سال ماہ ذی قعد میں سلطان محمود نے سنبل پر چڑھائی کر دی۔ اور بلا مزاحمت قابض ہو کر دوبارہ اسد خاں لودی کو قلعہ دار مقرر کیا

اس عہد میں تصنیف کیں۔ اس بادشاہ کو عمارتوں کا بھی شوق تھا۔
 سید قطب الدین برادر پھول شاہ ابراہیم شاہ شرقی کے وزیر سے تھا۔
 سیر المتاخرین اور تذکرۃ الکرام میں لکھا ہے کہ ان کا مزار محلہ کچوری گلی پٹنہ میں ہے۔
 کیفیت العارفین میں شاہ عطا حسین صاحب نے بھی یہی لکھا ہے۔

۱۴) محمود شاہ شرقی ۸۲۲ھ تا ۸۶۲ھ (۱۴۲۰ء تا ۱۴۵۸ء)

ابراہیم شرقی کے مرنے پر اس کا بیٹا محمود اس کا جانشین ہوا۔ اسی کے
 عہد میں ۸۴۲ھ میں محمد شاہ بن مبارک شاہ بن خضر خاں نے انتقال کیا۔
 اور خاندان سادات کے آخری حکمران علاء الدین عالم شاہ نے ۸۵۵ھ
 میں دہلی کی سلطنت خود بہلول لودی کے سپرد کر دی۔

امراء سلطان علاء الدین نے جو بہلول لودی کی حکومت سے راضی
 نہ تھے ۸۵۵ھ میں محمود شاہ شرقی کو دہلی فتح کرنے کی دعوت دی۔ اس
 وقت سلطان بہلول دیپال پور کی طرف تھا۔ محمود شرقی نے جو پور سے دہلی
 پہنچ کر شہر کا محاصرہ کیا۔ خواجہ بایزید پسر سلطان بہلول اور بعض امرا قلعے
 میں متحکم ہو گئے۔ سلطان بہلول کو معلوم ہوا تو دیپال پور سے چل کر
 دہلی سے پندرہ کوس پر مقام ظہیرہ میں ٹھہر گیا۔ اور اس کے لشکری دوبار
 محمود شرقی کی فوج کے اوٹھوں اور بیلوں کو چراگاہ سے پکڑے گئے۔ محمود شرقی
 نے فتح خاں ہرودی کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ سلطان بہلول کے مقابلے
 کے لیے متعین کیا۔ لودیوں نے لشکر مرتب کر کے جنگ کی اور قطب خاں لودی
 نے جو بڑا مشاق تیر انداز تھا فتح خاں کے ہاتھی کو گھائل کر دیا۔ اور دریائے

جدو کے منہ میں دیا۔ اور اس کو مسلمان بنا کر اس کا نام جلال الدین رکھا اور ابراہیم شرقی سے معذرت کی کہ میں نے آپ کو راجا گنیش سے لڑنے کو بلایا تھا۔ اب جنگ کا بادشاہ مسلمان ہو اس سے لڑنا روا نہیں۔ ابراہیم شرقی ناخوش ہو کر واپس گیا۔ اس کے بعد راجا گنیش نے پھر اپنا سابق رویہ اختیار کیا بلکہ مخدوم کے بیٹے کو بھی قتل کر ڈالا۔ اور بہمنوں کے کہنے کے مطابق سونے کی گائے بنوائی اور اس کے خلا کے اندر سے اپنے بیٹے جلال الدین کو گزار کر شدھی کر کے اس کو دوبارہ ہندو بنانے کی کوشش کی لیکن وہ مسلمان ہی رہا۔ تب راجا گنیش نے اس کو قید کر کے خود حکومت شروع کی بعد کو جلال الدین نے قید سے نکل کر ۱۲۱۵ء سے ۱۲۲۵ء تک بادشاہت کی۔ یہ پورا واقعہ ریاض السلاطین میں مذکور ہے۔

۱۲۱۵ء میں امیر تیمور نے دہلی فتح کر کے خضر خاں کے حوالے کی تھی۔ ۱۲۲۳ء میں خضر خاں نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا مبارک شاہ اس کا قائم مقام ہوا۔ ۱۲۳۵ء میں ابراہیم شاہ شرقی بدائون پر فوج کشی کا قصد رکھتا تھا لیکن مبارک شاہ کے دبدبے سے باز رہا۔ مبارک شاہ نے مقام چند دار میں ابراہیم شرقی پر لشکر کشی کی لیکن جنگ کا کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوا تھا کہ ابراہیم شاہ جو پور واپس آیا۔

ابراہیم شاہ شرقی نے چالیس سال کے قریب حکومت کی۔ اس کے زمانے میں دہلی کی شان و شوکت جاتی رہی تھی اور جو پور کی ایسی عظمت تھی کہ علما و فضلا نے جو پور ہی کو مزع قرار دیا تھا۔ قاضی شہاب الدین جو پوری نے حاشیہ کافیہ تفسیر بحر المواج اور فتاویٰ ابراہیم شاہی وغیرہ بہت سی کتابیں

۱۵۱ محمد شاہ شرقی ۱۱۶۲ھ ۱۲۵۸ء

محمد شاہ کے مرنے پر اس کی ماں بی بی راجی نے امرا کے اتفاق سے شہزادہ بھیکسن کو محمد شاہ کا لقب دے کر تخت نشین کیا اور سلطان بہلول سے بھی اس شرط پر صلح کر لی کہ ہر ایک اپنے اپنے مقبوضہ ملک پر قابض رہے۔ اس صلح کے بعد جب بہلول دہلی پہنچا تو قطب خاں کی بہن شمس خاتون نے بہلول کو غیرت دلائی کہ قطب خاں کو محمد شاہ شرقی کی قید میں چھوڑ کر صلح کرنا سخت بے مروتی اور ذلت ہے۔ بہلول نے مقام دھنگور سے پھر مراجعت کی۔ ادھر محمد شاہ نے رائے کرن سے شمس آباد چھین کر پھر جونا خاں کے حوالے کر دیا۔ اس دفعہ رائے پرتاب جو سابقاً بہلول کی طرف تھا محمد شاہ سے مل گیا۔ محمد شاہ نے سرستی میں اور بہلول لودی نے اس کے قریب ہی راہری میں فوج آراستہ کی۔ جنگ چھڑ جانے کے بعد محمد شاہ نے جو نپور کے کوتوال کو لکھا کہ حسن خان (برادر محمد شاہ شرقی) اور قطب خان لودی کو قتل کر ڈالو۔ کوتوال نے جواب دیا کہ یہ دونوں بی بی راجی کی پناہ میں ہیں۔ محمد شاہ نے اپنی ماں کو اس قریب سے طلب کیا کہ ملک کا کچھ حصہ حسن خان کے لیے تجویز کر کے اس سے صلح کرا دیجیے۔ ادھر بی بی راجی صلح کرائے کی غرض سے روانہ ہوئی۔ ادھر کوتوال نے حسن خاں کا فیصلہ کر دیا۔ راجی خبر پا کر تعزیت میں مصروف ہوئی تو محمد شاہ نے ماں کو لکھا کہ میں اپنے سب بھائیوں کے حق میں یہی کرنے والا ہوں اس لیے ہر ایک کی تعزیت کے لیے آمادہ رہو۔

چوں کہ محمد شاہ شرقی کی قہاری کے سبب تمام امراے سلطنت بیزار ہو رہے تھے۔ ایک دن شہزادہ حسین خاں (برادر محمد شاہ شرقی) نے سلطان

لودی کو جو اس وقت محمود شاہ شرقی کی طرف تھا، بھی یہ غیرت دلائی کہ تم لودیوں کو چھوڑ کر ان کے مخالف کے طرف دار ہوتے ہو۔ دریا خاں کے جدا ہوتے ہی فتح خاں شکست کھا کر گرفتار ہوا۔ رائے کرن نے اس کا سر کاٹ کر سلطان بہلول کے پاس بھیج دیا۔ محمود شاہ شرقی پیپا ہو کر جوہور کی طرف واپس ہوا۔ بہلول لودی نے اس کا تعاقب کیا اور اٹاواے کے قریب پھر جنگ واقع ہوئی۔ لیکن دوسرے ہی دن قطب خان اور رائے پرتاب کی وساست سے یہ بات قرار پائی کہ ہر ایک اپنی اپنی سابق مملکت پر متصرف رہے۔ بہلول نے سات زنجیر فیل جو فتح خاں ہروی کی جنگ میں ہاتھ آئے تھے، محمود شاہ شرقی کو واپس دیے۔ اور یہ قول و قرار ہوا کہ بعد برسات بہلول لودی شمس آباد پر (جو محمود شرقی کی جانب سے جو ناخان کی حکومت میں تھا) قابض ہو۔ اس صلح کے مطابق جب بہلول لودی نے جو ناخان سے شمس آباد واپس لینا چاہا، جو ناخان لیت و لعل کرنے لگا، لیکن بہلول فوج لے کر ادھر بڑھا تو جو ناخان کو بھاگتے ہی بنی۔ بہلول نے شمس آباد کو لے کر کے سپرد کیا۔ اس کے بعد محمود شرقی نے پھر بہلول پر فوج کشی کی اور قطب خان و دریا خان لودی نے محمود شرقی کی فوج پر شیون مارا۔ اتفاقاً ٹھورے کے ٹھوکر کھانے کے سبب قطب خان گرفتار ہو گیا۔ اور محمود شرقی نے اس کو قید کر کے جوہور بھیج دیا۔ (یہ سات برس مقید رہا)۔ بہلول نے شہزادہ جلال و شہزادہ سکندر و عماد الملک کو رائے کرن کی مدد پر متین کر کے خود محمود شرقی سے مقابلہ کیا۔ لیکن اسی اثنا میں محمود شرقی نے بیمار ہو کر انتقال کیا۔

سے گرتے ہی ڈھیر ہو گیا۔

(۶) حسین شاہ شرقی ۸۶۳ھ تا ۸۹۲ھ (۱۴۸۹-۱۵۱۱ء)

حسین شاہ نے تخت نشین ہو کر سلطان بہلول سے چار برس کے لیے اس شرط پر صلح کر لی کہ ہر ایک اپنے اپنے سابق مقبوضات پر قابض رہے۔ اس کے بعد حسین شاہ نے قطب خان لودی کو اور بہلول نے جلال خان کو رہا کر دیا۔ اسی اثنا میں سلطان علاء الدین عالم شاہ (پسر نیر خضر خاں) نے بداون میں انتقال کیا۔ حسین شاہ تعزیت کو اٹا دے سے بداون پہنچا۔ اور مراسم تعزیت ادا کرنے کے بعد علاء الدین عالم شاہ کے بیٹے کو بداون سے بے دخل کر کے خود قابض ہو گیا۔ اور وہاں سے سنبل جا کر مبارک خاں پسترتار خاں کو قید کر کے سارن روانہ کیا۔ اور خود دریائے جمنا کے کنارے آکر خیمہ زن ہوا۔ سلطان بہلول اس کے مقابلے کو سرہند سے دہلی آیا۔ کچھ مدت تک طرفین سے جنگ ہوتی رہی۔ اور اکثر معرکوں میں حسین شاہ غالب رہا۔ آخر الامر قطب خاں نے کہلایا کہ میں بی بی راجی کا ممنون احسان ہوں، بہتر ہے کہ صلح کر لی جائے۔ حسین شاہ نے صلح کے اعتماد پر جنگ موقوف کر کے کوچ کیا لیکن

۱۔ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۶۔

۲۔ سی۔ جی۔ براؤن صاحب اپنی کتاب کوئنس آف انڈیا صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں کہ ۱۵۱۱ء (۱۵۱۱ء) میں بہلول لودی نے حسین شاہ شرقی کو جو پنور سے بے دخل کیا لیکن اس کے بعد تیس برس تک حسین شاہ کے سٹے جاری رہے اور بارہک بہلول نے بھی سٹے جاری کیے۔ ۳۔ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۰۹ میں اس واقعے کی تاریخ ذی الحجہ ۹۰۰ھ لکھی ہے۔

شہر و جلال خان اجمودھنی کے مشورے سے محمد شاہ کو یہ فریب دیا کہ سلطان بہلول کا لشکر شب خون کے ارادے سے ادھر آ رہا ہے۔ اس کو میرا روکنا چاہیے۔ اس حیلے سے شہزادہ حسین نے قیس ہزار سوار اور تیس زنجیر نیل لے کر محمد شاہ سے علیحدگی اختیار کی اور ایک جھڑپ کے قریب ٹھہر کر شہزادہ جلال خان کو کہلا بھیجا کہ میں تمہارا منتظر ہوں۔ جلد آ کر ہمراہ ہو جاؤ۔ اس آغوش سلطان بہلول نے ایک لشکر شہزادہ حسین کے مقابلے کو روانہ کیا۔ اس لیے سلطان شہر شہزادہ حسین خان کو صلاح دی کہ یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ شہزادہ جلال اگر خود ہمراہ ہو جائے گا۔ حسین خان کے کوچ کرتے ہی بہلول کا لشکر اس جگہ پہنچ گیا۔ شہزادہ جلال جب ادھر آیا۔ اچانک بہلول کی قید میں آ گیا اور بہلول نے قطب خان کے عوض میں اس کی گرفتاری کو غنیمت سمجھا۔ اب محمد شاہ کو بہلول کے مقابلے کی تاب نہ رہی تھی۔ اس لیے اس نے قنوج کی راہ لی۔ بہلول نے تعاقب کر کے کچھ مال و اسباب اس کا چھین لیا۔

شہزادہ حسین خان نے اپنی ماں راجی کے پاس پہنچ کر امرا کے اتفاق سے تخت پر جلوس کیا اور ملک مبارک گنگ و ملک علی گجراتی وغیرہ امرا کو اپنے بھائی محمد شاہ کے مقابلے کے لیے گنگا کے کنارے مقام راج گڑھ کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت قریب قریب تمام امرا نے محمد شاہ کی رفاقت ترک کی۔ عالم بے چارگی دبے کسی میں اس نے صرف چند سواروں کے ساتھ ایک باغ میں پناہ لی۔ امراے حسین شاہ نے باغ کا محاصرہ کیا اور محمد شاہ تنہا مقابلے کو مستعد تھا۔ لیکن اس کے سلاح دار نے بی بی راجی کی سازش سے ترکش کے تمام تیروں سے پیکان نکال لیے تھے۔ اس پر بھی اس نے تلوار سے چند آدمیوں کو ہلاک کیا۔ آخر مبارک گنگ نے اس کے گلے پر ایک تیرا مارا کہ گھوٹے

ولایت بھٹہ میں چلا آیا تھا۔ بھٹہ کے راجائے چند لاکھ ٹنکہ اور اسپ ذیل بطور
پیش کش دے کر جوپور تک کچھ فوج بھی حسین شاہ کے ساتھ کر دی۔ اس کے بعد
ہی بہلول نے جوپور پر چڑھائی کا قصد کیا۔ لیکن حسین شاہ کے رہنما کی راہ سے
قنوج جانے پر اس نے بھی قنوج جانے کا قصد کیا۔ آپ رہت کے کنارے
مقابلہ ہونے پر حسین شاہ نے پھر شکست کھائی۔ اور اس دفعہ اس کی حرم
بی بی خوزا جو علاء الدین عالم شاہ کی لڑکی تھی، بہلول کی قید میں آگئی۔ بہلول
نے اس کو عزت و حرمت کے ساتھ حسین شاہ کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد
ہی بہلول نے جوپور فتح کر کے مبارک خاں لوحانی کے سپرد کیا اور قطب خاں
لودی و خان چہان وغیرہ بعض امرا کو بھولی میں چھوڑ کر خود بداؤں کی طرف
روانہ ہوا۔ حسین شاہ نے موقع پا کر جوپور پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ امرائے بہلول
پس پا ہو کر بھولی چلے آئے اور ملک کے انتظار میں حسین شاہ سے زمانہ سازی
کرتے رہے۔ سلطان بہلول نے اپنے بیٹے باریک شاہ کو ان کی کمک کے لیے
روانہ کیا۔ اور خود بھی جوپور کی طرف متوجہ ہوا۔ حسین شاہ گھبرا کر ہمار کی طرف
چلا آیا۔ اسی اثنا میں قطب خاں لودی کا انتقال ہو گیا اور بہلول نے پھر
جوپور پر قبضہ کر کے اپنے بیٹے باریک کو تخت نشین کیا۔

۹۹۳ھ میں سلطان بہلول لودی نے پرگنہ سکیت میں انتقال کیا اور
اس کا بیٹا نظام خاں المعروف بر سلطان سکندر لودی بادشاہ ہوا۔ بہلول کے
۱۰۰۰ھ میں خوزا کیا نام ہے۔ اصل عبارت طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۱۳
میں یہی نام ہے۔ دکن کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان مرتضیٰ شاہ نظام الملک بحری
(۹۹۳ھ تا ۹۹۵ھ) کی ماں کا بھی یہی نام تھا۔
۱۰۰۰ھ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۱۳۔

بہلول نے تعاقب کر کے اچانک حسین شاہ کے خزانے پر قبضہ کر لیا۔ اور بعض امر نامی مثل قاضی سہار الدین قتلغ خاں کو بھی گرفتار کر لیا۔ حسین شاہ کے بعض پرگنات بھی بہلول کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اس لیے حسین شاہ نے مجبوراً مقابلے پر مکر باندھی۔ آخر موضع آرام ہجور میں سخت جنگ ہونے کے بعد ایک طور کی صلح ہو گئی۔

لیکن اس کے بعد حسین شاہ لشکر فراہم کر کے یکایک بہلول کے سر پر آپہنچا۔ موضع سونہار کے پاس سخت لڑائی ہوئی اور حسین شاہ نے ایسی شکست کھائی کہ اس کا خزانہ لودیوں کے ہاتھ لگا۔ حسین شاہ نے کسی طرح رابری پہنچ کر پھر جنگ کا تہیہ کیا۔ اس دفعہ دھوپاؤ میں بہلول کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ حسین شاہ نے پھر ایسی سخت ہزیمت اٹھائی کہ جتنا کو عبور کرتے وقت اس کے اہل و عیال میں بھی بعض لوگ ہلاک ہوئے۔ آخر اس نے گوالیار کی طرف آ کر وہاں سے راجا کیرت سنگھ کو ہمراہ لیا اور کالپی پہنچا۔

اس اثنا میں سلطان بہلول نے اٹاؤہ پہنچ کر ابراہیم خاں براہو حسین شاہ کو شکست دی اور اس علاقے کو ابراہیم خاں پسر مبارک خاں لوہانی کے سپرد کیا۔ اور بڑے سامان کے ساتھ حسین شاہ کے مقابلے کو روانہ ہوا۔ موضع راکاؤ (ازلواج کالپی) میں سخت جنگ واقع ہوئی۔

اسی زمانے میں رائے تلوک چند حاکم ولایت بکسر بہلول کے پاس پہنچا۔ اور جس جگہ پر ندی پایاب تھی بہلول کو لے جا کر پار کیا۔ اس وقت حسین شاہ ۱۷ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۱۰ میں ہنز صاحب کے امپریل گزیٹ صفحہ ۴۵ کے حوالے سے ڈے صاحب نے جلد اول کے انگریزی ترجمے کے نوٹ میں اس بکسر اور بہلول کا پور کے قریب بتایا ہے۔

تھے، شکست کھا کر قلعے میں متحصن ہوئے۔ سلطان سکندر اس قلعے کو چھوڑ کر کنت کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت راجا بھیڑ نے سلطان سے ملاقات کی۔ سلطان کنت کو اس کے دخل میں چھوڑ کر خود اریل کی طرف چلا آیا۔ لیکن اس اثنا میں راجا بھیڑ کسی سبب سے متوہم ہو کر پٹنہ کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان سکندر نے اس کا سارا مال و اسباب اس کے پاس بھجوا دیا اور خود اریل سے کٹرہ ہوتا ہوا دلمو آگر شیر خاں برادر مبارک خاں لوہانی کی بیوہ کو اپنے عقد میں لایا۔

سنہ ۹۰۰ھ میں سلطان سکندر لودی نے راجا بھیڑ کی سزا دہی کے لیے پٹنہ کا عزم کیا۔ اور اتنا راہ میں بعض سرکشوں اور متمرودوں کو قتل و اسیر کرتا ہوا کھارن گھاٹی پہنچا۔ یہاں نرسنگہ پسر راجا پٹنہ نے مقابل ہو کر جنگ کی لیکن شکست کھا کر پٹنہ واپس گیا۔ سلطان سکندر بھی متعاقب پٹنہ پہنچا۔ نرسنگہ سرگجہ کی طرف بھاگ کر اتنا راہ میں مر گیا۔ اس لیے سلطان سکندر سرگجہ سے سٹہ چلا آیا۔ چوں کہ انیون کو کنار نمک اور روغن نہایت گراں اور کم یاب تھا، سلطان کو یہاں ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ مجبوراً جونپور واپس جانا پڑا۔ اس سفر میں اس کی فوج نے بے حد شقت اٹھائی اور نوے فی صدی کے قریب گھوڑے اور لوازمات بھی ضائع ہو گئے تھے۔ رائے لکھن چندر پسر راجا بھیڑ اور بعض زمین داروں نے سلطان حسین کو خبر دی کہ سکندر لودی کی فوج تباہ حال ہے۔ اس وقت اس کو شکست دینا بہت آسان ہے۔ سلطان حسین ایک لشکر گراں فراہم کر کے تلوزنجیر فیصل لے کر صوبہ بہار سے مقابلے کو روانہ ہوا۔ اس عرصے میں سلطان سکندر کنت لے طبقات اکبری میں کنت کے ادمضافات پٹنہ لکھا ہے۔ دیکھو طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۱۸

۱۰۰۰ھ بد اون جلد ۱ صفحہ ۲۱۵ میں اریل کو الہ آباد کے قریب بتایا ہے۔

۱۰۰۰ھ طبقات اکبری صفحہ ۳۱۹ سندہ از اعمال پٹنہ لکھا ہے۔ ضلع پٹنہ میں پرگنہ سائڈ مشہور ہے۔

امرا میں حسن قرملی ضلع سارن کا حاکم مقرر ہوا۔ غالباً اسی زمانے میں حسین شاہ
نے اڑیسہ فتح کیا۔

(۷) حسین شاہ شرقی اور سکندر لودی ۹۲۷ھ تا ۹۰۱ھ

سکندر لودی نے اول اپنے بھائی باربک پر فوج کشی کر کے اس کو
مطیع کیا اور اس کو جونپور کی حکومت پر بحال رکھ کر اوز پرگنات دوسرے
امرا کے سپرد کیے۔ ۹۰۷ھ کے قریب جونپور کے اطراف میں زمین داروں
نے ایک لاکھ پیادے اور سوار فراہم کر کے شیر خاں برادر مبارک خاں لوحانی
کو مار ڈالا۔ اتفاقاً مبارک خاں بھی مقام جھوسی میں لہاؤں کے ہاتھ
گرفتار ہو گیا تھا۔ راجا بھید نے اس کو اپنے پاس قید کر لیا۔ باربک شاہ زینداروں
کا غلبہ دیکھ کر جونپور سے محمد قرملی عرف کالا پہاڑ کے پاس دریا باد چلا گیا۔
جب سکندر لودی نے ادھر کا رخ کیا۔ راجا بھید نے مبارک خاں کو اس
کے پاس بھیج دیا۔ سکندر لودی نے جونپور کو پھر باربک شاہ کے حوالے کیا۔
لیکن باربک زمین داروں کے غلبے کے سبب جونپور میں قدم نہ جما سکا۔ اس
لیے محمد قرملی و اعظم ہمایوں و خان خانان لوحانی نے اودھ سے اور مبارک خاں
نے آگرے سے جونپور آکر باربک کو قید کر کے سکندر لودی کے پاس بھیج دیا۔
سکندر لودی نے اس کو ہیبت خان و عمر خان شروانی کے سپرد کیا اور خود
جونپور سے چنار کی طرف روانہ ہوا۔ حسین شاہ کے بعض امرا جو اس جگہ موجود
۲۱۵ھ۔ ۲۱۶ھ طبعات اکبری جلد اول صفحہ ۳۱۷ میں راجا بھید راجا پٹنہ لکھا ہے۔ فرشتہ
میں بھید کو بلجھدر لکھا ہے۔ پٹنہ کو بعض لوگوں نے پٹنہ قیاس کیا ہے۔

بنگالہ نے سلطان حسین شرنی کو پناہ دی تھی، سکندر لودھی نے سلطان بنگالہ سے جنگ کا عزم کیا۔ سکندر لودھی تغلق پور پہنچا تو معلوم ہوا کہ سلطان بنگالہ نے اپنے بیٹے شہزادہ داینال کو مقابلے کے لیے روانہ کیا ہے۔ سلطان سکندر نے بھی محمود خان لودھی اور مبارک خان لوحانی کو جنگ کے لیے تعینات کیا۔ لیکن بارہ پہنچ کر طرفین سے صلح کی گفتگو چھڑ گئی۔ اور بالآخر یہ صلح قرار پائی کہ سلطان سکندر سلطان بنگالہ کی مملکت میں داخل نہ ہو۔ اور سلطان بنگالہ سلطان سکندر کے مفتوحہ ممالک (یعنی بہار و ترہت و سارن) سے کوئی سروکار نہ رکھے۔ صلح کے بعد محمود خان و مبارک خان واپس آئے۔ لیکن پٹنہ پہنچ کر مبارک خان لوحانی نے انتقال کیا۔ سلطان سکندر نے تغلق پور سے درویش پور آکر چند مہینے قیام کیا اور اس علاقے کو عظیم ہمایوں کے سپرد کیا۔ اور صوبہ بہار کی حکومت دریا خان پسر مبارک خان لوحانی کو تفویض کیا۔

(۸) زکوٰۃ اور زیارت مزار کے متعلق سکندر لودھی کا حکم

غالباً ۹۰۲ھ کے قریب تمام ملک میں غلے کا قحط ہوا۔ سکندر لودھی نے رفاہ عام کے خیال سے حکم جاری کیا کہ غلے کی زکوٰۃ موقوف کی جائے۔ اسی زمانے سے صوبہ بہار اور تمام ہندستان میں باوجود قحط نہ ہونے کے بھی غلے کی زکوٰۃ بالکل موقوف ہو گئی۔ اسی سال سکندر لودھی نے عورتوں کو مزار پر جانے کی سخت ممانعت کی تھی۔

۱۰ طبقات اکبری میں تغلق پور از اعمال بہار لکھا ہے۔ ۱۱ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۲۰

۱۲ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۳۶۲۔

کے پاس گنگا کو عبور کر کے چنار ہو کر بنارس پہنچ گیا تھا۔ اور خان خانان کو روانہ کیا تھا کہ دلاسا دے کر راجا بھیڑ کو بھی لے آئے۔ سلطان حسین کا لشکر بنارس سے اٹھارہ کوس پر پہنچا تو سلطان سکندر نے پیش قدمی کر کے مقابلہ کیا۔ اس اثنا میں راجا مالیا بن بھی آ ملا تھا۔ حسین شاہ حبِ عادت پھر شکست کھا کر پٹنہ واپس آیا۔ اس دفعہ سکندر لودھی نے ایک لاکھ سوار فراہم کر کے تعاقب کیا۔ راہ میں معلوم ہوا کہ سلطان حسین نے بہار واپس آ کر ملک کندو کو حصار بہار کی حفاظت سپرد کر کے خود کھل گاؤں کی راہ لی۔ سکندر لودھی نے مقام دیوبار سے ملک کندو کے مقابلے کو ایک فوج متعین کی۔ اس کے پیچھے ہی ملک کندو نے فرار کیا اور سکندر لودھی کے گماشتوں نے بلا مزاحمت بہار پر قبضہ کر لیا۔

سکندر لودھی نے محنت خان اور بعض امرا کو بہار میں چھوڑ کر خود درویش پور میں قیام کیا۔ اور خان خانان اور خان جہان لودھی کو فوج کی نگہبانی سپرد کر کے یہاں سے تربت کا رخ کیا۔ تربت کے راجائے اطاعت قبول کر کے چند لاکھ رُپی (ٹنکہ) خراج دینا منظور کیا۔ لہذا مبارک خان لوہانی کو اس کی وصولی کے لیے تعینات کر کے سکندر لودھی پھر درویش پور واپس چلا آیا۔

۱۸ شوال ۹۱۵ھ کو خان جہان لودھی نے انتقال کیا۔ سلطان سکندر نے اس کے بڑے بیٹے احمد خان کو اعظم ہمایوں کا خطاب عطا کیا۔ اس کے بعد خود بہار آ کر شیخ شرف الدین مینری کے مزار کی زیارت کی۔ اور فقرا و ساکین کو بہت سالاعام دے کر درویش پور میں قیام کیا۔ چوں کہ سلطان علاء الدین حسین والیؒ نے طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۱۹ میں سالیابن پسر راجا بھیڑ اور تاریخ بدائنی میں راجا پٹنہ لکھا ہے۔ الیٹ صاحب کی تاریخ جلد پنجم صفحہ ۹۲ میں تاریخ خان جہان لودھی کے ترجمے میں بجائے پٹنہ کے پٹنہ لکھا ہے۔ لے طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۲۰۔

پاکر چند رفا کے ساتھ سلطان حسین والی بنگالہ کی پناہ میں لکھنؤ کی طرف چلا گیا۔

بداؤنی لکھتا ہے کہ ۳ صفر ۱۱۹۷ھ کو سارے ہندستان میں ایسا شدید زلزلہ آیا کہ بڑی بڑی مستحکم عمارتیں گر پڑیں اور زمینیں شق ہو کر سوراخ پیدا ہو گئے اور درخت اپنی جگہ پر قائم نہ رہے۔ واقعات باہری اور دوسری تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زلزلہ ہندستان تک محدود نہ تھا بلکہ دوسری ولایات میں بھی شدت سے واقع ہوا۔ اس کی تاریخ حسب ذیل ہے۔

درہ صد واحدی عشر از زلزلہا۔ گردید سواداگرہ چوں مر جلیہا
 بآنکہ بنا ہاشمے عالی بود۔ از زلزلہ شد عالیہا ساقلہا

—————

باب یازدہم

صوبہ بہار میں پٹھانوں کی حکومت

(۱) پٹھان کی وجہ تسمیہ

تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے کہ افغان جب اول اول ہندستان آئے تو پٹنہ میں سلوٹ پزیر ہوئے۔ اسی سبب سے خود کو پٹھان کہنے لگے۔ پٹنہ اور پٹنہ سے معنی شہر کے ہیں۔ اس لیے راقم کے خیال میں

۱۹۱ حسین شاہ شرقی کا باقی حال

حسین شاہ شرقی نے اس کے بعد سلطنت کی ہوس نہ کی۔ تاریخ آئینہ اودھ (صفحہ ۱۹۱) میں مذکور ہے کہ ۹۹۵ھ میں حسین شاہ نے سکندر لودی پر شب خون مارا اور اس کے بعد ۹۹۵ھ میں سکندر لودی نے جوینپور میں سلاطین شرقیہ کی تمام عمارتیں اور مقبرے سہار کر دیے۔ علما کے کہنے سے صرف مسجدیں سلامت چھوڑ دی گئیں۔

سلطان حسین نے باقی عمر اپنے ہم نام سلطان علاء الدین حسین والی بنگال کی رفاقت میں بسر کی اور اپنے بیٹے جلال الدین کے پاس جو شاہ بنگال کا داماد تھا انتقال کیا۔ جلال الدین نے باپ کی لاش کو جوینپور بھیج کر محین خانقاہ جامع مسجد میں دفن کرایا۔ جب خود جلال الدین مرا تو اس کی لاش بھی اس کے بیٹے محمود نے حسین شاہ کی قبر کے پہلو میں دفن کرائی۔ (آئینہ اودھ صفحہ ۱۹۱)

۱۱۰ سکندر لودی کے زمانے کے بعض قابل ذکر واقعات

۹۰۱ھ میں سکندر لودی نے قصبہ سارن جا کر بعض پرگنات کو زمینداروں کے قبضے سے نکال کے اپنے مستندوں کے سپرد کیا اور خود مہلی گر کی راہ سے جوینپور واپس گیا۔

۹۱۵ھ میں سلطان سکندر نے حسین قرملی ضابطہ قصبہ سارن سے بذلن ہو کر حاجی سارنگ کو اس کی گرفتاری کے لیے تعینات کیا۔ حسین قرملی اس کی خبر

لیکن وہ نہ آیا۔ تب انھوں نے تمام امرا اور حکام کو جن میں دریاخان حاکم ولایت بہار سب سے زیادہ ذی اقتدار تھا اور تیس چالیس ہزار ملازم رکھتا تھا، جلال خان کی اطاعت سے باز رکھا۔ جلال خان نے اول جونپور کو چھوڑ کر کالپی میں اپنے نام سے خطبہ دیکر جاری کیا۔ لیکن بالآخر محض جاگیردار ہو کر کالپی میں رہنے کو غنیمت سمجھا۔ اسی زمانے میں بانگر سوادہ رتنوج کی طرف اقبال خاں نے بغاوت کی۔ سلطان ابراہیم لودی نے دریاخان حاکم بہار کو بھی باغیوں کے مقابلے کے لیے لکھا۔ دریاخان نے باغیوں سے مقابلہ کر کے سعید خاں لودی کو گرفتار کیا اور سلطان ابراہیم لودی کو فتح ہوئی۔ لیکن اس وقت میں تمام امرا باغی اور خود سر ہو گئے تھے۔ زمانے کی ہوا کو دیکھ کر بہار میں دریاخان کو بھی جوش آگیا اور خود مختار ہو کر حکومت کرنے لگا۔ دولت خاں نے سلطان ابراہیم سے متوجہ ہو کر بارشاہ کو ہندستان فتح کرنے کی دعوت دی لیکن بابر کے آئے سے پہلے ہی دولت خاں مر گیا اور اسی زمانے میں دریاخان نے بھی انتقال کیا۔

(۳) بہادر خان لوحانی ملقب بہ محمد شاہ ۹۲۲ھ تا ۹۳۷ھ

(۱۵۱۷-۱۵۳۱ء)

دریاخان کے مرنے پر اس کا بیٹا بہادر خان حاکم ہوا۔ اس زمانے میں اکثر امرا مثل خان جہان لودی حسن قمرلی ضابطہ قصبہ سارن و نصیر خان لوحانی حاکم غازی پور باغی ہو کر بہادر خان سے لڑ گئے جس سے تقریباً ایک لاکھ کی جمیعت فراہم ہو گئی۔ بہادر خان نے علی الاعلان خود سری اختیار کی اور اپنا لقب

کچھ ضرور نہیں کہ پٹنہ سے صوبہ بہار کا شہر پٹنہ مراد ہو۔ عجیب بات یہ ہو کہ
 بنگالے کے اکثر دیہاتوں میں اور تمام اڑیسہ میں مسلمانوں کو پٹھان کہتے ہیں۔
 عام اس سے کہ اس کی قومیت کچھ ہو۔ لودی اور سور قبیلوں کی وجہ تسمیہ کے
 متعلق فرشتہ لکھتا ہے کہ خالد بن عبداللہ کامل کی حکومت میں ایک شخص اپنے
 عہدے سے معزول ہو کر مع اہل و عیال کوہ سلیمان میں مقیم ہوا اور اپنی لڑکی
 کی شادی ایک نو مسلم افغان سے کر دی۔ اسی کی اولاد میں لودی اور سور نامی
 دو لڑکے تھے جن سے یہ دونوں قبیلے مشہور ہیں۔ کتاب مخزنِ افغانی میں اس
 کے متعلق کچھ اور روایت ہے۔ اور غزوہ مکہ معظمہ کے واقعات تک سلسلہ ملایا ہے۔
 پنجتوزبان میں لودی کے معنی بزرگ کے ہیں۔

بہر حال ان دونوں قبیلوں میں بہاول لودی اور شیر شاہ سوری اور
 اور ان کی اولادوں نے ہندستان میں سلطنت کی۔

(۲) دریا خان لوحانی ۹۰۲ھ تا ۹۲۲ھ ۹۵۴ھ تا ۱۵۱۶ھ

مبارک خاں لوحانی کے مرنے پر اس کی خدمات کے صلے میں سکندر لودی
 نے دریا خان پسر مبارک خاں لوحانی کو صوبہ بہار کی حکومت تفویض کی ۹۲۲ھ
 میں سکندر لودی کے مرنے پر ابراہیم لودی بادشاہ ہوا۔ اس وقت امر لے ذی اقتدار
 کی صلاح سے یہ امر طرپایا کہ سلطان ابراہیم سرحد جو نہایت فزراں روار ہے۔ اور
 اس طرف ممالک شمرتی میں جلال خان (برادر ابراہیم لودی) حکمرانی کرے۔ لیکن
 خان جہان لوحانی نے وزیر کو سخت ملامت کی کہ حکومت کو مشترک ٹھہرانا سخت غلطی
 ہے۔ ارکان دولت نے تلافی مانگتے کے لیے جلال خان کو حیلے سے دہلی بلوانا چاہا

مخدوم بھٹی منیری کے مزار کی زیارت کی اور مسجد میں غار ادا کر کے بہت سی خیرات کی۔ اور بہیہ و بھونچ پور ہو کر پانچویں رمضان کو آگرہ واپس گیا۔ بہادر خان (محمد شاہ) نے اس کی واپسی کو بہت غنیمت سمجھا ہوگا۔

(۵) جلال خان لوحانی ۹۳۴ھ تا ۹۴۲ھ (۱۵۳۹-۳۱ء)

محمد شاہ کے مرنے پر اس کا بیٹا جلال خان اس کا جانشین ہوا۔ اس کی کم سنی کے سبب اس کی ماں ملک لاڈو فرید خان (شیر شاہ کی مشورت سے حکومت کا انتظام کرتی تھی۔ فرید خان محمد شاہ کے وقت سے جلال خان کا اتالیق تھا۔ کچھ دنوں کے ملک لاڈو بھی مر گئی۔ اور فرید خان جلال خان کو موجود معطل بنا کر خود حکومت کرنے لگا۔ جلال خان کی حکومت حقیقتاً شیر شاہ کی بادشاہت تھی۔ اس لیے باقی حالات شیر شاہ کی حکومت کے سلسلے میں بیان کیے جائیں گے۔

(۶) فرید خان ملقب بہ شیر شاہ ۹۳۲ھ تا ۹۵۲ھ

(۱۵۳۶-۳۶ء)

اس ذی لیاقت پٹھان کی بدولت صوبہ بہار کو یہ فخر حاصل ہو کہ یہاں کا ایک باشندہ معمولی جاگیر دار کی حیثیت سے ترقی کر کے سارے ہندستان کا بادشاہ ہوا۔

فرید الدین خان بن حسن سور قصبہ ہسرام کارہنے والا تھا۔ حسن سور کا

لہ اکبر نامہ صفحہ ۱۲۹۔ تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۰، جلد ۱ میں بابر شاہ کا منیر میں قیام کنواں صریح طور پر مذکور ہے۔

محمد شاہ رکھ کر خطبہ دیکر جاری کیا۔ بہادر خاں (محمد شاہ) کے زمانے میں ۹۳۵ھ میں بابر نے صوبہ بہار پر فوج کشی کی جو آئندہ سطروں میں مذکور ہوگی۔ محمد شاہ نے ۹۳۷ھ میں انتقال کیا۔

(۳) ظہیر الدین بابر شاہ کی آمد اور جنگ ۹۳۵ھ ۱۵۲۹ء

۹۳۲ھ میں بابر شاہ نے پانی پت کی جنگ میں سلطان ابراہیم لودی کو شکست فاش دے کر ہندوستان کی سلطنت حاصل کی۔ ۹۳۵ھ کے قریب بابر کو معلوم ہوا کہ صوبہ بہار و پٹنہ کے پٹھانوں نے محمود لودی برادر ابراہیم لودی کو بادشاہ بنا کر ایک جمیعت فراہم کر لی ہے اور جنگ کے تہیہ میں ہیں۔ بابر نے مرزا عسکری کو ایک فوج کے ساتھ ادھر روانہ کیا اور چند دنوں کے بعد اتحادی الاول کو خود بھی روانہ ہوا۔ جہنا کو عبور کرنے پر نصرت شاہ والی بنگالہ کا ایلچی بعض تحائف لے کر انظار اطاعت کو حاضر ہوا۔ گھاگھرا ندی کے قریب پہنچنے پر بابر نے حکم دیا کہ مرزا عسکری کی فوج دوسرے کنارے پر ٹھہرے۔ پٹھانوں نے خبر پا کر ایک لشکر کے ساتھ دھاوا کیا۔ بابر نے کوئی اسٹھ سواروں سے ان کا مقابلہ کیا۔ اور اسی وقت مرزا عسکری کی فوج بھی کمک میں آگئی اور پٹھانوں نے فرار کیا یہ سحر ک گھاگھرا اور گنگا ندی کے کنارے پیش آیا۔ بابر نے اس فتح کے بعد صوبہ بہار کا بندوبست مرزا محمد زمان کو سپرد کیا۔ اور خود منیر میں قیام کر کے

۱۰ طبقات اکبری صفحہ ۳۴۶۔ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۶۱، اور اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۱۲۱ وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے۔

۱۱ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۴۴ اور تاجخون شہزاد اکبر نامہ وغیرہ میں ابھی یہ ہے۔

متفکر ہو کر بہادر خان لوحانی ملقب بہ محمد شاہ حاکم بہار کا سہارا پکڑا اور اس کے کم سن بیٹے جلال خاں کا اتالیق مقرر ہو گیا۔ اسی محمد شاہ کی ملازمت میں فرید خاں نے ایک شیر کو شمشیر سے ہلاک کر کے شیر خاں کا لقب حاصل کیا۔ مغلوں کے آنے سے تمام ملک میں ہل چل مچی ہوئی تھی۔ شیر خاں اپنی جاگیر کے بندوبست کا حیلہ کر کے کچھ دنوں کی رخصت پر سہسرام چلا گیا اور بعد انقضائے میعاد واپس نہ آیا۔ اس وقت محمد خان سور حاکم جو پورے راجہ شیر خاں کا مخالف اور اس کے سوتیلے بھائیوں کا طرف دار تھا، محمد شاہ حاکم بہار سے شکایت کی کہ شیر خاں بڑا مکار ہے۔ وہ محمود لودی پسر سکندر لودی کے آنے کا منتظر ہے، بہتر ہے کہ اس کی جاگیر اس کے بھائی سلیمان اور احمد کو دے دی جائے۔ محمد شاہ نے بلا سبب تغیر جاگیر کو مناسب نہ سمجھا لیکن بالآخر سہام شرعی کے مطابق تقسیم جامداد کی اجازت دے دی۔ محمد خان سؤر نے اپنے غلام شاہی نامی کو تقسیم جاگیر کے لیے سہسرام بھیجا۔ شیر خاں نے جواب دیا کہ مجھ کو ترک دینے میں عذر نہیں لیکن جاگیر شاہی فرمان سے حاصل ہوئی ہے اور حکومت میں شرکت نہیں ہوتی۔ محمد خان سؤر نے برہم ہو کر سپاہیوں کو بتائیں کیا کہ خواص پور ٹانڈہ کی جاگیر بزرگ شمشیر سلیمان کو دے دی جائے شیر خاں ہر اس ہوا کر سلطان جنید برلاس کے پاس راجہ بابر کی طرف سے کٹہہ نامک پور کا حاکم تھا، چلا گیا اور اس کی مدد سے پھر اپنی جاگیر پر قابض ہوا۔

محمد خان سؤر نے ہزیمت اٹھا کر رہتاس کے پہاڑوں میں پناہ لی لیکن شیر خاں نے ازراہ شرافت اس کو کہلا بھیجا کہ میں آپ کو چچا کی جگہ پر سمجھتا ہوں۔ مجھے اپنی جاگیر سے غرض تھی۔ آپ سے کچھ پر خاش نہیں۔

شیر خاں جاگیر پر قابض ہو کر جنید برلاس کی ملازمت میں رہنے لگا۔

کا باپ ابراہیم موراول اول ولایت روہ سے (تندھار کے قریب) ہندستان آکر سلطان بہلول لودی کے ایک سردار کا ملازم ہوا۔ سکندر لودی کے عہد میں جمال خاں حاکم جوہنپور نے حسن سؤر کو منصب پانصدی اور ہسرام اور خواص پور ٹانڈہ میں جاگیریں عطا کیں۔ حسن سؤر نے فرید خان کی ماں کے علاوہ ایک کینز سے بھی شادی کر لی تھی۔ خانگی معاملات کی بے لطفی کے سبب فرید خاں گھر سے بیزار ہو کر جوہنپور چلا گیا۔ اور تحصیل علم میں مشغول ہو کر گلاتاں و بوستاں و سکندر نامے کا فیہ مع حواشی اور بعض کتب سیر و توارخ کے درس سے فارغ ہوا۔ دو تین سال کے بعد اتفاقاً حسن سؤر جوہنپور آیا۔ اس وقت بعض قرابت مندوں نے فرید خاں کو باپ سے ملایا اور باپ نے خوش ہو کر جاگیر کا انتظام فرید خان کے سپرد کیا۔ تھوڑی ہی مدت میں فرید خاں سرکش زمینداروں کو سرکر کے رعب و اقتدار قائم کر لیا۔ لیکن اس کے بعد ہی حسن سؤر نے بعض وجوہ سے جاگیر کا انتظام بجائے فرید خاں کے اس کے سوتیلے بھائیوں (یعنی سلیمان و احمد) کے سپرد کر دیا۔ فرید خاں آزرہ ہو کر آگرہ چلا گیا اور سلطان سکندر لودی کے ایک امیر کبیر دولت خان لودی کی ملازمت میں بسر کرنے لگا۔ اور اسی کی سفارش سے باپ کی جاگیر اپنے نام منتقل ہونے کی سلطان سے درخواست کی۔ سلطان سکندر لودی نے جاگیر منتقل نہ کی بلکہ یہ جواب دیا کہ جو شخص باپ سے گلہ رکھتا ہو وہ بد ہو لیکن حسن سؤر کے مرنے پر ابراہیم لودی نے جاگیر فرید خان کے نام منتقل کر دی۔ فرید خاں نے جاگیر پر قبضہ کیا۔ لیکن ابھی اس کو پورا اطمینان نہ ہونے پایا تھا کہ ۹۳۲ھ (۱۵۲۶ء) میں لودیوں کی بساط الٹ گئی۔ اور سلطان ابراہیم لودی کے منہزم اور مقتول ہونے پر بابر شاہ بادشاہ ہوا۔ فرید خاں نے

بہر کیف شیرخان مغلوں سے مایوس ہو کر بہار واپس آیا۔ اور بدستور
جلال خان پسر محمد شاہ کا اتالیق مقرر ہو گیا۔ ۹۲۶ء میں محمد شاہ نے
انتقال کیا۔ اور جلال خان اس کا جانشین ہوا۔ جلال کی کم سنی کے سبب
اس کی ماں ملکہ لاڈو شیرخان کی مشورت سے حکومت کرتی تھی۔ تھوڑے ہی
دنوں میں وہ بھی مر گئی اور شیرخان مدارالمہام ہو کر حکومت کرنے لگا۔

اس زمانے میں مونگیر، حاجی پور اور ترہت کے علاقے بادشاہ بنگالہ
کے زیر فرمان تھے۔ نصرت شاہ والی بنگالہ نے ۹۲۷ء کے قریب اپنے
دو قرابت مندوں یعنی علاء الدین اور مخدوم عالم کو (جو سلطان علاء الدین
حسین والی بنگالہ کے داماد تھے) ترہت اور حاجی پور کا حاکم مقرر کیا تھا۔
۹۲۳ء میں نصرت شاہ خواجہ سراؤں کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کا
بیٹا فیروز شاہ بادشاہ بنگالہ ہوا۔ لیکن تھوڑے ہی زمانے میں اس کے چچا
محمود شاہ نے اس کو قتل کر کے بنگالہ کی سلطنت پر قبضہ کیا۔ اس اثنا میں شیرخان
نے مخدوم عالم حاکم حاجی پور سے ایسا ربط و اتحاد پیدا کیا تھا کہ محمود شاہ والی بنگالہ
نے قطب خان حاکم مونگیر کو مخدوم عالم کی گوشمالی کا حکم دیا۔ شیرخان نے اول صلح
کی گفتگو چھیڑی۔ لیکن بالآخر جنگ کر کے قطب خان کو شکست دی اور اس
کو قتل کر کے تمام مال و اسباب چھین لیا۔ اس واقعے سے بہار کے لوجانی پٹھانوں
نے ازراہ خوف و حسد جلال خان کو شیرخان کی بڑپنی کی صلح دی۔ شیرخان

۱۷ ریاض السلاطین صفحہ ۱۳۸ کے مطابق فیروز شاہ نے تین برس اور اٹھارہ شش ہسٹری آف
بنگال صفحہ ۱۳۱ کے مطابق صرف تین چھینے حکومت کی۔

۱۷ اس کے بعد مخدوم عالم محمود شاہ سے جنگ کر کے مارا گیا۔ (ریاض السلاطین صفحہ ۱۴۰ اور

اس نے مغلوں کے طور طریقے دیکھ کر اپنے مطلب کی بہت سی باتیں حاصل کر لیں۔ انھی دنوں میں اپنے یاروں سے کہا کرتا تھا کہ مغلوں کو ہندوستان سے نکال دینا کچھ بڑی بات نہیں۔ ان کا بادشاہ اپنے کاموں میں خود فکر نہیں کرتا اور وزرا پر دار و مدار رکھتا ہے جو اکثر راشی اور ناحی شناس ہیں۔ اگر ہم افغانوں میں آپس کا نفاق مٹ جائے تو بادشاہ ہونا قسمت سے کچھ بعید نہیں۔ ۱۷

جنید برلاس کی معیت میں ایک دن شیر خاں بابر کے دسترخوان پر حاضر ہوا۔ اس روز کھانوں میں استخوان مایہ بھی تھا۔ شیر خاں نے یہ کھانا پہلے کبھی نہ کھایا تھا۔ اس نے جیب سے چاقو نکال کر اس کے ٹکڑے کر ڈالے اور پیٹ میں رکھ کر چھپے سے کھانا شروع کیا۔ بابر کی اس پر نظر پڑی تو دریافت کیا کہ یہ پٹھان کون ہے۔ میرا میر خلیفہ سے کہا کہ اس پٹھان کی آنکھوں سے فتنہ ٹپکتا ہے۔ اس سے ہو خیار رہنا چاہیے۔ (یا قید کرنا چاہیے) ۱۸

شیر خاں نے متوہم ہو کر آدمی رات کو فرار کیا اور اپنی جاگیر میں آکر جنید برلاس کو لکھ بھیجا کہ محمد خان سوزمے جاگیر سے بے دخل کرے کی فکر میں تھا اس لیے بلا رخصت چلا آیا ہوں۔ آپ کچھ اور خیال دل میں نہ لائیے۔ میں آپ کے دولت خواہوں میں ہوں۔

۱۹ طبقات اکبری جلد ۲ صفحہ ۹۳ تاریخ مرشد صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳ میں مذکور ہے۔

۲۰ طبقات اکبری صفحہ ۹۲، اکبر نامہ صفحہ ۱۶۷ جلد ۱ اور سیر الملکوتین صفحہ ۷۷، اذنیۃ تاریخوں میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ اس سے بابر کی موسم شناسی کا پتا ملتا ہے کیونکہ بابر کے بعد اس کے بیٹے ہمایوں کے لیے شیر شاہ سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہ تھا۔ اس قسم کا ایک واقعہ پرفیسر دیمیری کے سفر نامہ میں بھی مذکور ہے۔ دیمیری قسطنطنیہ سے سرحد افغانان تک سلطان کے بھیس میں پہنچا لیکن درست محمد خان نے دیکھتے ہی کہا کہ از شما بوی کفر می آید۔ اور اس کا یورپین میسائی ہونا معلوم کر لیا۔

(۱) شیرخان ہمایوں بادشاہ سلطان محمود لودی اور

سلطان محمود والی بنگالہ

جس وقت شیرخان چنار کی طرف تھا بہار کے پٹھانوں نے محمود لودی برادر سلطان ابراہیم لودی کو جو اس وقت آوارہ حال چنور میں تھا بہار بلوا کر بادشاہ بنایا۔ جو مختصر ابراہیم لودی کے حال میں مذکور ہو چکا ہے۔ شیرخان نے یہ دیکھ کر کہ پٹھان سب محمود لودی کے طرف دار ہو رہے ہیں، خود بھی ان سے مل گیا۔ پٹھانوں نے تمام علاقوں کو آپس میں تقسیم کر لیا اور ایک حصہ شیرخان کے لیے چھوڑ دیا، اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ شیرخان محمود لودی کی ملک کو مستعد رہے اور جو بنور دادہ مغلوں کے قبضے سے برآوردہ ہونے پر صوبہ بہار شیرخان کے لیے تخلص چھوڑ دیا جائے۔ اس کے بعد محمود لودی جو بنور کی طرف روانہ ہوا۔ شیرخان ہسرام واپس گیا اور محمود لودی کے بلانے پر اول تولیت و محل کرتارہا اور بہت اصرار کے بعد فوج لے کر پہنچا بھی تو ہمایوں سے (جو ۹۳۷ھ میں باپ کے بعد بادشاہ ہوا تھا) مل گیا۔ محمود لودی شکست کھا کر پھر پٹنہ واپس آیا۔ اور جب ہمایوں نے ادھر کا رخ کیا، محمود لودی نے اڑیسہ کی راہ لی اور ۹۳۹ھ میں وہیں انتقال کیا۔

محمود لودی کی شکست کے بعد شیرخان نے بہ ظاہر ہمایوں کی متابعت قبول کر کے قلعہ چنار اپنے قبضے میں رکھا تھا۔ اور اپنے بیٹے قطب خان اور شیر خاص عیسیٰ خان حجاب کو ہمایوں کی ملازمت میں گجرات کی مہم پر روانہ کیا تھا۔

۱۷ اس رمز سے آگاہ ہو کر مخالفوں کو تحصیل مال گزاری کے حیلے سے مختلف پرگنات میں بھیج دیا اور لودی و سوار قبیلوں کے پٹھانوں کو ملا کر ایسی جمیعت فراہم کی کہ جلال خان اور لوحانی پٹھانوں سے کچھ بنائے نہ بنی۔ انھوں نے عاجز آ کر محمود شاہ والی بنگالہ کی رفاقت اختیار کی۔ محمود شاہ نے ابراہیم خاں پر قطب خاں کو شیر خاں سے انتزاع حکومت کے لیے متعین کیا۔ شیر خاں اب اور بھی شیر ہو گیا تھا۔ اس نے شہر کے گرد خندق کھدوا کر اس کی مٹی سے حصار گلی تیار کیا۔ ابراہیم خاں نے اس بندوبست کو دیکھ کر بنگالے سے کمک مانگی۔ شیر خاں نے دیکھا کہ کمک آنے سے پہلے ہی فیصلہ کر لینا چاہیے۔ اس نے کچھ آدمیوں کو تیر اندازی کرتے ہوئے حصار سے باہر لٹکالا۔ اور ان کو یہ ہدایت کی کہ جب ابراہیم خاں کی فوج حملہ آور ہو تو خوف و ہراس ظاہر کر کے بھاگنا۔ ابراہیم خاں کی فوج تھوڑے آدمیوں کو دیکھ کر دوڑ پڑی اور شیر خاں کے آدمی بے ترتیبی سے بھاگنے لگے۔ جب ابراہیم خاں کی فوج تعاقب میں اپنے نیل اور توپ خانے سے جدا ہو گئی اس وقت شیر خاں کی تازہ دم فوج جو ٹیلوں کی آڑ میں دونوں طرف چھپی ہوئی تھی ابراہیم خاں پر ٹوٹ پڑی۔ ابراہیم خاں مقتول ہوا اور جلال خاں لنگڑا ہو کر افتاں و خیزاں بنگالے واپس گیا۔ اس فتح سے بہت سالوں اسباب شیر خاں کے ہاتھ آیا اور اس کے علاوہ اس نے تاج خاں حاکم چنار کی ایک بیوہ سے (جو عقیق تھی) عقد کر کے بہت سال حاصل کیا اور تاج کے لڑکوں کی خانہ جنگی کے سبب قلعہ چنار پر بھی قبضہ کر لیا۔

ہو۔ ہمایوں نے فوج کو کوچ کا حکم دیا اور خود بھی روانہ ہوا۔ کھل گانہ پہنچے پر معلوم ہوا کہ محمود شاہ کے دولٹے کے جو شہر گڑ کے محاصرے میں جلال الدین پسر شیر خاں کی قید میں آگئے تھے قتل کر دیے گئے۔ محمود شاہ جو پہلے سے زخمی اور رنجور تھا اس اندوہ ناک خبر سے جاں بر نہ ہوا۔ بہر کیف ہمایوں نے ایک دستہ جہاں گیر بیگ کے تحت میں تیلیا گڑھی کی طرف روانہ کیا لیکن جلال خاں و خواص خاں نے اس کو شکست دی اور ہمایوں کو دوسری فوج بھیجی پڑی۔ اس اثنا میں شیر خاں (مع جلال خاں و خواص خاں) ابنگالے کا خزانہ اور تمام مال و اسباب لے کر چھار کنڈ کی راہ سے رہتاس کی طرف آیا۔ اور چنتاسن داس قلعہ دار رہتاس کو ایک برہمن کی سفارش سے حصہ والا خزانہ اور عورتوں کو قلعے میں رکھنے کے چیلے سے ڈلیوں میں سپاہیوں کو بھیج کر اچانک اس قلعے پر قبضہ کر لیا۔

ہمایوں نے میدان خالی سمجھ کر بنگالے پر قبضہ کر لیا اور دار السلطنت گڑ کے نام میں تینیس مذموم ہونے کے سبب اس کو جنت آباد کے نام سے موسوم کیا۔ چند مہینے عیش و عشرت اور لڑائی غفلت میں بسر کرنے کے بعد ہمایوں کو معلوم ہوا کہ اس کا بھائی سیرزا ہندال دہلی کی طرف اپنی بادشاہت کی فکر میں ہو۔ اور شیر خاں نعل سرداروں کو قتل کر کے مونگیر پر قابض ہوا چاہتا ہو۔

ہمایوں متروک ہو کر بنگالے سے روانہ ہوا اور مونگیر کے قریب گنگا کو عبور کر کے

۱۷ اکبر نامہ صفحہ ۱۹۹ میں خود چنتاسن داس کو رہن لکھا ہو۔ لیکن اور کسی تاریخ میں ایسا نہیں ہو۔

۱۸ توک جہانگیری صفحہ ۲۲ میں لکھا کہ ہمایوں کی مہم کے وقت دلاور خاں پسر خور دولت خاں لودھی تھا۔ مونگیر میں مقیم تھا۔ اور بعد کو شیر خاں کی قید میں آگیا تو شیر خاں نے اس کو نوکر رکھ لینا چاہا لیکن اس نے قبول نہ کیا۔

لیکن بعد میں یہ گجرات سے بھاگ کر شیرخان کے پاس چلے آئے۔
 صوبہ بہار میں شیرخان کی شدہ زوری کا بدل معلوم کر کے ہمایوں نے

میں ادھر کا رخ کیا اور قلعہ چنار کا محاصرہ کر کے اس کو مفتوح کیا۔ شیرخان
 نے اسی زمانے میں بنگالے کے دارالحکومت شہر گوڑا لکھنؤ کی محاصرہ کیا تھا
 محمود شاہ والی بنگالہ نے ضیق محاصرے سے تنگ آکر مقابلہ کیا اور تھوڑی
 لمبائی کے بعد شکست کھا کر کشتی پر سوار ہو کر حاجی پور کی طرف چلا آیا۔ اتفاقاً
 اسی عرصے میں شیرخان بھی کسی زمیندار کے فساد کے سبب بہار کی طرف چلا
 آیا۔ اس کے بیٹے جلال خان بھی اور ایک سردار خواص خاں نے بنگالے پر
 قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بعد ہی شیرخان خود بھی بہار سے فارغ ہو کر بنگالے
 واپس پہنچا۔ محمود شاہ بنگالہ نے مونگیر کے قریب (مقام سورج گڑھ میں)
 اس سے مقابلہ کیا۔ لیکن شیرخان کو پھرتی ہوئی اور محمود زخمی ہو کر ہمایوں
 کے پاس پہنچا اور اس سے مدد کا خواستگار ہوا۔

ہمایوں نے بنگالے کا عزم کیا۔ اور جب چنا سے آگے بڑھا شیرخان نے اپنے
 بیٹے جلال خان کو تیلیا گڑھی اور سکری گلی کی گھاٹیوں پر تعینات کر دیا۔ ہمایوں
 کے پٹنہ آنے پر برسات آگئی تھی اس لیے اکثر امرا نے برسات تک اس جہم کو
 ملتوی رکھنے کی صلاح دی۔ لیکن محمود شاہ نے کہا کہ شیرخان کو اب تک بنگالے
 میں استقلال نہیں ہوا ہے۔ اس لیے اس وقت اس کو شکست دینا زیادہ آسان

۱۷ اکبر نامہ صفحہ ۱۶۷ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ کے ایک نسخے میں اس جگہ بجائے

محمود شاہ کے نصیب شاہ لکھ دیا ہے۔ حالانکہ تمام تاریخوں کی رو سے محمود شاہ ہی صحیح ہے اور
 نصیب شاہ (نصرت شاہ) اس سے بہت پہلے مارا گیا تھا جو قبل میں مذکور ہو چکا ہے۔

میں مذکور ہو۔ جس کی تفصیل کو خاص اس صوبے کی تاریخ سے چنداں تعلق نہیں۔

شیر شاہ نے ۹۴۲ھ میں خضر خاں شروانی کو بنگلے کا حاکم مقرر کیا اور غالباً اسی کے بعد سلیمان خاں کرارانی کو صوبہ بہار کا حاکم بنایا تھا۔ خضر خاں نے محمد شاہ سابق سلطان بنگلے کی لڑکی سے شادی کر لی اور بادشاہوں کا طرز معاشرت اختیار کیا۔ شیر شاہ اس کی خبر لینے کو آگرے سے بنگلے کی طرف روانہ ہوا اور خضر خاں راہ سے استقبال کر کے اس کو لے جائے کو آیا تو اچانک قید کر لیا گیا۔ اس کے بعد شیر شاہ نے امر کو آپس میں لڑوا کر طوائف الملوکی پیدا کر دی اور قاضی فضیلت کو تمام امور کے فیصلے کے لیے چھوڑ کر خود آگرے واپس گیا۔

(۸) قلعہ پٹنہ کی تعمیر ۹۴۹ھ (۱۵۴۵ء)

تاریخ داؤدی میں مذکور ہو کہ شیر شاہ نے بنگلے سے واپس آکر پٹنہ میں گنگا کے کنارے قلعہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ معماروں اور خشت سازوں نے پانچ لاکھ روپے اس کے خرچ کا تخمینہ کیا۔ شیر شاہ نے بعض ستموں کی نگرانی میں کام شروع کرایا اور کچھ عرصے میں مستحکم قلعہ تیار ہو گیا۔

کرنل ویڈل نے لکھا ہے کہ غالباً یہ قلعہ پاٹلی پتر کی اینٹوں سے تیار ہوا۔ اور اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ تاریخ شیر شاہی کے مطابق یہ قلعہ دو میل لمبا تھا۔

لے لطیفات اکبری اور ریاض السلاطین صفحہ ۴۲ میں قاضی فضیلت اور تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۲۳ میں قاضی فصیح لکھا ہے۔ داؤدی صفحہ ۳۹۵ جلد اول میں قاضی فضیلت کا اسم با سنی بقاضی فیضت در میان عوام شہور بود لکھتا ہے۔

پٹنہ ہوتا ہوا بکسر پہنچا۔ شیر خاں نے اپنی فوج ہمایوں کے پیچھے لگادی اور صوبہ بہار سے نکلنے کے راستے بھی مسدود کر دیے۔ کچھ مدت تک طرفین کی فوجیں چوسا کے قریب خیمہ زن رہیں اور صلح کی گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر دو مہینوں کے بعد شیر خاں نے اپنے مرشد شیخ خلیل کو بھیج کر اس شرط پر صلح کی کہ بنگالہ و بہار شیر خاں کے قبضے میں رہے اور سکد و خطبہ ہمایوں کے نام جاری ہو۔ شیر خاں "الحرب خدعتہ" کا قائل تھا۔ اس نے قول و قسم سے ہمایوں کو مطمئن کر کے شب کو اچانک حملہ کر دیا۔ ہمایوں کی فوج کو ہتھیار اٹھانے کی بھی مہلت نہ ملی اور بدھو اسی میں ندی کی طرف بھاگنے لگی۔ شیر خاں نے کرمناسہ ندی کا نل پہلے ہی ٹرڈا ڈالا تھا۔ مغل سپاہی جو تیغ کے گھاٹ نہ اترے کرمناسہ اور گنگا میں غرق ہوئے۔ مرزا محمد زمان۔ مولانا بابر علی۔ مولانا قاسم علی صدر اور مولانا جلال تتوی وغیرہ کئی امرا ڈوب کر ہلاک ہوئے۔ خود ہمایوں اتفاقاً نظام ستے کی مدد سے مشک کے سہارے پار اتر کر چند رفقا کے ساتھ تباہ حال آگرے پہنچا۔ یہ واقعہ ۱۵۹۵ء کا ہو۔ اس ہنگامے میں ہمایوں کی ایک بیوی حاجی بیگم بھی شیر خاں کی قید میں آگئی تھی لیکن شیر خاں نے عزت و احترام کے ساتھ اس کو واپس بھیج دیا۔ جان بچانے کے صلے میں ستے نے گھڑی بھر کے لیے ہندستان کی بادشاہت پائی۔ اور اسی واقعے سے "ستے کی بادشاہت" (یعنی گھڑی بھر کا عیش یا حکومت اُردو زبان کا محاورہ) ہو گیا ہے۔

اس کے بعد ہمایوں کا قنوج کی طرف شیر خاں سے شکست کھانا اور وہاں سے لاہور کی طرف جانا، اور وہاں بھی قدم نہ بٹھنے پر سندھ ہو کر فرار کر کے ایران کی راہ لینا۔ اور شیر خاں کا فتح مند ہو کر ہندستان کے تخت پر جلوس کرنا اور شیر شاہ کا لقب اختیار کر کے پانچ برس سے کچھ زیادہ بادشاہت کرنا تمام تاریخوں

اس کے مرنے کی تاریخ "زائش مرد" ہے۔ اس کی لاش ہسرام لاکر عالی شان مقبرے میں دفن کی گئی تھی۔ اس نے رفاہ عام کے کام بھی بہت کیے۔ سنا کہ انور ڈھاکہ سے پنجاب تک ایک سڑک بنوائی اور اس کے دونوں جانب درخت لکھ کر رکھے۔ اور جا بجا سرائیں بنوائیں جہاں ہندو اور مسلمان مسافروں کو رسد اور کھانا دیا جاتا تھا۔ جس وقت شیر شاہ کھانے کو بیٹھتا گنڈ بجا یا جاتا تھا جس کی آواز ایک سرائے سے دوسری سرائے تک پہنچ جاتی تھی۔ اور اس طور پر سارے ملک میں یہ ایک وقت کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ ہاشم علی خاں خانی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بھٹیاریے انھیں سرائوں میں کھانا تقسیم کرنے والوں کی اولاد سے ہیں۔

زمین کے اقسام کے مطابق مال گزاری کی تشخیص اور بندوبست کے

۱
۱۔ شیر شاہ کی لاش کا ہسرام میں مدفون ہونا تاریخ بدلتی صفحہ ۲، ۳ جلد اول میں صریح طور پر مذکور ہے۔ اور تھوڑے تاریخ موت یہ ہے۔

شیر شاہ آن کہ از منہاست او شیر و بز آب و اہم بخورد از جہاں رفت و گفت پیر خرد سال تاریخ آن زائش مرد

انگریزی حکام نے مقبرے پر ایک کتبہ اس مضمون کا نصب کروا دیا کہ یہ مقبرہ خود شیر شاہ کے اپنی زندگی میں تیار کرایا تھا۔ لیکن مقبرے کی عمارت پر عربی میں اصلی کتبہ موجود ہے جس میں صاف و صریحاً مذکور ہے کہ یہ مقبرہ سلیم شاہ نے ۹۵۶ھ میں تعمیر کرایا۔ اصل عبارت یہ ہے:

"فی عہد الدولت نصیر الملت والمسلمین قاطع البدعت والکلی السلت المویید من السماء المظفر من الاعداء سلیم شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ و سلطانہ اعلی اللہ شانہ بنی فی سنہ خمسین و ستہ و تسع مایۃ"

اور اتنے بڑے قلعے کے لیے پانچ لاکھ روپے صرف مزدوری کو کافی ہو سکتے ہیں۔
 راقم کے خیال میں یہ قیاس صحیح نہیں اس لیے کہ پاٹلی پتر کے کھنڈروں میں
 ہوا اینٹیں پائی جاتی ہیں وہ اس قلعے کی اینٹوں سے بالکل مختلف ہیں۔ اور
 پاٹلی پتر کے خوش نما ترشے ہوئے پتھروں کا بھی کوئی وجود اس قلعے کے کسی
 حصے میں نہیں پایا گیا۔ برخلاف اس کے قلعے کا وہ پشتہ جو گنگا کے دھارے
 سے نکلا تارہتا ہو اور جس کو بشت ہبرے غلطی سے پہاڑی ٹیلہ سمجھا تھا۔
 اس کی تعمیر ہو ہو اس طور کی ہو جیسی راج گیر میں بن گنگا نامی نالے کے
 قریب قدیم ترین قلعے کی فصیل ہو۔ غالباً یہ حصہ راجا اجات ستر کے بنائے
 ہوئے قلعے کی یادگار رہ گیا ہو جس کی کیفیت اس راجا کے حالات میں بھی
 مذکور ہو چکی ہو۔ چینی جاتری یوانگ چوانگ کی تحریر سے بھی پایا جاتا ہو کہ
 ۶۳۳ء کے قریب گنگا کے کنارے ہو سہرا باد تھا وہ فصیلوں سے محیط تھا۔
 اس سے بھی قریب قیاس ہو کہ شیر شاہ نے کوئی نیا قلعہ نہیں بنوایا۔ بلکہ پڑائے
 قلعے کو مجدد دوست کرایا اور اس کے لیے اس زمانے میں پانچ لاکھ کی رقم کافی ہوگی۔

(۹) شیر شاہ کی موت اور اس کے ورثا کا حال

شیر شاہ نے پندرہ برس حکومت کی اور اس مدت میں پانچ برس سے
 کچھ زیادہ سارے ہندستان کی بادشاہت کی۔ اور ۱۵۴۵ء مطابق ۱۵۴۵ء میں
 قلعہ کانہر کی تسخیر میں ایک سرنگ کے پھٹنے سے باروت سے جل کر انتقال کیا۔

لہ ڈسکوری آف دی انڈیا سائٹ آف پاٹلی پتر۔ مصنف کرنل ویڈل ۱۸۷۷ء۔

بہار شاہ نے جنگ کر کے شہباز خاں کو قتل کیا۔ اور خود برسر حکومت ہو کر اپنے نام سکد و خطبہ جاری کیا۔ عدلی شاہ نے خود بنگالے پر فوج کشی کی اور مونگیر کے قریب (غالباً سورج گڑھ میں) سخت جنگ ہوئی۔ بہادر شاہ نے ۱۱۳ھ میں عدلی کو قتل کر کے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لیا۔ بہادر شاہ سؤر نے چھو برس حکومت کر کے ۱۱۶ھ میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی جلال خاں سؤر تین برس حکمران رہا۔ اس کے مرنے پر اس کے خور و سال بیٹے کو غیاث الدین نامی ایک سردار نے مار ڈالا اور خود حکومت کر لے لگا۔ اس وقت سلیمان کرارانی حاکم بہار نے اپنے بھائی تاج خاں کرارانی کو بنگالے روانہ کیا۔ تاج خاں نے غیاث الدین کو شکست دے کر بنگالے پر قبضہ کر لیا۔

جس زمانے میں عدلی نے جو پور پر قبضہ کیا احمد خان سورا اور ابراہیم خاں سورا جو شیر شاہ کے بیٹی عم میں تھا اور عدلی کی بہن بھی اس کے عقد میں تھی خود اپنی اپنی سلطنت قائم کرنے کی فکر میں پڑے۔ احمد خاں نے اپنا لقب سکندر سؤر رکھ کر پنجاب میں حکومت قائم کی اور ابراہیم سؤر نے دہلی پر قبضہ کر کے سکندر سؤر سے جنگ کی۔ لیکن مغلوب ہو کر سنیل اور کالپی کی طرف چلا آیا۔ عدلی کی فوج نے اس کو یہاں سے بیانہ کی طرف بھگادیا جس زمانے میں ہیمو بقال بیانہ کے محاصرے میں مصروف تھا۔

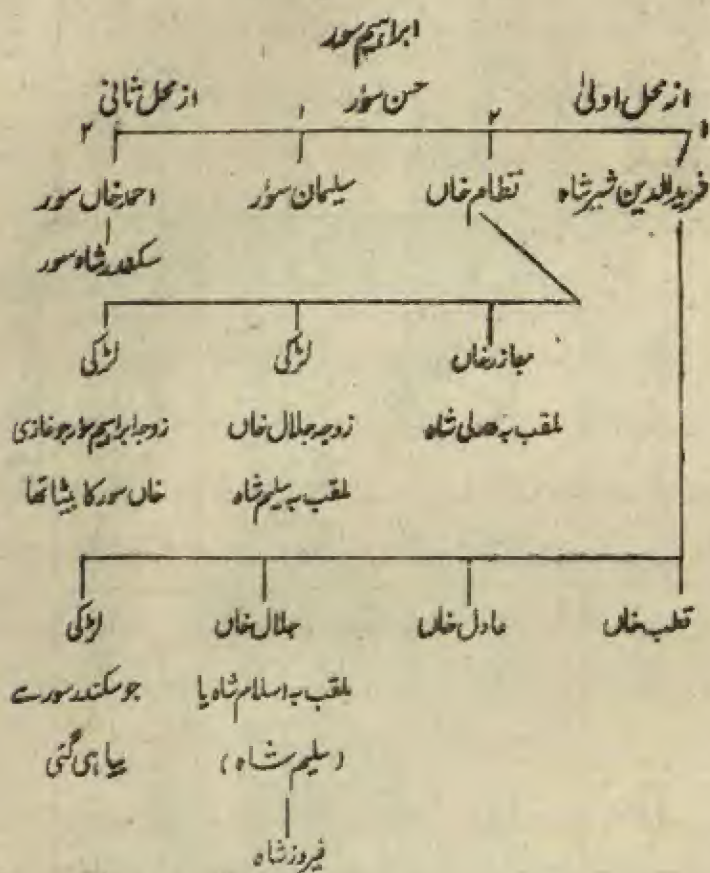
محمد سؤر نے جون پور پر چڑھائی کی۔ عدلی نے ہیمن کو بیانہ سے طلب کیا۔ راہ میں آگرے کے پاس ہیمن اور ابراہیم سؤر میں مقابلہ ہوا۔ ابراہیم سؤر شکست کھا کر پٹنہ آیا اور راجا رام چندر سے جنگ کر کے گرفتار ہوا۔ لیکن راجا نے اس سے باہر شاہوں کی طرح

آئین جو اکبر شاہ کے زمانے میں زیادہ مکمل ہوئے اور بعض ترمیم کے بعد انگریزی حکومت میں اب تک جاری ہیں، حقیقتاً شیر شاہ کی مجاہد سے تھے۔ رعایا کے معاملے میں اس کا عدل و انصاف بے نظیر تھا۔ البتہ موزعوں کا اعتراض ہو کہ ہمایوں اور پورن مل کے ساتھ اس نے عہد شکنی کی۔ بعض اہل وطن نے وطنیت کے غلو میں مہل تو جہین بیان کر کے اس کے الزام کو سرے ٹالنا چاہا ہے۔ لیکن جو فعل فی نفسہ مذموم ہو کسی طرح متحسن نہیں ہو سکتا۔

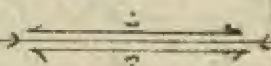
شیر شاہ کے مرے پر اس کا بیٹا سلیم شاہ بادشاہ ہوا۔ اس نے اپنے ایک قرابت مند محمد خان سؤر کو حاکم بنگال مقرر کیا اور سلیمان خاں کرالائی کو صوبہ بہار کی حکومت پر بحال رکھا۔ سلیم شاہ کے مرے پر شہر میں مبارز خان نے اپنے خرد سال بھائی فیروز خان پسر سلیم شاہ کو صریح ظلم سے قتل کر کے تخت سلطنت پر قبضہ کیا اور اپنا لقب عادل شاہ رکھا جو عوام الناس میں عدلی کے نام سے مشہور ہوا۔ محمد سؤر حاکم بنگال نے عدلی کو اپنے آقا کے بیٹے کا قاتل جان کر اس کی مخالفت پر کمر باندھی اور جوئیور پر چڑھائی کی۔ عدلی نے اپنے پیسہ سالاً ہیمنون بقال کو مقابلے کے لیے تعینات کیا۔ اس جنگ میں محمد سؤر مار گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا خضر خان سؤر اس کا جانشین ہوا۔ اس نے اپنا لقب بہادر شاہ رکھا۔ عدلی نے شہباز خان نامی ایک سردار کو بہادر شاہ کی مقاومت کے لیے

لے دیا تو شیر شاہ کا اسد ارج ہو کہ اس نے منتخب التواریخ صفحہ ۱۲۶ اس بادشاہ کے عہد میں پیدا ہونے پر فخر کیا ہے۔ لیکن پورن مل کے معاملے میں شیر شاہ کی عہد شکنی کا اعتراف کیا ہے۔ ابو الفضل نے اکبر نامہ صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۶ میں محض تعصب سے شیر شاہ کا ذکر حقارت کے ساتھ کیا ہے اور اس کو ڈاکو اور خاصیت بتایا ہے جو مغلوں کے مقابلے میں کسی طرح صحیح نہیں۔

(۱۰) شجرہ خاندان شیرشاہ سوار



سلوک کیا اور ابراہیم سؤر آزاد ہو کر ادھر ادھر مارے پھرنے کے بعد اڑیسہ پہنچا۔ بالآخر ۹۷۵ء میں سلیمان کرارانی نے اڑیسہ فتح کر کے ابراہیم سؤر کو قتل کیا۔ اور اسی طرح آوارہ حال ہو کر سکندر سؤر کی زندگی کا بھی خاتمہ ہوا۔



۱۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۱۲۱ و ۱۲۲۔ اکبر نامہ صفحہ ۲۰۔ تاریخ یاداؤنی جلد اول صفحہ ۳۲۲۔ فرشتہ صفحہ ۲۲۰۔ ریاض السلاطین صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۱ اور استوارس ہسٹری آف بنگال صفحہ ۱۱۷ سے پورا بیان ماخوذ ہے۔ ہسٹری آف اڑیسہ مرتبہ بالو آڑوی بینرچی (HISTORY OF ORISSA BY R.D. BANERJI) مطبوعہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۲۲۲ میں مذکور ہے کہ اڑیسہ کے راجا کھندہری چندن نے ابراہیم سؤر کو پناہ دی تھی۔ اور ایک جاگیر بھی سقر رکھ دی تھی۔ اکبر نے سلیمان خاں کرارانی کو ملی قلی خاں رانا کی مدد سے باز رکھنے کے لیے راجا مذکور سے یہ صلح کر لی تھی کہ اگر سلیمان اکبر کی مخالفت کرے تو راجا مذکور سلیمان کی مخالفت کرے۔ لیکن جس زمانے میں اکبر قلعہ چٹوڑ کے محاصرے میں معروف تھا۔ سلیمان کرارانی نے موقع پا کر اڑیسہ پر چڑھائی کر دی۔ اور اس محاصرے میں راجا کھندہری چندن اور ابراہیم سؤر دونوں قتل ہوئے۔

۱۱۱ شیخ علائی اور شیخ بڈھ طیب کا ذکر

سلیم شاہ کے زمانے میں شیخ علائی نے ہمدی ہونے کا دعوا کیا تھا۔ اور
 ملا عبد اللہ سلطان پوری و دیگر علما نے اس کے قتل کا فتوا دیا تھا۔ اس زمانے
 میں صوبہ بہار میں شیخ بڈھ نامی ایک عالم و طبیب حاذق تھا جس سے شیر شاہ کولہسی
 عقیدت تھی کہ اپنے ہاتھوں سے اس کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا۔ اور شیخ بڈھ کی
 تصنیف شرح ارشاد قاضی بھی ہندستان میں بہت شہور تھی۔ سلیم شاہ نے اور
 علما کو صاحب غرض جان کر شیخ علائی کو شیخ بڈھ کے پاس بہار روانہ کیا کہ اس کے
 فتوے کے مطابق عمل کیا جائے۔ شیخ علائی نے شیخ بڈھ کے گھر میں سرود و ساز اور
 بعض خلاف شرع باتیں دیکھ کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول پر ان باتوں
 کو روکنا چاہا۔ شیخ بڈھ نہایت سحر و قریب بہ مرگ ہونے کے سبب بات کرنے کی
 سکت نہ رکھتا تھا۔ اس کے بیٹے اور پوتوں نے جواب دیا کہ ہندستان میں بعض
 رسومات و عادات اس طور کی ہیں کہ اگر ان کو روکا جائے تو نقصان دینی و جانی کا
 احتمال ہو اور ہندستان کی ناقص العقل عورتیں اس نقصان کو نتیجہ احتساب جان کر
 کفر اختیار کرنے کو آمادہ ہو جائیں گی۔ ایسی صورت میں فسق کفر سے بہتر ہے۔ شیخ
 علائی نے جواب دیا کہ یہ خیال ناسد ہو۔ اس لیے کہ جب ان کے عقیدے میں
 شرع کی وقعت دنیاوی نقصان سے کم ہو اور امر معروف کو شخصی موت اور ضرر
 مال و جاہ سمجھتی ہوں تو ان کا اسلام ہی کیا ہو اور ان سے نکاح کب درست ہو کہ
 ان کی مسلمانی کا انفسوس کیا جائے۔ شیخ بڈھ کے لڑکے خاموش ہو رہے اور شیخ بڈھ
 نے معذرت اور استغفار کر کے شیخ علائی کی بے حد تحسین کی اور سلیم شاہ کے نام

سے شاید ملک العلماء دولت آبادی کی تصنیف ارشاد مراد ہو۔

صوبہ بہار کی حکومت پر مامور تھا۔ شیر شاہ کے بعد سلیم شاہ کے عہد میں بھی یہ اپنے عہد و منصب پر قائم رہا۔ جب سورخاندان کی سلطنت کو زوال آیا اور بنگالے میں محمد خان سور کے خاندان کا خاتمہ ہوا۔ اس وقت سلیمان خان نے اپنے بھائی تاج خان کو بنگالے بھیج کر یہاں بھی دخل جمایا۔ تاج خان کے مرنے پر ۹۹۷ھ میں سلیمان خان بلا شرکت احدیٰ بہار کے علاوہ بنگالے کا بھی بادشاہ ہو گیا۔

۹۹۷ھ میں سلیمان نے اڑیسہ فتح کر کے اکثر حصص کو اپنی حکومت میں شامل کیا۔

سلیم شاہ کے مرنے پر ۹۹۶ھ میں ہمایوں نے دوبارہ ہندستان آکر دہلی

پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے مرنے پر ۹۹۳ھ میں اکبر تخت نشین ہوا۔ زمانے کی

نیرنگی کو دیکھ کر سلیمان خان نے آشتی و مداراسے کام لیا اور اکبر کے پاس تحائف

بھیج کر اس کو راضی رکھا۔ سلیمان خان نے باوجود خود مختار حکمران ہونے کے بادشاہ

کا لقب اختیار نہ کیا اور محض حضرت اعلیٰ کہلانے پر قناعت کی۔

۹۹۷ھ میں اکبر شاہ نے خان زمان علی قلی خاں حاکم جونپور پر اس کی بغاوت

کے سبب فوج کشی کی۔ خان زمان نے قبل میں شاہی فوج کو شکست دی تھی

لیکن اس دفعہ منہزم ہو کر حاجی پور میں پناہ لی۔ خان زمان سلیمان کرارانی سے

قوی ربط رکھتا تھا۔ اس لیے اکبر نے حاجی محمد خان بیتانی کو سلیمان کرارانی کے

پاس اس غرض سے بہ طور سفیر روانہ کیا کہ سلیمان کو خان زمان کی مدد سے باز رکھے۔

لیکن محمد خان بیتانی قلعہ رہتا اس ہی تک پہنچا تھا کہ پٹھانوں نے جو خان زمان

سے اتحاد رکھتے تھے محمد خان کو گرفتار کر کے خان زمان کے پاس بھیج دیا۔ خان زمان

محمد خان کا قدیم آشنا تھا۔ اس لیے اس نے اسی کو شفیع بنا کر بادشاہ سے معافی

چاہی۔

اس مضمون کا خط لکھا کہ ایمان مسئلہ ہدویت پر موقوف نہیں اور ہمدی ہونے کی علامتوں میں اختلاف ہو۔ اس لیے شیخ علما کے کفر و فسق کا فتوا نہیں دیا جاسکتا غایت یہ ہو اس کا شبہ رفع کر دیا جائے۔ شیخ بڑھ کے لڑکوں نے شیخ بڑھ کو بھجایا کہ یہ فتوا ملا عبد اللہ صدر الصدور کے فتوے کے خلاف ہو اس لیے اس کے بعد دوبارے یقینی طلبی کا فرمان آئے گا اور اس پیری میں تم دوردوراز کے سفر کی مشقت نہ اٹھا سکو گے۔ آخر انھوں نے خواہ مخواہ شیخ بڑھ کی جانب سے خود دراصل خط سلیم شاہ کے نام اس مضمون کا لکھ دیا کہ اس وقت ملا عبد اللہ بڑا محقق عالم ہو۔ اس کا فتوا بہتہ بین فتوا ہو۔

۱۱۲) سلیمان خان کرارانی ۹۵۰ھ تا ۹۸۲ھ (۱۵۴۲-۱۵۷۳ء)

سلیمان خان کرارانی امرائے شیر شاہی میں تھا اور شیر شاہ کے وقت سے

۱۵ بد اوئی جلد اول صفحہ ۴۰۰ میں منقول مذکور ہو۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۱۱ میں اور اسی کے مطابق تاریخ فرشتے میں بھی منقول پایا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ۹۵۹ھ کا ہے۔

طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۲۳ میں شیخ بڑھ کا ذکر منشا اس طور پر بھی پایا جاتا ہے کہ ایک برہمن کے اس قول پر کہ ”اسلام حق است و دین من نیز درست است ایں سخن بگوش حلا رسید قاضی پیارہ و شیخ بڑھ کہ ہر دو رکعتوں کی بود نہ تنقیض فتوا می دادند“ حیدر آباد میں تاریخ فرشتے کا جو ترجمہ شائع ہوا ہے ”اس میں غلطی سے شیخ بڑھ کا وطن بجائے بہار کے ایک غیر معروف جگہ بتایا ہے۔“

۱۵ اکبر نامہ اور بد اوئی میں کرارانی اور طبقات اکبری صفحہ ۳۱ جلد دوم میں کرارانی اور فرشتہ و ریاض السلاطین میں بھی کرارانی ہے۔ اس اختلاف کا سبب معلوم نہیں۔

میں ساری رات ذکر و عبادت میں گزار دیتا تھا۔ قصب بہار میں مخدوم الملک کی درگاہ کے حلقے کے اندر جو صندل دروازہ مشہور ہے۔ اس جگہ ۹۷۷ھ کا ایک کتبہ ہے جس میں سلیمان کا نام بھی مذکور ہے۔

۱۱۳۱) بایزید خان ۹۸۰ھ - ۱۵۷۲ء

سلیمان کرارانی کے مرنے پر اس کا بڑا بیٹا بایزید اس کا جانشین ہوا۔ لیکن چند مہینوں کے اندر اس کے چچا زاد بھائی ہاشم نامی اور بعض پٹھانوں نے دغا سے اس کو دیوان خانے میں قتل کر ڈالا۔ ہاشم چاہتا تھا کہ خود مندریاست پر متمکن ہو جائے مگر نودی خان افغان نے جو سلیمان کرارانی کے معتمد سرداروں میں تھا۔ اس کی مدد پر چلتے نودی نے

۱۱۳۱) داؤد خان ۹۸۱ھ - ۱۵۷۶ء

ایزید کے مارے جانے پر اس کے چھوٹے بھائی داؤد خان نے تخت نشین ہو کر بہار و بنگالہ و اڑیسہ میں اپنا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ ابتدا میں داؤد خان نے بہت کچھ متعدی سے کام لیا۔ لیکن سلیمان کرارانی کے جمع کردہ خزانے اور فوجی سامان نے جس میں چالیس ہزار سوار۔ ایک لاکھ چالیس ہزار پیادے۔ بیس ہزار ہندوق اور توپیں۔ تین ہزار چھوٹے فیل اور کئی سو فوٹے راجگی کشتیاں۔ ۱۵۷۶ء تا ۱۵۷۷ء صفحہ ۱۶۳ و ۲۰۰۔ ۱۵۷۷ء تا ۱۵۷۸ء صفحہ ۱۶۳ و ۲۰۱ جلد دوم کے مطابق بایزید پانچ چھوٹے حکمران رہا اور ہاشم بایزید کا بیٹا بن گیا۔

اسی زمانے میں اکبر نے حسین خان خزانچی اور ہمایوں کو جو شیر شاہ اور سلیم شاہ کے درباریوں میں تھا۔ اور فن موسیقی اور ہندی شاعری میں بھی بے عدیل تھا۔ اپنا وکیل مقرر کر کے اڑیسہ کے راجہ کے پاس اس خشاے روانہ کیا کہ اس کو خان زمان کی مدد سے باز رکھے اور سلیمان کرارانی سے بھی ساز باز نہ رکھے۔ راجہ کو رنے ان شرطوں کو خوشی سے قبول کیا اور بعض تحفے اور ہاتھی بھی اکبر کے پاس روانہ کیے۔

۹۷ھ میں سلیمان کرارانی نے قلعہ رہتاس کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ فتح خان افغانی قلعہ دار رہتاس نے اکبر کی حکمت عملی کا سال معلوم کر کے اپنے بھائی حسن خان کو اس کے پاس بھیج کر یہ درخواست کی کہ کوئی معتمد شاہی عمل یہاں بھیج دیا جائے تو قلعہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔ اکبر نے اس قلعہ کے یوں مفت ملنے کو غنیمت سمجھ کر جوینور سے قلعہ خان کو حسن خان کے ساتھ روانہ کیا۔ سلیمان کرارانی نے اس کی خبر پا کر خود محاصرہ اٹھالیا۔ اس کے ہٹ چلنے پر فتح خان نے خفیہ اپنے بھائی حسن خان کو اطلاع دی کہ قلعہ میں ذخیرہ بہت کافی جمع ہو گیا ہے۔ کسی جیلے سے جلد واپس چلے آؤ۔ اس اثناء میں قلعہ خان چلا ہی آیا۔ تب فتح خان نے ظاہری مدارات اور زبانی انہماک اطاعت سے کام لیا لیکن قلعہ خان اس کے نفاق سے آگاہ ہو کر بغیر قلعہ پر قبضہ کیے واپس گیا۔

سلیمان کرارانی نے ۹۸ھ میں انتقال کیا۔ یہ اپنے زمانے میں نہایت بیدار مغز اور ہر دل عزیز حکمران تھا۔ اس نے صوبہ بہار و بنگالہ و اڑیسہ میں خود مختار حکومت کی۔ علماء اور مشائخ کا بھی قند دان تھا۔ اس کی مجلسوں میں سواڑ پڑھ سو مشاہیر علماء و مشائخ موجود رہتے تھے۔ اور یہ اکثر ان کی صحبتوں

اور جب لان کی فوج چڑھ آئے گی پھر کچھ بنائے نہ بنے گی۔ اور اگر ان سے جنگ ہی ہی کرنا ہو تو پیش دستی کر کے اول خود ہی حملہ کر دو کہ اس کا اثر کچھ اور ہو۔ داؤد خاں نے ان باتوں کو غرض آلود سمجھ کر لودی خان کو قتل کرا کے اس کا سارا مال ضبط کر لیا۔

شرائط صلح سے اکبر کی نارضا مندی اور داؤد خاں کی بیزاری اور لودی خان کے قتل کا حال معلوم کر کے خان خانان لشکر گراں کے ساتھ پٹنہ پر چڑھ آیا۔ داؤد خاں نے سون اور گنگا کے ملاپ کی جگہ کے قریب مقابلہ کیا۔ لیکن اول ہی حملے کے بعد پس پا ہو کر قلعہ پٹنہ میں جس کو اس نے مرمت کر کے مستحکم بنا رکھا تھا قلعہ بند ہو گیا۔ خان خانان نے اس کا محاصرہ کیا۔ لیکن داؤد خاں کے سامان کو اپنے اندازے سے زیادہ دیکھ کر اکبر سے کمک کی استدعا کی اور خود بادشاہ سے بہ نفس نفیس اس ہم پر آلے کی درخواست کی۔



۱۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۸۲ و ہداؤنی جلد دوم صفحہ ۱۱۷ اور تارخوں میں بھی ہر۔

۲۔ ہداؤنی جلد دوم صفحہ ۱۶۶۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۸۲ و اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۱۱۳۔

شامل تھے، رفتہ رفتہ طبیعت میں اتانیت پیدا کر دی۔ اس نے اکبر بادشاہ کی کچھ پروا نہ کی اور تنھے و عرائض جو سلیمان کے وقت سے دربار شاہی کو اور سال بکے جلتے تھے یک قلم موقوف کر دیے اور قلعہ زمانہ (ضلع غازی پور) پر جس کو خان زمان حاکم جو پور نے آباد کیا تھا اور اس وقت ممالک شاہی کی خستہ قری سرحد پر ایک مرکزی مقام تھا بہ زور قبضہ کر لیا۔

اکبر کو گجرات (قلعہ سورت) میں اس کی خبر پہنچی تو فوراً منعم خان خان خانان حاکم جو پور کو داؤد خان کی تنبیہ اور ملک بہار کی تسخیر کا حکم دیا۔ خان خانان نے لشکر گراں ساتھ لے کر بہار پر چڑھائی کر دی۔ اس کے پٹنہ اور حاجی پور پہنچنے پر تھوڑی سی چھیر چھاڑ کے بعد داؤد خان کے نامی سردار لودی خان نے درمیان میں پڑ کر اس شرط پر صلح کرادی کہ داؤد خان دو لاکھ رُپہ نقد اور لاکھ رُپہ کی اشیاء پیش کش دے کر اکبر کا بلج گزار رہے۔ خان خانان نے سلیمان کرارانی کا قدیم آشنا ہونے کے سبب یہ صلح قبول کر لی اور جلال خاں کروری کو بھیج کر بادشاہ سے اس کی منظوری چاہی۔ اتفاق سے یہ صلح اکبر اور داؤد خان دو میں سے کسی کو پسند نہ آئی۔ اس اثنا میں قتلہ خان حاکم اڑیسہ اور سریدھر بنگالی کے بہکائے سے داؤد خان نے بدظن ہو کر لودی خان پر خان خانان سے ساز باز رکھنے کا گمان کیا۔ لودی خان اس وقت قلعہ بہتاس پر قابض تھا۔ داؤد خان نے کسی جیلے سے اس کو گرفتار کر کے سریدھر بنگالی کے حوالے کیا۔ لودی خان نے قید خانے ہی سے قتلہ خان اور سریدھر کو بھجایا کہ اگر مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو قتل کرو۔ لیکن مغلوں سے صلح نہ کر دے تو بچتا دے

پٹنہ سے نکل کر بادشاہی فوج سے جنگ کی اور شکست کھا کر مارا گیا۔ اکبر نے پورا سے موضع دومنی رملہ قہ بھوج پور پہنچ کر قاسم خان کو خان خانان کے پاس روانہ کر کے دریافت کیا کہ اب کس راہ سے آنا مناسب ہو۔ خان خانان نے اطلاع دی کہ شاہی سواری بذریعے کشتی اور باقی لشکر براہِ خشکی چلا آئے۔ ۱۶ رجب الثانی ۹۸۲ھ کو اکبر پٹنہ کے قریب پہنچا۔ خان خانان نے استقبال کر کے اس کو اپنی فرودگاہ میں ٹھہرایا اور عیش بہاندریں پیش کیں۔

۱۲) حاجی پور کی فتح ۹۸۲ھ

اب تک خان خانان نے ہر چند پورا ازور لگایا تھا لیکن قلعہ پٹنہ مفتوح نہ ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اہل قلعہ کو حاجی پور سے بذریعے کشتی تمام ضروریات بہم پہنچتی تھیں اور خان خانان اس کی روک تھام سے عاجز تھا۔ امر سے مشورہ کر کے اکبر نے ۸ رجب الثانی کو خان عالم چلہ بیگؒ کو تین ہزار سپاہ اور لوازمات قلعہ گیری کے ساتھ متعدد کشتیوں پر حاجی پور روانہ کیا اور ماجا گھنٹی زمین دار صوبہ بہار کو بھی کمک میں تعینات کیا باوجودیکہ اس موسم (یعنی ماہ اگست) میں گنگا کا پاٹ کئی میل کا ہوتا ہو۔ خان عالم نے گنگا پار پہنچ کر خشکی و تری ہر دو طرف سے حاجی پور کا محاصرہ کیا۔

اکبر نے پٹنہ میں گنگا کے کنارے شاہم خان جہانر کے مورچے پر ایک

۱۶ یادآونی جلد دوم صفحہ ۱۷۹۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۸۳۔ و اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۱۳

۱۷ خان عالم چلہ بیگؒ پسر ہمدان کو کہ مرزا کاہران برادر ہمایوں بادشاہ۔ اس کا

حال باثر الامرا میں موجود ہے۔

باب دوازدہم

بہار و بنگالے میں شہنشاہ اکبر کی حکومت

(۱) پٹنہ میں اکبر کی آمد اور فتح ۹۸۲ھ (۱۵۷۲ء)

خان خانان کے التماس پر اکبر ۲۹ صفر ۹۸۲ھ (مطابق ۱۵ جون ۱۵۷۲ء)

کو بذریعے کشتی آگرے سے روانہ ہوا۔ اس سفر میں شہزادوں اور بعض اہل حرم کے علاوہ راجا بھگوان داس، راجا مان سنگھ، شہباز خاں راجا بیربل، قائم

خان امرتسر وغیرہ وغیرہ انیس امرا ساتھ تھے۔ اس لیے متعدد بڑی بڑی کشتیاں خاص اہتمام سے تیار کرائی گئی تھیں اور شاہی فوج برابر میں خشکی کی راہ سے روانہ کی گئی تھی۔ ۲۳ ربیع الاول ۹۸۲ھ کو اکبر نے پریاگ پہنچ کر یہاں عالی شان عمارت تیار کرنے کا حکم دیا اور شہر کا نام الہ آباد رکھا اور ۲۵ ربیع الاول کو بنارس آکر شیر بیگ توابعی کو ایک مرتبہ السیر کشتی میں روانہ کر کے اپنے پٹنہ آنے کے متعلق خان خانان کی صلاح دریافت کی۔ خان خانان نے جلد تشریف لائے کی صلاح دی۔ اس لیے ۲ ربیع الثانی کو عورتوں اور شہزادوں کو جو نہوڑ بھیج کر اکبر خود چوسا کی طرف روانہ ہوا۔ اس عرصے میں فوج بھی جو خشکی کی راہ سے روانہ ہوئی تھی۔ غازی پور کے قریب آگئی۔ ۸ ربیع الثانی کو چوسا پہنچ کر خان خانان کی تحریر سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ خان نیازی نے قلعہ

سب کچھ موجود تھا۔ اس نے بزدلی کو راہ دی، اور ۲۱ ربیع الثانی روز یکشنبہ کو آدھی رات گئے کشتی پر سوار ہو کر قلعے سے نکل بھاگا۔ سریدھر بنگالی جس کو داؤد خاں نے بکر راجیت کا لقب دیا تھا، مال و خزانہ کشتی پر لاد کر پیچھے پیچھے ساتھ ہولیا اور گوجر خان نے فیلوں کو لے کر فتوحہ کی طرف سے خشکی کی راہ اختیار کی۔ اہل چل اور گھبراہٹ کے سبب کچھ لوگ دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے اور کچھ خندق اور گڑھوں میں گر کر ہاتھیوں سے پامال ہو گئے۔

جس وقت گوجر خان پن پن ندی کے قریب (فتوحہ) پہنچا۔ آدمیوں کے ہجوم کے سبب پہلے سے ٹوٹ گیا۔ بھاگنے والوں نے بے بسی میں اپنے سالن اور ہتھیار پھینک دیے اور کسی طرح تیر کر پار ہو گئے۔ اکبر نامے میں مذکور ہے کہ دوسرے روز عہد الناس نے ندی میں اور ادھر ادھر بہت سے ہتھیار اور اثرفیاں پائیں۔

آخر شب میں اکبر کو داؤد خاں کے فرار کا حال معلوم ہوا۔ علی الصباح بادشاہ نے دہلی دروازے (یعنی پچھم دروازہ) سے قلعے میں داخل ہو کر چار گھڑی قیام کر کے شہر میں امن و امان کی منادی کرائی۔ اس کے بعد خان خانان کو یہاں چھوڑ کر خود گوجر خان کے تعاقب میں سوار ہوا۔ پن پن ندی سے گزر کر اکبر نے موضع دریا پور (از پٹنہ بست و شش کردہ) پہنچ کر باگ روک لی۔ اور یہاں سے شہباز خاں میر بخشی اور مجنوں خان قاتل کو گوجر خاں کی تلاش میں روانہ کیا۔ انھوں نے سات کو س آگے جا کر معلوم کیا کہ گوجر خاں افتال و خیزاں نکل بھاگا۔ اکبر نے چھو دن دریا پور میں قیام کیا۔ اس اثنا میں خان خانان بھی پٹنہ سے یہاں چلا آیا۔ پٹنہ میں علاوہ اور مال غنیمت کے داؤد خاں کے چھپن ہاتھی شاہی فوج کے ہاتھ آئے تھے۔ اس تعاقب سے

بلند ٹیلے سے جنگ کا معانید کرنا چاہا۔ لیکن دؤری اور دھنواں اور گردوغبار کے
سبب کچھ صاف نظر نہ آیا اس لیے عصر کے قریب کچھ آدمیوں کو تین کشتیوں
میں بٹھا کر تحقیق حال کے لیے روانہ کیا۔ پٹھان ان کشتیوں کو دیکھ کر متعدد
کشتیوں پر مقابلے کو نکل آئے۔ لیکن یہ تینوں کشتیاں صبح و سلامت خان عالم
تک پہنچ گئیں۔ خان عالم نے حاجی پور فتح کر کے فتح خان بارہ قلعہ دار اور
اس کے ساتھیوں کے سرکاٹ کر اکبر کے پاس بھیج دیے۔ اس فتح کی تاریخ
حسب ذیل ہے۔

انداخت چو سایہ در سواد پٹنہ

چتر شہ دینا بہر کشاد پٹنہ

منشی خسرو فتح بلاد پٹنہ

فی الحال رقم زدا زہد تاریخش

۹۸۲ھ

(۳) داؤد خان کا فرار اور اکبر کا تعاقب

اکبر نے فتح خان اور اس کے ساتھیوں کے سرداروں کو داؤد خان کے پاس
بھیج دیا کہ دیکھو اب تمہارا بھی یہی حال ہونے والا ہے۔ سروں کے مشاہدے
سے داؤد خان کے پاسے ثبات میں بغزش آگئی۔ اس نے فی الفور صلح کا پیام
دیا لیکن اکبر نے جواب دیا کہ داؤد خان تنہا آکر اعتذار کرے۔ یا اگر ہمت رکھتا
ہو تو تنہا مجھ سے مقابلہ کرے۔ یہ بھی نہیں تو اپنے کسی سردار کو میرے کسی
سردار سے تنہا لڑا کر دیکھے یا کم از کم اپنا کوئی ہاتھی ہی میرے ہاتھی سے بھڑا
کر دیکھے۔ جس طرف غلبہ ہو ملک اسی کا رہے۔

بادجو دیکر اس وقت داؤد خان کے پاس بیس ہزار سوار اور فیل و توپخانہ

لے طبقات اکبری جلد دوم ص ۲۸۵۔ براہی جلد دوم ص ۱۶۹۔ اکبر نامہ جلد دوم ص ۱۳۴

۵۲ یہ سکاہ ریاض السلاطین صفحہ ۵۸ میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

اس کے سر کے اڈ پر سے گزر گیا۔ اس لیے اس کا بیان اس بارے میں زیادہ توجہ کے قابل ہو۔ خواجہ نظام الدین احمد مؤلف طبقات اکبری اور ہداؤنی دونوں کا بیان مجملہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

(طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۱۲۹۲) دہم بتاریخ مذکور کہ ہیز دہم ماہ (ربیع الثانی ۹۸۲ھ) بادشاہ حضرت شہر یار جہان بعزم ملاحظہ قلعہ و اطراف و محالی شہر مدنیل سوار شدہ بر پنج پہاڑی نام جالے کہ محاذی قلعہ واقع است برآمدند۔ و این پنج پہاڑی پنج گنبد بست کہ کفرہ در سوا بق ایام بخت بخت بر قطار ہم بر آوردند۔ و آنحضرت اطراف و جوانب قلعہ را بہ نظر احتیاط ملاحظہ فرمودند۔ و افغانان را کہ از بالائے بازوئے حصار و بیروج قلعہ چشم بر چشم بادشاہی و کوکہ شاہنشاہی اقتاد و مرگ خود معائنہ نموده بہ یقین دانستند کہ طواری عمر شان پیچیدہ شد و نہال امید از پنج اقتادہ و باوجود آن حرکت المذبحہ نموده چند ضربہ زن بجانب پہاڑی انداختند و از مطلق گزندے بر پنج کس نہ رسیدہ۔

(ہداؤنی جلد سوم صفحہ ۱۱۹) در شانزدہم این ماہ قریب پنج پہاڑی کہ بہ دوسہ کروہے پٹنہ پنج گنبد بست متغارب بلند کہ کفار سابق ہندوشت پختہ بر آوردہ بودند و در منزل خان خانان نزول واقع شد۔۔۔۔۔ (صفحہ ۱۱۹) و روز دیگر بر پنج پہاڑی برآمدہ نظر جمالی بر قلعہ پٹنہ انداختہ اطراف و جوانب آنرا ملاحظہ فرمودند۔ و افغانان حرکت المذبحہ کی کردہ مرگ خود را نصب العین گردایندند و توپ ہائے بزرگ می انداختند کہ از سافت سہ کردہ و در آرد می افتاد و توپے از بالائے سرفیکر کہ در خیمہ سید عبد اللہ خان چوگان یگی (حاکم بیانہ دہخونہ می بودم گزشت و حق تعالی نگہ داشت و چند روز مہلت یافتہ

چار سو ہاتھی اور بھی قبضے میں آ گئے۔ اکبر نے اپنی ہمرکاب فوج سے دس ہزار سوار اور تمام کشتیاں جو ساتھ آئی تھیں خان خانان کی کمک میں دے دیں۔ اور فوج کی محتواہ میں تیس وچالیس فی صدی کا اضافہ کر کے خان خانان کو تمام بہار و بنگالے کے بندوبست پر مامور کیا۔

دریا پور سے واپس ہوتے ہوئے اکبر نے قصبہ غیاث پور میں چاروں قیام کیا۔ اور مظفر خان تربتی اور فرحت خان کو قلعہ رہتاس کی طرف روانہ کر کے خود ۳ جماد الاول ۹۸۲ھ کو قلعہ پٹنہ میں واپس آیا۔ اور دوسرے روز یہاں سے فتح پور بھٹہ جا کر ۶ جمادی الاول کو جوئیور واپس گیا۔ داؤد خاں کی اس شکست کی تاریخ مورخوں نے اس طرح لکھی ہے۔

ملک سلیمان زو داؤد رفت

۹۸۲

۱۳۱۰ عروج پہاڑی کا ذکر

داؤد خاں کے فرار سے پہلے تاریخ ۲۵ امداد کو اکبر نے پٹنہ میں عروج پہاڑی پر چڑھ کر اطراف و حوالی قلعے کا سعاینہ کیا۔ اس وقت پٹھانوں نے قلعے کے حصا اور بروجوں سے توپیں چلائیں۔ لیکن اس حرکت المذبحی سے کسی کو کوئی گزند نہ پہنچی۔ انگریز مورخوں نے اس عروج پہاڑی کا ذکر تاریخ ہند مرتبہ EUROT AND DAWSON جلد پانچ کے حوالے سے لکھا ہے۔ اور گورنمنٹ گریٹر میں بھی اس کا ذکر ہے۔ لیکن ان سب کا ماخذ طبقات اکبری ہے۔ چون کہ بداؤنی اس وقت اکبر کی فوج کے ساتھ خود پٹنہ میں موجود تھا۔ اور وہ لکھتا ہے کہ توپ کا ایک گولہ

۱۰ اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۱۳۲۔ بداؤنی جلد دوم صفحہ ۱۸۲۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۹۱

تعیینات کیا۔ لیکن یہ دونوں جنید خاں سے مغلوب ہو کر مارے گئے۔ ٹوڈرل نے اور بعض امرا کو ساتھ لے کر مقابلے کا قصد کیا۔ لیکن جنید خاں خود بھاگ کر جنگ کی طرف چلا گیا۔ ٹوڈرل مدنی پور میں قیام کر کے آگے بڑھنے کے تہیہ میں تھا۔ اتفاقاً اسی زمانے میں محمد قلی خان برلاس نے بیمار ہو کر انتقال کیا۔ اور اسی کے بعد قیا خان گنگ کسی خفیف سبب سے رنجیدہ ہو کر شاہی فوج سے علیحدہ ہو گیا۔ خان خانان کو یہ حال معلوم ہوا تو شاہم خان جلاڑ، لشکر خان میر بخشی و خواجہ عبداللہ گجک کو راجا ٹوڈرل کی کمک کے لیے روانہ کیا۔ اور یہ لوگ بردوان پہنچ کر راجا ٹوڈرل سے ملحق ہوئے۔ ٹوڈرل نے سمجھا بھجا کر قبا خان کو بھی ساتھ لے لیا۔ چاسوسوں نے اطلاع دی کہ داؤد خاں اہل و عیال کو لٹک میں چھوڑ کر خود جنگ کے تہیہ میں ہو۔ اس وقت خان خانان خود ٹوڈرل سے آ ملا اور کوچ کر کے اڑیسہ کی طرف روانہ ہوا۔ پٹھانوں نے مقام بھورہ ضلع بالا شہ کے قریب خندق بنا کر جنگ کی تیاریاں کی تھیں۔ خان خانان کے پہنچنے پر خواہی نہ خواہی جنگ چھڑ گئی۔ ۱۵۷۶ء (۹۸۲ھ، ۳ مارچ ۱۵۷۶ء) کو طرفین نے صفیں آراستہ کیں۔

اس دفعہ پٹھانوں نے ایسی زبردست یورش کی کہ خان خانان کی فوج بالکل درہم برہم ہو گئی۔ عین معرکہ میں گوجر خاں نے قریب پہنچ کر خان خانان کو چند ضرب شمشیر سے زخمی کیا۔ اور ہر چند خان خانان نے کوڑے سے اس کا جواب دیا لیکن پٹھان دھاوا کرتے ہوئے نصف میل تک بڑھ آئے۔ قریب تھا کہ شاہی فوج کو شکست ہو جائے۔ لیکن اتفاقاً کسی جانب سے ایک تیرا کر گوجر خان کے لگا۔ اور اس کے گرتے ہی پٹھانوں نے یہ جنگ ضلع بالا سور میں واقع ہوئی۔ غالباً گزوی نامی بستی کے قریب۔

اگرچہ معلوم نیست کہ اس اہمال تاملی خواہد بود۔

۱۵) منعم خان خان خانان ۸۲-۹۸۳ھ (۱۵۶۵-۱۶۲۷ء)

پٹنہ کی فتح کے بعد منعم خان خان خانان سپہ سالار نے داؤد خاں کا تعاقب کیا۔ داؤد خاں نے پٹنہ سے فرار کر کے تلیا گڑھی کو مستحکم کیا اور یہاں سے ٹانڈہ پنچا۔ خان خانان کی فوج نے دھاداکر کے مونگیر بھاگل پور اور کھل گاؤں تک قبضہ کر لیا۔ اور تھوڑے مقابلہ کے بعد تلیا گڑھی کو بھی فتح کر لیا۔ شاہی فوج کے پیچھے کی خبر پا کر داؤد خاں نے ٹانڈہ سے بھی فرار کیا اور اڑیسہ جا کر سامان جنگ درست کرنے میں مشغول ہوا۔

پٹھانوں نے آگ محل (راج محل) کی گھاٹیوں کو بہت مستحکم کر رکھا تھا۔ لیکن شاہی فوج نے غیر سلوک راہ سے گزر کر ٹانڈہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور پٹھانوں کے ہٹ جانے پر محمد قلی خان برلاس نے ست گاؤں تک اپنے دخل میں لے لیا۔

خان خانان نے ٹانڈہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد راجا ٹوڈر مل کو داؤد خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ مقام مدارن پہنچ کر ٹوڈر مل نے کمک طلب کی اور خان خانان نے محمد قلی خاں برلاس۔ محمد قلی تو قیائی میظفر خان مغول وغیرہ کئی سرداروں کو ٹوڈر مل کی کمک میں روانہ کیا۔ اس اثنا میں داؤد خاں کا چچا زاد بھائی جنید خان کرارانی جواکیر کی ملازمت میں تھا۔ بھاگ کر داؤد خاں کے مدد کو ہنگالے چلا آیا۔ خان خانان نے ابوالقاسم اور نظر بہادر دوسرے سرداروں کو موضع ہڑہو کے قریب جنید کی معاونت کے لیے

اڑیسہ کو تمھارے خرچ کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔ اور بادشاہ بھی ضرور اس بات کو منظور کر لے گا۔ اس کے بعد یہ کہہ کر کہ اب تم بندگان شاہی سے ہو۔ اپنی طرف سے ایک شمشیر مرصع داؤد خان کی مکر سے باندھ دی۔

(۷) خان خانان کی موت

صلح کے بعد اڑیسہ سے واپس آکر خان خانان نے بجائے ٹانڈہ کے گوڑ (لکھنؤ) سابق دارالحکومت بنگالے میں سکونت اختیار کی۔ اس کا خیال تھا کہ یہاں کی عظیم الشان عمارتوں کو درست کرائے اور مقام گھوڑا گھاٹ سے قریب رہ کر بنگالے کے فتنہ و فساد کی روک تھام کرے۔ لیکن یہاں آئے ہی آب و ہوا کی خرابی کے سبب سپاہی اس کثرت سے مرنے لگے کہ ان کی لاشیں اٹھانے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔ ہر چند سرداروں نے خان خانان کو یہاں سے ہٹ جانے کی صلاح دی۔ لیکن اس نے کسی کی نہ مانی۔ آخر خود بھی بیمار ہو کر ۹ رجب ۹۸۳ھ کو انتقال کیا۔ امراء نے جو اس وقت یہاں موجود تھے۔ شاہم خان جلائر کو اپنا سردار بنا کر اکبر کو اس حادثے کی خبر دی۔

(۸) حسین قلی خان خان جہان ۹۸۳ھ تا ۹۸۶ھ (۱۵۷۸-۱۵۷۹ء)

خان خانان کے مرنے کی خبر پا کر اکبر نے حسین قلی خان خان۔ ان حاکم پنجاب کو خان خانان کا قائم مقام نام زد کیا۔ خان جہان کو لاہور سے بنگالے

لے پس پا ہو کر فرار کیا۔ ان کا سارا سامان خان خانان کے ہاتھ آیا۔

۱۶۱ داؤد خان اور خان خانان کی ملاقات و صلح

داؤد خان نے شکست کھا کر کٹک کی راہ لی۔ اور خان خانان نے خود زخم کے علاج کے لیے ٹھیکر فوج کو داؤد کے تعاقب میں روانہ کیا۔ چند دنوں کے بعد خان خانان خود بھی کٹک کی طرف جا کر مہاندی کے قریب خیمہ زن ہوا۔ داؤد خان نے دیکھا کہ صوبہ بہار جاچکا۔ بنگالے پر بھی شاہی فوج نے قبضہ کر لیا اڑیسہ بھی ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ اور گوجران بھی اب نہ رہا۔ مجبوراً خان خانان کو پیام دیا کہ بنگالے کے وسیع ملک میں ایک گوشہ ہماری اوقات بھری کے لیے چھوڑ دیا جائے تو ہم بھی اس پر قناعت کر کے بادشاہ کے دولت خواہوں میں رہیں گے۔ راجا ٹوڈرل اور بعض امرا کسی طرح صلح پر راضی نہ تھے۔ آخر بڑی روداد کے بعد خان خانان نے یہ فیصلہ کیا کہ داؤد خان خود حاضر ہو کر حلقاً معاہدہ کرے۔

یکم محرم ۹۷۷ھ کو داؤد خان بڑی شان و شوکت کے ساتھ حاضر ہوا۔ خان خانان نے بھی نہایت کمزور سے میردربار استقبال کر کے اس کو اپنے برابر بٹھالیا۔ داؤد خان نے یہ کہہ کر کہ جب آپ کو زخم لگا تو میں بھی سپاہ گری سے بیزار ہوں۔ اپنی تلوار کمر سے کھول کر خان خانان کے سامنے رکھ دی۔ خان خانان نے اس تلوار کو توڑ دی خانے میں رکھوا دیا۔ اور بڑی قواضع کے بعد داؤد خان سے کہا کہ جب عہد کر کے بادشاہ کے دولت خواہوں میں شامل ٹھہرے تو میں

خان جہان ابھی مظفر خان اور راجا ٹوڈرل اور سرداروں کو ساتھ لے کر جنگ کے
تہیہ ہی میں تھا کہ داؤد خان نے قلعے سے برآمد ہو کر لڑائی چھیڑ دی۔ اتفاقاً
خان جہان کی طرف سے توپ چلے ہی پہلے گولے میں جنید خان کی ٹانگ اڑ گئی
اور اس صدمے سے وہ دوسرے دن مر گیا اور داؤد خان کا ایک اور نامی
سردار کالا پہاڑ بھی زخمی ہوا۔ پٹھانوں کی صفیں ایسی درہم برہم ہو گئیں کہ
داؤد خان کو باہر نکلنے کا راستہ نہ ملا۔ اور اس کا گھوڑا چنبل میں پھنس گیا۔ اسی
جگہ حسن بیگ نامی نے اس کو گرفتار کر کے خان جہان کے پاس حاضر کیا۔
داؤد خان نے پیاس کی شدت میں پانی طلب کیا تو کسی سپاہی نے جوتے میں
پانی بھر کر پیش کیا۔ لیکن داؤد خان نے ازراہ خود داری نہ پیا۔ تب خان جہان
نے اپنی خاص صراحی سے اس کو پانی پلایا۔ داؤد خان حسین خوش رو اور خوش
اخلاق تھا اس لیے خان جہان اس کو قتل کرنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن امر نے اصرار
کیا کہ اس کے زندہ رکھنے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔ مجبوراً خان جہان نے
قتل کا حکم دیا۔ داؤد کی گردن پر تلوار کی دو چوٹیں کچھ کا رگر نہ ہوئیں تو سپاہیوں
نے بے دردی سے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ اور اس میں بھوسا بھر کر اور خوش بو
مل کر عبداللہ خان کے ہاتھ بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ داؤد خان بہادر بنگالے
کا آخری خود سر فرمان روا گزرا ہے۔ اول بار بنگالے سے بے دخل ہو کر پھر اس
کے دوبارہ قابض ہو جانے سے ظاہر ہے کہ یہ ذی اثر اور ذی اقتدار حکمران تھا۔
خان جہان نے سترہ سالہ کے اختتام پر بنگالے میں بیمار ہو کر انتقال کیا۔
اس کے زمانے میں آصف خان (مرزا قوام الدین جعفر) پٹنہ میں شاہی
محکمات کا افسر اعلیٰ مقرر ہوا تھا۔

آنے میں کچھ دیر لگی۔ اگرچہ اکبر نے تاکید کی حکم بھیج کر زیادہ التوا کا موقع نہ دیا۔ لیکن اس اثنا میں اکثر شاہی امرا بنگلے کی دباے گھبرا کر پٹنہ و حاجی پور چلے آئے۔ اور داؤد خان نے خان خانان کے مرنے پر خود کو معاہدے کی پابندی سے آزاد سمجھ کر دوبارہ بنگلے پر قبضہ کر لیا۔

بہر حال خان جہان نے بنگلے آکر اڈل تیلیا گڑھی میں پٹھانوں کو شکست دی۔ اس کے بعد ٹانڈہ کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ داؤد خان راج محل کے قلعے میں متحصن ہو کر بادشاہی عمال سے برسر جنگ ہو اور اسی جگہ کے قریب خواجہ عبداللہ نمبرہ خواجہ عبداللہ احرار پٹھانوں سے لڑ کر مارا گیا۔ خان جہان نے پوری کیفیت بادشاہ کو لکھ بھیجی۔ اور اکبر نے مظفر خان تربتی کو جو اس وقت چوساے تیلیا گڑھی تک تمام علاقوں کی نگرانی پر مامور تھا۔ صوبہ بہار کی فوج اور جاگیرداروں کو ساتھ لے کر خان جہان کی کمک کے لیے پہنچنے کا حکم دیا۔ اور آگرے سے پانچ لاکھ روپے نقد اور متعدد کشتیوں میں غلے بھی لشکر کے خرچ کے لیے روانہ کیے۔

اتفاقاً اسی زمانے میں راجا گچھیتی زمین دار صوبہ بہار نے صوبے میں بد امنی دیکھ کر آدھ کے تھانے پر چڑھائی کر دی۔ اور فرحت خان جاگیر دار ضلع آدھ اور اس کے بیٹے میرک روائی کو قتل کر ڈالا۔ اور اس ضلع سے آمد و رفت کی راہ سدود کر دی۔ اکبر ان واقعات سے خبردار ہو کر ۲۵ ربیع الآخر ۹۵۸ھ کو خود بنگالہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن آگرے سے ایک ہی منزل طو ہوئی تھی کہ عبداللہ خان گیارہ دن میں بنگالے سے مرہٹہ فتح اور داؤد خان کا سر لے کر پہنچ گیا۔ اس فتح کی کیفیت یہ ہو کہ ۱۵ ربیع الآخر ۹۵۸ھ کو مظفر خان صوبہ بہار سے پانچ ہزار سواروں کو ساتھ لے کر کھل گانو کے پاس خان جہان کے لشکر سے ملحق ہو گیا۔

(۱۰) صوبہ بہار و بنگالے میں بغاوت

صوبہ بہار کے شاہی عاملوں نے سفلہ پن اور زیادتی سے تمام پاہ و رعایا کو برہم کر دیا۔ معصوم خان کابلی کی جاگیر بھی ضبطی میں آگئی تھی۔ وہ چار و ناچار باغیوں کا سرغنہ بن گیا۔

اکثر جاگیرداروں و سرداروں نے خفیہ سازش کر کے بجائے اکبر کے مرزا حکیم کو بادشاہ بنانا چاہا۔

علماء اور مذہبی پیشواؤں کا فرقہ بادشاہ کی بد مذہبی سے اس قدر بیزار تھا کہ ملا محمد زدی نے بھوپور سے فتویٰ صادر کیا کہ ایسے بے دین بادشاہ پر خروج واجب ہے۔ اور اس بنا پر محمد معصوم فرخودی و میر معز الملک و نیابت خان و عرب بہادر (جاگیر دار سہرام) نے میان سے تیغیں نکال کر تمام علاقوں میں جہال و قتال شروع کر دیا۔

مظفر خان نے بنگالے میں بابا قاتل اور خالدی خان اور اکثر امرا کی جاگیریں بازیافت کر لی تھیں۔ اتفاقاً اسی زمانے میں روشن بیگ ملازم مرزا حکیم کابل سے آکر قاتل کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مظفر خان نے شاہی حکم کے مطابق سرور بار اس کے قتل کا حکم دیا۔ اور بابا قاتل سے بھی درشتی سے پیش آیا۔ قاتلوں نے آزرہ ہو کر بغاوت پر کمر باندھی۔ اور سپاہ بھی

لے بدلتی لکھتا ہوا کہ پہلے دارنجامندہ معصوم خان رابزور باغی ملاقند۔ ۵۵ بدلتی جلد دوم صفحہ ۲۹، بعد کو اکبر نے ملا محمد زدی کو جو چور سے اور قاضی یعقوب کو بہار و بنگالے سے طلب کر کے خفیہ ہلاک کر دیا اور اسی طرح کا معاملہ اور ملار کے ساتھ بھی پیش آیا۔ کسی کی کشتی غرق ہو گئی۔ کسی کا کچھ تپانہ ملا۔ عرب بہادر کا جاگیر دار سہرام ہونا اثر الامرا صفحہ ۲۹ میں مذکور ہے۔

۹۱ منظر خان تربتی ۹۸۶ تا ۹۸۸ھ (۱۵۸۰ء - ۱۵۸۹ء)

خان جہان کے مرنے پر اوائل ۹۸۶ھ میں اکبر نے منظر خان کو جو اس وقت ہی دربار میں دیوان کے عہدے پر ممتاز تھا۔ بنگالے کا حاکم مقرر کیا۔ اور اس کے ساتھ رضوی خان کو بخشی اور حکیم ابوالفتح کو صدر اور رائے پتر داس و میل دیم کو بہ شرکت یک دیگر بنگالے کا دیوان نام زد کیا۔

صوبہ بہار کے لیے اس کے کچھ پہلے ہی (شوال ۹۸۶ھ میں) ملاطیب دیوان صوبہ بہار و حاجی پور اور رائے پرکھوتم بخشی اور ملا مجدی (جو سابق میں سلیم شاہ کا پردانہ نویس تھا) ۱۱ میں اور شمشیر خان خواجہ سرا ہتھم خالصہ مقرر ہوا تھا۔ اور انھی دنوں میں معصوم خان کابلی کو کہ مرزا حکیم (برادر اکبر شاہ) مرزا مذکور سے رنجیدہ ہو کر اکبر کی ملازمت میں آیا تھا۔ اکبر نے اس کو منصب نصیب دے کر صوبہ بہار میں جاگیر دی تھی۔

اس زمانے میں شاہی دیوان خلع سے حکم صادر ہوا کہ ہر ایک منصب دار اپنے منصب و جاگیر کے مطابق گھوڑے پیش کر کے داغ دلوائے۔ اور جو لوگ اپنی جاگیر کا استحقاق ثابت نہ کر سکیں ان کی جاگیریں ضبط کر لی جائیں۔ مزید برآں یہ ہوا کہ اکبر نے ایک خاص مذہب ایجاد کر کے اس کا نام مذہب الہی رکھا تھا۔ اور اسلام کے اکثر مناسک مثلاً نماز کی آذان تک کو منسوخ کر دیا تھا۔

لما طیب بخشی اور پرکھوتم سے مقابل ہوا، اور ان کو ہزیمت پہنچا کر بھاگنے پر
 مجبور کیا۔ چند دنوں کے بعد پرکھوتم نے ایک جمیعت فراہم کر کے چوساے لگے
 ان باغیوں کے مقابلے کا قصد کیا۔ لیکن عرب بہادر نے پیش دستی کر کے اقل
 ہی حملے میں پرکھوتم کا کام تمام کر دیا۔

بنگلے میں قاتالوں نے بہار کی بغاوت کا حال سن کر ان باغیوں سے
 خط کتابت شروع کی اور ان کو اپنی مدد میں بلا لیا۔ معصوم خاں کابلی جس کو
 شاہی مورخوں نے اس کے ہم نام معصوم فرخودی کی طرح لفظ عاصی سے
 تعبیر کیا ہے۔ تیلیا گڑھی میں شمس الدین خان خوانی کو شکست فاش دیتا ہوا
 قاتالوں سے جا ملا۔ اس وقت وزیر جمیل اور خان محمد بہبودی وغیرہ چند امرات
 تباہی بھی مظفر خان سے ٹوٹ کر باغیوں سے مل گئے۔ مظفر خان عالم بے کسی
 میں ٹانڈہ کے قلعے میں متحصن ہوا۔ اور باغیوں نے حکیم ابوالفتح و خواجہ شمس الدین
 خوانی وغیرہ کو بھی گرفتار کر لیا۔ لیکن انھوں نے کسی طرح خلاصی پا کر پایادہ
 (صفحہ ۲۰ کا بقیہ نوٹ)

سواروں کے ساتھ اس قلعے کے ساتھ کر دیا۔ اس کے چوسا پہنچے پر عرب بہادر نے بعض ہاتھیوں کو بہتر
 لیا۔ اس کے بعد پرکھوتم دیوان سے جو کسرتیں پیاہ فراہم کر رہا تھا جنگ کر کے اس کو قتل کیا۔ اس کے دوسرے
 دن محب علی خاں کے پہنچنے پر عرب بہادر نے فراہم کیا۔ پھر جب شہباز خاں صوبہ بہار آیا عرب بہادر نے
 دلپت او جیلید زمین دار بھوج پور کے علاقے میں پناہ لی۔ شہباز خاں نے قلعہ نیچے گڑھ (از توابع رہتاس
 ضلع مرزا پور) کو سعادت خاں کے سپرد کیا۔ عرب بہادر نے دلپت زمین دار کو ساتھ لے کر سعادت خاں
 سے جنگ کی۔ اور اس کو قتل کیا۔ پھر معصوم فرخودی کی سمیت میں اس نے دوبارہ شہباز خاں سے
 جنگ کی۔ اور بالآخر شکست کھا کر سنبل کی طرف چلا گیا۔ لیکن وہاں بھی نہ ٹھیر سکا اور بہار کی
 طرف واپس آیا۔ آخر میں خان اعظم سے شکست کھا کر جو پور آیا۔ اور ۱۹۹۷ء میں مارا گیا۔

ان کی طرف وار ہو گئی۔

انھوں نے لکھنؤ میں مجمع کر کے لوٹ مار شروع کر دی۔ اور مظفر خان کا مال و اسباب جہاں پایا اپنے قبضے میں کر لیا۔ مظفر خان نے کشتیاں فرام کر کے حکیم ابو الفتح اور پتر داس کو ان کے نقلے کے لیے روانہ کیا۔ لیکن یہ دونوں بزم کے یار تھے رزم سے آشنا نہ تھے۔

اکبر نے قاتل کی بغاوت کا حال سن کر مظفر خان کو تہدید ہی فرمان بھیجا کہ طائفہ قاتل قدیم اتحادت دولت خواہوں میں ہیں۔ تم نے ان کو ناخوش کیا۔ اچھا نہ کیا۔ اب جس طرح مناسب ہو ان کی جاگیریں واپس کر کے ان کو راضی کر لو۔ یہ فرمان عین اس وقت پہنچا کہ مظفر خان ان کا مقابلہ کر رہا تھا۔ قاتلوں کو جب اس فرمان کی خبر پہنچی انھوں نے مظفر خان کو پیام دیا کہ رضوی خان و پتر داس کو بھیج دو کہ عہد و پیمان کر کے ہماری خاطر جمعی کر جائیں۔ مظفر خان نے ان دونوں کو میر ابو اسحاق کے ساتھ روانہ کیا۔ قاتلوں نے ان تینوں کو مقید کر کے اور زوروں سے جنگ شروع کر دی۔

(۱۱) معصوم خاں کا بلی کی بغاوت

ادھر بنگالے میں شاہی حکام باغیوں سے عاجز ہو رہے تھے۔ ادھر بہار میں معصوم خاں کا بلی عرب بہادر اور سعید خاں بدخشی کو متفق کر کے لہ بھاؤنی جلد دوم صفحہ ۲۸۰ و طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۴۹۔ ملہ اثرا الامرا میں عرب بہادر جاگیر دار مسہرام کا حال یوں لکھا ہے کہ جب حسین قلی خان کے مرے پر مظفر خان نے اس کا مال و اسباب دربار کو روانہ کیا۔ بہار سے محب علی خاں نے ہمیش خاں کو کچھ (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۰ پر)

حاکم جو نو دین ہزار سوار لے کر کلک کے لیے حاضر ہوا۔ لیکن اس کے حرکات و سکنات سے بغاوت کے آثار نمایاں تھے۔ اس لیے راجا نے اس کو دم دلا میں رکھ کر بادشاہ کو اس کا حال لکھ بھیجا۔ مونگیر پہنچ کر راجا کو معلوم ہوا کہ باغی تین چالیس ہزار سوار اور پانچ سو ہاتھی اور توپ خانہ و جنگی کشتیاں لے کر جنگ کو آمادہ ہیں۔ اس نے اپنے لشکر پر پورا اعتماد ہونے کے سبب کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور قدیم قلعے کے دور میں ایک اور قلعہ تیار کر کے موقع کا منتظر رہا۔ چار مہینے تک راجا کو سخت کشمکش رہی۔ اور اس عرصے میں ہر روز طرفین سے کچھ آدمی مقابل ہو کر جنگ کرتے رہے۔ اس مدت میں اکبر نے تھوڑے تھوڑے وقفے کے ساتھ بدفعات لاکھ لاکھ رپہ کشتی کے ذریعے سے شاہی لشکر کے خرچ کے لیے راجا کے پاس روانہ کیے۔ اتفاقاً اسی زمانے میں خواجہ منصور دیوان مالک شاہی نے ہمایوں قرملی و ترخان دیوان و معصوم فرخودی کے ذمے بعض شاہی مطالبات عاید کر کے تہدید فرماں جاری کیے تھے اس لیے ہمایوں قرملی و ترخان دیوان آزرہ ہو کر باغیوں سے مل گئے۔ یہ ظاہر ٹوڈرل کو کامیابی کی امید نہ تھی لیکن علاقے کے ہندو زمین داروں نے اس سے متفق ہو کر سر کی ایسی روک تھام کی کہ باغیوں کو اناج ملنا دشوار ہو گیا۔ اور ٹانڈہ میں بابا قاتال کی بیماری اور موت کے سبب جباری اور جنوں قاتال جو باغیوں کے رکن رکن تھے ٹانڈہ کی طرف چلے آئے۔ ان واقعات سے باغیوں کی جماعت میں سخت کمزوری آگئی۔ معصوم خاں کا بی بیٹا کرہار چلا آیا۔ اور عرب بہادر نے ایلخار کر کے شاہی خزانے پر چھاپہ مارنے کے قصد سے پٹنہ کا رخ کیا۔ اس کے پہنچنے ہی بہار خاں عرف سید عارف قلعہ پٹنہ میں سخت ہو گیا۔ اور راجا ٹوڈرل نے معصوم فرخودی اور

حاجی پور کی راہ لی۔ اب معصوم خان نے مظفر خان کو علی الاعلان پیام دیا کہ میری ملازمت میں حاضر ہو یا اپنے عہدے سے دست بردار ہو کر مکہ معظمہ چلے جاؤ۔ مظفر خان نے پوشیدہ آٹھ ہزار اشرفیاں بھیج کر اپنے تنگ ناموس کی حفاظت چاہی۔ اس سے باغیوں پر اس کا بھروسہ کھل گیا۔ انھوں نے کسی حیلے سے اس کو قلعے سے باہر نکال کر عقوبت کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ اس کے مال و اسباب پر قبضہ کر کے تمام ملک بنگالہ و بہار کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ اور میرزا شرف الدین حسین کو (جو شاہی حکم کے بموجب کالپی سے بنگالے لاکر مظفر خان کی قید میں رکھا گیا تھا) رہا کر کے سردار بنایا۔ باقی واقعات سلسلہ بیان میں ملتے جائیں گے۔

(۱۲) راجا ٹوڈر مل ۸۸-۹۸۹ھ (۱۱-۱۵۸۱ء)

اکبر کو ان حادثات کی اطلاع ملی تو راجا ٹوڈر مل کو بہار و بنگالے کا فتنہ و فساد دفع کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اور محمد صادق خان و ترسوں خان و شیخ فرید خان بخاری و اُلغ خان حبشی و باقر و طبیب پسران طاہر خان و تیمور بخشی اور چند املا کو بھی راجا مذکور کی مدد میں ساتھ کر دیا۔ اور محب علی قلعہ دار رہتاس و معصوم فرخنخوی حاکم جونپور اور تمام جاگیرداروں و زمین داروں کو بھی راجا کی کمک میں رہنے کا حکم دیا۔ راجا ٹوڈر مل ابھی راہ ہی میں تھا کہ شاہم خاں جلال پورے سعید بخشی سے جنگ کر کے اس کو قتل کیا۔ راجا کے جونپور پہنچنے پر معصوم فرخنخوی سلسلہ آٹھ ہزار اشرفیاں بیعنے کا حال ریاض السلاطین میں مفصل مذکور ہے اور واقعات طبقات اکبری و بدایونی و اکبرنامہ میں مذکور ہیں۔

سال ہشتہم، راجا ٹوڈر مل اور شاہی علی بھی برسات گزارنے کو حاجی پور چلے آئے تھے۔ محمد معصوم فرخوردی نے جواب تک راجا کی معیت میں تھا بلکہ رخصت حاصل کیے ہوئے واپس جا کر بغاوت شروع کی۔

دوسرے سال ماہ ذیقعد ۹۸۹ھ میں بہادر خاں پسر سعید بدخشی نے جو ترہت کا فوج دار رہ چکا تھا باغی ہو کر تمام زرِ محاصلات سپاہیوں میں تقسیم کر کے خود اپنے نام ترہت میں خطبہ دے سکے جاری کیا۔ اس نے اپنے سیکے میں حسب ذیل جمع درج کیا تھا یہ

بہادر ابن سلطان بن سعید ابن شہ سلطان

پسر سلطان پدر سلطان نے سلطان بن سلطان

آخر خان اعظم کے نوکروں نے بہادر کو گرفتار کر کے قتل کیا۔

خان اعظم اور شہباز خاں نے حتی المقدور باغیوں کو شکست دے کر صوبہ بہار

سے بدر کیا۔ اس اثنا میں اکبر کا بل کے سفر میں تھا۔ اس کے واپس آنے پر

۹۹۰ھ محرم کو خان اعظم اور تمام امراء صوبہ بہار سے آکر وہاں واپس جا کر دربار

میں حاضر ہوئے اور خان اعظم نے بہار بنگالے کے احوال مشروحاً بیان کیے۔

اکبر نے خان اعظم کو معصوم خاں کا بی کے استیصال کے لیے بنگالے جانے کا حکم دیا۔ اور کابل سے جو شاہی فوج واپس آئی تھی اس کو بھی کمک میں ساتھ کر دیا۔

خان اعظم اور امراء بہار کے فتح پور جانے پر صوبہ بہار میں میدان خالی

پاکر باغیوں نے پھر اُدھم مچا دی۔ معصوم خان کے ملازم خبہ نامی نے ترخان

۱۷ جمیع کا شعر بدواؤنی جلد دوم صفحہ ۲۹ میں ناقص درج ہے۔ باثر الامراء صفحہ ۳۳ میں بھی

اس کی کیفیت موجود ہے۔ شعر کی خوبی تو ایک طرف اس کے معنی بھی سمجھ میں نہیں آتے۔

بعض امرا کو اس کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ ان کے آنے پر عرب بہادر محاصرہ اٹھا کر راجا گچیتی کے علاقے میں چلا گیا۔ راجا ٹوڈر مل نے امرا کو ساتھ لے کر بہار میں معصوم خاں کا بی سے مقابلے کا قصد کیا۔ معصوم خاں نے آدھی رات کو شب خون مار کر صادق خان کے قراول ماہ بیگ نامی کو ہلاک کیا۔ اور حتی المقدور جنگ کر کے بالآخر ٹوڈر مار کرتا ہوا عیسیٰ خان زمین دار اڑیسہ کی پناہ میں چلا گیا۔ باغیوں کے آوارہ دشت ہوتے ہی شاہی فوج نے تیلیا گڑھی پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

(۱۳) خان اعظم مرزا عزیز کو کہ ۹۸۸ھ تا ۹۹۲ھ (۸۱-۱۵۸۳ء)

بہادر بنگالے کی غداریوں سے اکبر نے اپنی پالیسی کی غلطیاں محسوس کیں۔ اس نے درشت خونخواہ معصوم کو تبدیل کر کے وزیر خاں ہروی کو شاہی دیوان مقرر کیا۔ اور اپنے برادر رضاعی خان اعظم مرزا عزیز کو جو بعض وجوہ سے اس وقت تک نظر بندی میں تھا آزاد کر کے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بہار و بنگالے کے نظم کے لیے روانہ کیا۔ اور مرزا سید استیا طے کے لیے شہباز خاں کنہو کو بھی راجپوتانہ سے بلوا کر خان اعظم کی کمک میں تعینات کیا۔ خان اعظم نے حاجی پور میں قیام کر کے باغیوں کی خبر لیتی شروع کی۔ اس عرصے میں شہباز خاں نے راجا گچیتی پر چڑھائی کر کے عرب بہادر کو اس کے علاقے سے نکال دیا۔ اس

۱۵ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۵۲۔ و ہداؤنی جلد دوم صفحہ ۲۸۴۔

۱۶ ہداؤنی جلد دوم صفحہ ۲۸۵۔ و طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۳۵۴۔

میں پٹھانوں سے سخت کش کش رہی۔ مگر خاص صوبہ بہار کے متعلق کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں معلوم ہوتا۔

۱۱۵) رلیف فچ RALF FITCH انگریزی سیاح کا بیان ۱۵۸۶ء و ۱۵۸۸ء

۱۵۸۶ء میں رلیف فچ نامی لندن کا رہنے والا تجارت پیشہ سیاح آگرہ سے پٹنہ آیا۔ اس نے اپنے چشم دید حالات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ پٹنہ بہت بڑا اور طویل شہر ہے۔ مکانات زیادہ تر خام اور سادہ وضع کے ہیں۔ اور ان کے چھپر پھوس کے ہیں۔ سڑکیں وسیع ہیں۔ شہر میں روحی اور سوتی کپڑوں کی تجارت بہ کثرت ہے۔ شکر بھی افراط سے ملتی ہے۔ جو بنگالے اور تمام ہندستان میں بھی جاتی ہے۔ افیون اور غلے بھی بہت ملتے ہیں۔

آگے چل کر لکھتا ہے کہ میں نے پٹنہ میں ایک جعلی بنی کو دیکھا جو سب بازار گھوڑے پر اس طرح پھرتا ہے کہ گویا نیند سے سویا ہوا ہے، لوگ اس کے قدم کو چومتے اور اس کو بہت واجب التحیم جانتے ہیں۔ لیکن بلا شک یہ مکار اور مفتری ہے۔ میں اس کو اسی حالت میں سوتا چھوڑ آیا۔ اس ملک کے لوگ اس قسم کے مکاروں کی بڑی عظمت کرتے ہیں (غالباً اس نے کسی ایسے فقیر کو دیکھا ہوگا جس کو عقیدت مند مجذوب سمجھتے ہیں)۔

لہ واضح ہے کہ چھپر بند مکانوں کے متعلق بالائی جلد دوم صفحہ ۸۲ میں اس کے چند سال قبل پٹنہ کے چشم دید حالات میں لکھتا ہے کہ از جملہ غرائب این است کہ در آن ملک بعضے خانہاں پر پونڈی رامی گویند کہ ہر ہزار روچہل ہزار روپے می برآید۔ باتیں کہ چوب پوش باشند۔

دیوانہ و سرخ بدخشی کو ساتھ لے کر حاجی پور احمد بعض ملاقوں پر قبضہ کر لیا۔
 بالآخر صادق خان و محب علی خاں نے مقابلہ کر کے غصہ کو قتل کیا۔
 ۹۹۱ھ میں باغیوں کا جتھا بالکل ٹوٹنے لگا۔ معصوم کابلی اور قاتالیوں میں
 پھوٹ پڑ گئی۔ اور خان اعظم نے ان کو ملا کر بہار و بنگلے میں اسن قائم کر لیا۔
 توہست میں نور محمد پسر ترخان نے بھی سخت فساد پھیلانا رکھا تھا۔ نا ہی عملوں
 نے اس کو گرفتار کر کے فتح پور بھیج دیا۔ اور وہاں شاہی حکم کے مطابق شخص
 میں قتل کیا گیا۔

خان اعظم نے شیخ فرید بخاری اور بعض امراء کو قتل خان حاکم اڑیسہ
 کے پاس مصالحت کی غرض سے روانہ کیا لیکن تاریخوں سے کسی خاطر خواہ
 کام یابی کا پتا نہیں ملتا۔ باقی واقعات کو صوبہ بہار کی تاریخ سے کم تر تعلق ہے۔
 خان اعظم نے آب دہوا کی خرابی کے سبب بنگلے میں رہنا پسند نہ کیا۔ اس
 لیے اکبر نے شہباز خاں کو اُدھر روانہ کیا۔

(۱۱۴) شہباز خان ۹۹۲ھ - ۹۹۶ھ (۸۲۷-۱۵۸۸ء)

خان اعظم کے زلمے میں شہباز خان کا ذکر گزر چکا ہے۔ بعض وجوہ سے
 اکبر نے اس کو نظر بند کر رکھا تھا۔ لیکن بنگالہ و اڑیسہ پر پورا شاہی تسلط نہ ہوا
 تھا۔ اس لیے اس نے شہباز خاں کو رہا کر کے بنگلے کی مہم پر روانہ کیا۔ اکبر
 خود بھی اس مہم پر آنے کا قصد رکھتا تھا۔ لیکن الہ آباد میں اس کو شاہی فوج
 کی کام یابیوں کے اخبار ملے اس لیے وہیں سے لوٹ گیا۔ شہباز کی اڑیسہ

مسئلہ میں مان سنگھ نے اڑیسہ پر فوج کشی کی۔ اول چٹانوں سے راجا کے بیٹے جگت سنگھ کو گرفتار کر لیا تھا۔ لیکن قتلوغان کے مرنے پر انھوں نے جگت سنگھ کو راجا کے پاس واپس بھیج دیا۔ اور اس کے بعد ہی راجا نے اڑیسہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ راجا مان سنگھ کی بہن شہزادہ سلیم جہاں گیر کے عقد میں آئی تھی۔ جب اس کے بطن سے شہزادہ خسرو پیدا ہوا اور مان سنگھ مبارک باد کو دربار میں حاضر ہوا تو اکبر نے صوبہ اڑیسہ کو خسرو کی جاگیر مقرر کر کے مان سنگھ کے بھانجے کی نیابت سپرد کی۔

مان سنگھ ^{۱۵۸۵} تک بہار و بنگالے کا صوبے دار رہا۔ اس مدت میں اس نے اکثر صوبہ بہار یا اجمیر میں قیام کیا۔ اور اپنے نائبوں کے ذریعے بہار و بنگالے کا نظم جاری رکھا۔ اسٹوارٹ صاحب اپنی تاریخ میں اس کے مداح ہیں۔ اور جہاں گیر نے تزک میں اس کی بے اخلاصی کی بے حد شکایت کی ہے۔ لیکن اس کی حکومت کے متعلق کوئی شکایت معلوم نہیں ہوتی۔ راجا مان سنگھ کے زمانے میں اکبر نے یعقوب خاں سلطان کشمیر اور اس کے بیٹے یوسف کو جلاوطن کر کے صوبہ بہار میں رکھا تھا۔ بدلتنی کا بیان ہے کہ ان دونوں نے مایخیو یا میں مبتلا ہو کر یہیں انتقال کیا۔

(۱۷) سعید خان مغل کا ذکر

راجا مان سنگھ کے زمانے میں سعید خان مغل بطور نائب بہار و بنگالے میں حکومت کرتا تھا۔ کچھ عرصے تک سعید خان پٹنہ کا فوج دار بھی تھا۔ قصبہ بہا میں اس کی بوائی ہوئی ایک مسجد بھی ^{۱۵۸۵} میں سعید خان نے عیسیٰ خاں

نچ بہار و جنگلے کی بغادت کے زمانے کے قریب آیا تھا۔ اس نے یہ بھی لکھا
ہو کہ پٹنہ سے بنارس تک لٹیروں کے سبب راہ نہایت خطرناک ہو۔

(۱۶) راجا مان سنگھ ۹۹۷ھ تا ۱۰۱۲ھ (۱۸۸۹-۱۹۰۵ء)

۹۹۷ھ میں اکبر نے راجا مان سنگھ کو بہار و پٹنہ و حاجی پور کا حاکم مقرر کیا۔
اور دوسرے سال بنگال بھی اس کی حکومت میں شامل کر دیا گیا۔
مان سنگھ نے حاجی پور اکبر اول راجا پورن مل کی خبر لی۔ پورن مل نے
پڑوسی شکست کھائی۔ اور اپنی سرکشی پر کف افسوس مل کر سارا مال و اسباب
راجا کے سامنے پیش کر دیا۔ راجا نے اس کی رعینداری اس کو واپس کر دی۔
مان سنگھ کے زمانے میں بنگالے کے باغیوں نے پھر کچھ فتنہ و فساد برپا
کرنا چاہا۔ اس لیے مان سنگھ نے اپنے بیٹے جگت سنگھ کو اُدھر روانہ کیا جگت سنگھ
کے پہنچنے پر باغی اپنا سارا سامان گھوڑا گھاٹ میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور
ان کے چوہن ہاتھی اور اکثر سامان آگزدہ بھیج دیا گیا۔

مان سنگھ کو بنگالے کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ اس لیے اُس نے صوبہ
بہار ہی میں قیام کیا۔ کچھ دن پٹنہ کے قلعے کو مرمت کر کے یہاں ٹھہرا اور اس
کے بعد قلعہ رہتاس میں عالی شان عمارتیں اور باغ آراستہ کر کے وہاں سکونت
اختیار کی۔ قلعہ رہتاس میں اس کے وقت کی ستلہ کی بنی ہوئی عمارت
پر کتبہ موجود ہے۔

باب سیزدہم

جہانگیر بادشاہ کا دور ۱۵۱۲ء تا ۱۵۳۹ء

(۱) قطب الدین خان کو کلتاش ۱۵۰۹ء (۱۶۱۱ء)

۱۵۱۲ء میں شہزادہ سلیم نے رجب بعد میں جہانگیر بادشاہ ہوا اپنے باپ کی مرضی کے خلاف الہ آباد آکر خود مختار حکومت شروع کی اور کاپلی سے حاجی پور تک متصرف ہو کر اکثر حصص ممالک کو اپنے خاص امرا اور معاجلوں کی جاگیر مقرر کر دیا۔ اسی سلسلے میں صوبہ بہار قطب الدین خان (نواسہ حضرت شیخ سلیم چشتی) کی جاگیر قرار پایا۔ یہ وہی قطب الدین خان جو جو ۲ صفر ۱۵۱۵ء کو برہمان میں علی قلی شیراٹکن شوہر مہر النساء کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس واقعے کے متعلق بہت کچھ افسانے مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قطب الدین خان نے جہانگیر بادشاہ کے ایمانے شیراٹکن کو یہ صلاح دی تھی کہ مہر النساء کو طلاق دے کر فوراً اگرے بھیج دے۔ واقعہ کی اصلیت جو کچھ ہو، یہ ظاہر بات کی بات میں قطب الدین اور شیراٹکن میں ایسی بگڑ گئی کہ آنا فانا تلوار چل گئی۔ اور دونوں مقتول ہوئے۔ قطب الدین کا کوئی ملکی انتظام کرنا معلوم نہیں ہوتا اور بہار کی جاگیر داری بھی برائے نام ہی تھی۔

زیندار بنگلے کی جانب سے بہت سال اور ہاتھی اکبر کے پاس بطور پیش کش روانہ کیے۔

(۱۸) آصف خان جعفر بیگ ۱۰۱۳ھ (۱۵۰۴ء)

۹۱۳ھ سے شہزادہ سلیم جہاں گیر اپنے باپ کی مرضی کے خلاف الہ آباد آکر خود مختارانہ حکومت شروع کی۔ اور کالپی سے حاجی پور و بہار تک تمام علاقوں کو اپنے مصاحبوں کی جاگیر مقرر کر دیا۔ جو آئندہ مذکور ہوگا۔ بعد میں شہزادہ نادم ہو کر باپ کے پاس حاضر ہوا۔ تو باپ نے چند دن ۲۱ کو محل میں نظر بند رکھ کر گجرات کی حکومت کے لیے نام زد کیا۔ اور آصف خان و صوبہ بہار کی حکومت پر مامور کیا۔ اس کا اصل نام قوام الدین جعفر بیگ تھا۔ سابق میں ۹۹۹ھ کے قریب یہ پٹنہ کی فکسال کا افسر اعلیٰ تھا۔ اور ظفر خان تربتی کے زمانے میں باغیوں نے اس کو بھی گرفتار کر لیا تھا۔ لیکن اس نے کسی طرح مخلصی پائی۔ باغ بانی کا بے حد شائق تھا۔ اکثر اپنے ہاتھوں میں کدال لے کر کھاریوں میں گلاب کے پودے اور تخم لگایا کرتا تھا۔ جب نہیں پٹنہ سے تین میل مشرق میں ہل جعفر خان اسی کی یادگار ہو۔ کیوں کہ آصف خان بعد کا خطاب ہو۔ اس کے پٹنہ آتے کے بعد ہی اکبر نے انتقال کیا۔ اور جہاں گیر بادشاہ ہوا۔ آصف خان جہاں گیر کی تبارک باد کے لیے آگرے گیا۔ اور اس کی جگہ پر یہاں دوسرا صوبہ دار مقرر ہوا۔

۳۱ جہانگیر قلی خان ۱۵۱۴ء تا ۱۵۱۵ء (۱۶۰۶-۵۱)

جہانگیر بادشاہ نے تخت نشین ہونے کے ایک مہینے بعد جہانگیر قلی خان کو بہار کا صوبے دار مقرر کیا۔ جہانگیر قلی کا اصل نام لال بیگ تھا۔ اس کا باپ نظام خان ہمایوں بادشاہ کا کتاب دار تھا اور لال بیگ بچپن ہی سے جہانگیر کی خدمت میں تھا۔

صوبہ بہار میں جہانگیر قلی خان کو سنگرام نامی راجا سے جو چار ہزار سوار اور بے شمار پیادے رکھتا تھا سخت سبکدوش پیش آیا۔ اس راجا کا علاقہ بھی ناہمو مقام میں واقع تھا۔ بالآخر جہانگیر قلی خان کو فتح ہوئی اور راجا مذکور مارا گیا۔ اس فتح کے صلے میں جہانگیر قلی خان کا منصب چار ہزار و پانچ سو دی کرویا گیا۔ قطب الدین خان کو کلتاش کے مارے جانے کی خبر بادشاہ کو اول اول جہانگیر قلی خان ہی کے خط سے معلوم ہوئی جو اس نے اسلام خان کو اگرے میں لکھ بھیجا تھا۔ اسی کے بعد جہانگیر قلی خان قطب الدین خان کی جگہ پر بنگلے کا صوبے دار ہوا۔ لیکن وہاں جا کر تھوڑے ہی دنوں میں اس جہان سے گزر گیا۔ آدمی دیانت دار و وفادار اور قوی الجہنہ تھا۔

پٹنہ میں امپریل بنک کے احاطے میں پچھم جانب ایک بلند قبر ہے جو جہانگیر قلی خان کی قبر کہی جاتی ہے۔ لیکن اس صوبے دار کا یہاں مدفون ہونا

۱۵۱۴ء جہانگیری صفحہ ۱۰۷۔ ۱۰۸ جہانگیر نامہ صفحہ ۲۲ راجا سنگرام کے بیٹے راجا روزافروز کا حال ابراہیم خان فتح جنگ کے حالات کے بعد مذکور ہوگا۔
۱۵۱۵ء جہانگیری صفحہ ۵۵۔ ۵۶ اثر الامار۔

۱۱۰۸ھ میں رائے کشور دیوان مبلغ تیس لاکھ روپے حاصل خالصات
صوبہ بہار سے آگرہ کو لے جاتا تھا۔ شہزادہ سلیم نے یہ رقم چھین کر اپنے تصرف
میں لے لی۔

(۲) شریف خان ۱۱۱۳-۱۱۱۴ھ (۱۶۰۳-۱۶۰۴ء)

کچھ دن آزادانہ حکومت کر کے ۱۱۱۴ھ میں جب شہزادہ سلیم نے بالآخر
باپ کی ملاقات کا قصد کیا۔ اس وقت اپنے مستندوں میں سے شریف خان
(پسر خواجہ عبدالصمد شیریں قلم) کو صوبہ بہار کا نظم و نسق سپرد کیا۔ اکبر کے مرنے
پر ۴ رجب ۱۱۱۴ھ کو جہانگیر تخت نشین ہوا۔ اس وقت شریف خان بھی
دربار میں حاضر ہو کر منصب نفع ہزاری اور خطاب امیر الامرائی سے سرفراز
ہوا۔ واضح ہو کہ جہانگیر جب باپ کے پاس حاضر ہوا اکبر نے اس کو چند دن
نظر بند رکھ کر گجرات جانے کا حکم دیا اور آصف خان کو بہار کا صوبے دار
مقرر کیا تھا جو سابق سطور میں مذکور ہو چکا ہے۔

۱۱۱۵ھ ترک جہانگیری صفحہ ۹۔ ۱۱۱۶ھ ترک جہانگیری صفحہ ۱۰ میں اصل عبارت یہ ہے:-
”شریف خان کہ از خورد سائگی با من کلاں شدہ و در ایام شہزادگی اور اخطاب خانی مادہ
بودم و وقتیکہ کہ از الہ آباد متوجہ خدمت پدر بزرگوار خود شدم۔ نقارہ و تومان و قوغ
بدوم رحمت نمودہ بہ منصب دو ہزاری و پانصدی اور اسرفراز نمودہ و حکومت و داراے
صوبہ بہار و محل و عقد آن ولایت یہ قبضہ اختیار او گزاشتہ بہ آنصوب مرخص گرداندم“

علامہ ابوالفضلؒ نے بہار کی صوبے داری پائی۔ اسی زمانے میں کشور خاں (پسر قطب الدین خان کو کلتاش کو رہتاس کی قلعہ داری تفویض ہوئی)۔

راجا سنگرام جس کا مارا جانا جہانگیر علی خان کے حالات کے ساتھ مذکور ہوا، اس کا علاقہ ایک سال کے لیے اسلام خاں کی جاگیر میں دے دیا گیا تھا۔ اب دوسرے سال کے لیے افضل خان کی جاگیر مقرر ہوا۔

اس زمانے میں صفدر خاں بھی صوبہ بہار میں کسی عہدے پر ممتاز تھا۔ ۲۲ ذی قعدہ ۱۰۱۷ کو بہار سے واپس جا کر اس نے ایک ہاتھی اور تواشریاں بہ طور پیش کش بادشاہ کی نذر کیں۔

ابتداءً سال جاوے میں جہانگیر نے خواجہ سرہنگا یا ان کی خرید و فروخت کرتا بدریغ فرمان اپنی مملکت میں ممنوع کر دیا تھا۔ افضل خان نے اپنی صوبے داری میں دو شخصوں کو اس جرم میں گرفتار کر کے شاہی دربار کو روانہ کیا۔ بادشاہ نے ان کو جس دوام کی سزا دی۔

افضل خاں کے زمانے کا عجیب و غریب واقعہ پٹنہ میں جعلی خسرو کا ہنگامہ ہو جو آئندہ سطروں میں مفصل مذکور ہو گا۔ افضل خان ۱۰۲۱ء تک بہار میں صوبے دار رہا۔ اسی سال ۱۶ محرم کو اس کی پیش کش شاہی دربار میں پہنچی۔ اس میں تیس ہاتھی، ساٹھ گھوڑے، بنگالے کے نیس کپڑے، چوب مندل و عود اور متک کے نلے وغیرہ تھے۔ ۹ محرم ۱۰۲۲ء کو افضل خان صوبہ بہار سے واپس جا کر دربار میں حاضر ہوا۔

۱۷ جہانگیر نامہ صفحہ ۳۲ و ۳۶۔ تزک جہانگیری صفحہ ۶۹۔ ۷۰۔ تزک جہانگیری صفحہ ۷۰۔

۱۸ تزک جہانگیری صفحہ ۸۰۔ ۸۱۔ تزک جہانگیری صفحہ ۸۱۔ ۸۲۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۰۱۔

۱۹ تزک جہانگیری صفحہ ۱۱۶۔ شہر فرانیسی سیاح جو شاہجہاں کے عہد میں (بقیہ نوٹ ص ۲۳۰ پر)

کسی تاریخ میں مذکور نہیں اور قبر پر کوئی کتبہ بھی نہیں ہے۔

(۴) نواب اسلام خان ۱۰۱۵ھ تا ۱۰۶۶ھ

جہانگیر قلی خان کے بنگالے جانے پر اسلام خان بہار کا صوبے دار مقرر ہوا۔ اس کا اصل نام علاء الدین تھا اور حضرت شیخ سلیم چشتی کا نواسہ تھا۔ جہانگیر نے اس کو اسلام خان کے خطاب سے مخاطب کیا۔ اس صوبے دار کے زمانے میں ارادت خان برادر آصف خان کو صوبہ پٹنہ و حاجی پور کی بخشی گری حمت ہوئی۔ اور اسی کے ہاتھ بادشاہ نے اسلام خان کے لڑکے کے لیے شمشیر مرصع روانہ کیا۔ اسی زمانے میں پُر در پوٹلی کے فرمان آئے پر راجا مان سنگھ نے قلعہ رہتاس (صوبہ بہار) سے واپس جا کر تنوڑ بخیر فیل پیش کش کیے۔ جہانگیر اپنے روز نامے (ترک جہانگیری صفحہ ۶۶ و ۸۰) میں لکھتا ہے کہ ان میں سے ایک ہاتھی بھی شاہی فیل خانے کے لائق نہ تھا۔

جہانگیر قلی خان کے مرنے پر اسلام خان بنگالے کا صوبے دار ہوا۔ بہار کی صوبے داری کے متعلق اس کا کوئی خاص واقعہ معلوم نہیں لیکن بنگالے جا کر اس نے بڑے بڑے کار نمایاں کیے۔

(۵) افضل خان ۱۰۱۶ھ تا ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۱ء-۱۶۱۶ء)

اسلام خان کے بنگالے جانے پر عبدالرحمن مخاطب بہ افضل خان (پسر

۱۰ ترک جہانگیری صفحہ ۱۳ و ۵۴ و جہانگیر نامہ صفحہ ۳۔

کو حقیقت حال سے آگاہی ہوئی۔ فوراً فوج لے کر چٹنے کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی خبر پا کر بد معاشوں نے اپنے کچھ آدمی قلعے میں متعین کر دیے اور باقی جتنے کو ساتھ لے کر پن پن ندی کے کنارے فوج آراستہ کر کے آمادہ پیکار ہوئے لیکن افضل خان کے مقابلے کی تاب نہ لا کر پھر قلعے میں واپس آئے۔ افضل خان بھی متعاقب آ پہنچا تو انھوں نے اس کے مکان میں بند ہو کر اندر سے تیر چلائے شروع کیے۔ اور تیس آدمیوں کو ہلاک کیا۔ بالآخر سپہ سالار ان کو منتشر کر کے افضل خان نے جمل ساد کو گرفتار کیا اور فی الفور قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۳ صفر ۱۱۰۷ھ کا ہے۔

جہانگیر کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو حکم دیا کہ شیخ بنارسی وغیرہ جن جن شاہی عاملوں سے قلعے کی حفاظت میں غفلت اور نامردی ظاہر ہوئی، ان کے سرادر داڑھیاں اور مونچھیں منڈوا کر اوڑھنی اڑھا کر الٹے گدھے پر سوار کر کے روانہ کر دو۔ اور راہ میں شہروں اور قصبوں سے گزرتے ہوئے ان کو اسی ہنیت سے پھراؤ کہ دوسروں کو عبرت ہو۔^{۵۶}

۱۰) ظفر خان ۱۱۰۷ تا ۱۱۰۸ھ (۱۶۱۳-۱۶۱۴ء)

افضل خان کے بعد ظفر خان کو بہار کی صوبے داری تفویض ہوئی ظفر خان بادشاہ کے کوکے زادوں میں تھا۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ ظفر خان کو ۱۱۰۷ء تک جہانگیری صفحہ ۸۴ و ۸۵۔ جہانگیر نامہ صفحہ ۳۲-۳۳۔ ایسٹ مسات کی تاریخ ہند جلد ششم صفحہ ۳۲۱ میں بھی مذکور ہے۔ سن عیسوی کے مطابق یہ واقعہ ۸ اپریل ۱۱۰۷ھ کا ہے۔

(۶) پٹنہ میں جعلی خسرو کا ہنگامہ (۱۱۸۱ء)

۱۱۸۱ء میں افضل خان صوبے دار بہار قلعہ پٹنہ کو شیخ حسین بنارسی و غیاث بیگ دیوان اور چند متصدیوں کے سپرد کیے خود اپنی جاگیر کے انتظام کے لیے گورکھ پور کی طرف گیا تھا۔ اتفاقاً قطب نامی ایک مجہول الاصل پٹھان ساکن اوچھہ جو شاید شہزادہ خسرو پسر جہانگیر سے کچھ مشابہت رکھتا تھا، درویشانہ وضع بنا کر اقل بھوج پور کی طرف آیا اور وہاں سے چند قتنہ پسندوں کو متفق کر کے پٹنہ چلا آیا۔ اس نے خود کو شہزادہ خسرو بتا کر بیان کیا کہ میں شاہی قید خانے سے نکل کر آیا ہوں اگر تم لوگ میرا ساتھ دو گے تو آئندہ تم کو دولت و حکومت میں شریک کروں گا۔ اس کے چہرے پر کوئی نشان تھا اس کو اس نے آنکھوں پر کٹوری باندھنے کا نشان بتایا۔ بھوج پور سے بعض بھارجے ساتھ آئے تھے۔ شہر پٹنہ کے بعض نکتے لفٹکے اس کے ساتھ ہو گئے۔ لوگوں نے شاہزادہ خسرو کا بغاوت کرنا اور قید ہونا سنا ہی تھا۔ عوام الناس نے یقین کیا کہ دراصل یہ شہزادہ خسرو ہے۔ اس پٹھان نے سوار اور پیادوں کی ایک جمعیت فراہم کر کے قلعہ پٹنہ کا رخ کیا۔ شیخ بنارسی اور غیاث بیگ دیوان سے گھبراہٹ میں کچھ بن نہ آئی۔ قلعے کے دریچے سے نکل کر کشتی پر سیدھے گورکھ پور نفل خان کے پاس چلے گئے۔ یہاں سفیدوں نے میدان خالی پا کر قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اور افضل خاں کا سارا سامان اور شاہی خزانہ لوٹ لیا۔ جب افضل خان (۲۲۵) کا بقیہ نوٹ) ہندستان آیا تھا۔ اپنے سفر نامے میں پٹنہ کے حالات میں لکھتا ہے کہ میں نے یہاں ۶۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴ کے افغان خرید کیے۔ عموماً بھوٹیے اور نیپالی نامی لاکڑ فروخت کرتے تھے۔

(۹) راجا روزافزوں پسر راجا سنگرام کی واپسی

راجا سنگرام کا علاقہ جہانگیر قلی خان کے زمانے میں فسخ ہوا تھا۔ اور ایک سال کے لیے اسلام خاں کو اور دوسرے سال انھنل خان کو یہ طور جاگیر مرحمت ہوا تھا۔ سنگرام کا بیٹا راجا روزافزوں مشرف بہ اسلام ہو کر جہانگیر کے دربار میں رہتا تھا۔ مستثنیٰ میں جہانگیر نے راجا سنگرام کا تمام علاقہ اس کے بیٹے روزافزوں کو واپس کر کے وطن جانے کی رخصت دے دی اور ایک ہاتھی مرحمت کیا۔ روزافزوں صوبہ بہار کے معتبر راجاؤں اور بادشاہ کے قدیم اتحاد معتمدوں میں تھا۔ جب شہزادہ خرم نے بغاوت کی تو جہانگیر نے اقل اسی راجا روزافزوں کو شہزادے کی فہائش کے لیے روانہ کیا تھا یہ

(۱۰) فتح ولایت کوکھرہ اور ہیرے کی کان کا حال

ابراہیم خان نے ولایت کوکھرہ فتح کر کے ہیرے کی کان دریافت کی۔ ولایت کوکھرہ سے صوبہ بہار کے متصل چھوٹا ناگپور کا جنگل علاقہ مراد ہے۔ بریڈلی بڑاٹ (BRADLYT. I. C. 5) اپنی کتاب میں صرف اس قدر لکھتا ہے کہ جہانگیر نے اپنے روزنامے میں چھوٹا ناگپور کو کوکھرہ لکھا ہے۔ تزک جہانگیری میں جہانگیر لکھتا ہے کہ "توابع صوبہ بہار میں ولایت کوکھرہ ہے۔ یہاں ایک پہاڑی نالے میں پتھروں اور کنکریوں کے ساتھ الماس کے ٹکڑے بھی پائے جاتے ہیں۔ لوگوں کو تجربے سے معلوم ہو کہ نالے میں جس جگہ الماس ہوتا ہے

آرزو تھی کہ کوئی خدمت طبعہ سپرد ہو کہ وہ اپنی کارگزاری دکھاسکے اور میں
بھی چاہتا تھا کہ اس کی آزمائش کروں۔ اس لیے اس کو سہ ہزاری منصب
دے کر بہار کا صوبے دار مقرر کیا۔

۱۸۱۔ ابراہیم خان فتح جنگ ۱۲۲۷ھ تا ۱۲۵۱ھ ۱۲۱۳-۱۲۱۴ھ

ظفر خان کے تبدیل ہونے پر ۲۲ صفر ۱۲۲۷ھ کو جہانگیر نے ابراہیم
خان کو خلعت واسپ و خنجر مرصع دے کر بہار کی صوبے داری عنایت
کی۔ چند دنوں کے بعد ابراہیم خان کے لیے ایک فیمل بھی دربار سے
 روانہ کیا گیا۔

اس زمانے میں سیرک حسین اغوش خواجہ شمس الدین اصوب بہار
کی بخشی گری و قلع نویسی پر مقرر ہوا۔

ابراہیم خان کے عہد میں ایک منصب دار ہنت صدی نظام الدین
خان بھی تھا جو کسی شاہی عہدے پر اس صوبے میں متعین ہوا تھا۔
ابراہیم خان کے زمانے کے اور واقعات جو تاریخ اہمیت سے خالی نہیں
حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۱۳ و صفحہ ۱۵۱۔

۲۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۴۱ و ۱۴۲۔

۳۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۴۲۔

۴۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۵۸۔

قیمت لاکھ روپے کے قریب ٹھہری ہے۔

ہیرے کی کان کے متعلق اپنے روزنامے میں ایک دوسرے مقام پر جانگیر لکھتا ہے کہ کوکھرا ملک بہار کی حدود میں ہے۔ یہاں ہیرا کان سے نہیں نکلتا بلکہ ایک پہاڑی نالے میں پایا جاتا ہے۔ یہاں ایام بارش میں پہاڑ سے پانی آتا ہے۔ لوگ پتھر رکھ کر اس کو آگے سے بند کر دیتے ہیں۔ جب سیلاب گزر چکتا ہے اسی نالے سے الماس نکالتے ہیں۔ تین سال سے یہ ملاقات شاہی عمال کے قبضے میں ہے۔ یہاں کی آب و ہوا ایسی سموم ہے کہ بیرونی لوگ زندگی بسر نہیں کر سکتے ہیں۔

تزک جہانگیری ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۷۰ سالہ میں جہانگیر قلی خاں رشتانی صوبے دار بہار نے اپنے بیٹے بہرام خاں کے ہاتھ کوکھرا سے چند ہیرے کے ٹکڑے بادشاہ کے پاس بھیجے۔ اسی زمانے میں ابراہیم کے بھیجے ہوئے ہیرے بھی حکاموں کے تراش کر پیش کیے تھے۔ یہ نگینے نیل گوں (یعنی نیلم سے مشابہ) تھے۔ جو ہریلوں نے ایک نگینے کی قیمت تین ہزار روپے لگائی۔ اور یہ کہا کہ اگر اس کا رنگ سفید ہوتا تو بیس ہزار روپے کا ہوتا۔

۱۸۶۹ء جادوہن سال کے ورثا ضلع راجسٹی میں رہتے ہیں۔ ان میں ایک بڑے زمیندار نے راقم سے کوکھرا کے ہیرے کی کیفیت اور انکے دل چسپ واقعات بیان کیے۔ کوکھرا کا تھانہ میں ایک پرگنہ کا نام ہے۔
۱۸۶۹ء تزک جہانگیری صفحہ ۲۷۰

وہاں پشہ کے قسم کے پتنگے جن کو ہندی میں جھینگہ کہتے ہیں بہ کثرت اڑتے
 رہتے ہیں۔ یہ علاقہ درجن سال کے تصرف میں تھا۔ بعض صوبے داروں نے
 اس پر فوج کشی کی لیکن راہ کے استحکام اور جنگل کی کثرت کے سبب انھوں
 نے اس زمیندار کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ اور دو ایک ہیرے حاصل کرنے پر
 قناعت کی۔ جب ظفر خان کے بعد ابراہیم خان صوبے دار مقرر ہوا تو ہم نے
 اس کو رخصت کرتے وقت کہہ دیا تھا کہ اس علاقے پر قبضہ کرنا ہو گا۔ ابراہیم خان
 نے بہار جا کر زمیندار پر چڑھائی کی۔ حسب دستور سابق زمین دار نے چند
 الماس دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن خان مذکور نے اس پر کوئی توجہ نہ کی اور راستے
 نکال کر چڑھائی کر دی۔ زمیندار کو اپنی جمیعت فراہم کرنے کی فرصت نہ ملی۔
 گھبرا کر پہاڑوں میں جہاں اس نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا، چھپ گیا۔ ابراہیم خان
 کے آدمیوں نے تلاش کر کے اس کو اس کی ماں بھائی اور چند عورتوں کے
 ساتھ گرفتار کر لیا۔ ہیرے جو اس وقت اس وقت اس کے پاس موجود تھے
 ان کے علاوہ تیس زنجیریل بھی اس فتح میں ہاتھ آئے۔ اور اس کے صلیب
 ابراہیم کو فتح جنگ کا خطاب عنایت ہوا۔ اور اس کا منصب بھی چہار ہزاری
 کر دیا گیا۔ خان موصوف کے ماتحت اور شاہی ملازم بھی اپنی اپنی خدمات کے
 مطابق اضافہ مناصب سے سرفراز کیے گئے۔ اس کے بعد لکھا ہو کہ اب جو
 ہیرا نکلتا ہے ہمارے پاس پہنچتا ہے اور حال میں جو ہیرا آیا ہے اس کی قیمت
 پچاس ہزار روپے ہوگی۔

۲۶۔ میں ابراہیم خاں نے اس کان کے نو عدد ہیرے بادشاہ کے
 پاس بھیجے۔ ان میں ایک بڑا ہیرا وزن میں ساڑھے چودہ ٹانک تھا جس کی

ان میں ایک شاہی فیل خلعے میں داخل ہوا اور باقی شاہی حکم کے مطابق تقسیم کر دیئے گئے۔ خود دربار میں حاضر ہو کر جہاں گیر قلی خان نے سوا اثربیاں اود توارچی کی رقم پیش کش کی۔

(۱۲) مقرب خان ۱۰۲۸ھ تا ۱۰۲۹ھ (۱۶۲۰-۱۹ھ)

مقرب خان بادشاہ کے مقربوں میں تھا۔ اصل نام شیخ حسین (پسر شیخ بہا) تھا۔ بہار کی صوبے داری کے ساتھ بادشاہ نے اس کو خلعت اسپ و خنجر مرصع اور پچاس ہزار روپی نقد بھی عنایت کیے۔

اسی ہنگام میں سردار خاں کو مونگیر میں جاگیر عطا ہوئی اور حسن علی خاں سابق جاگیر دار مونگیر باضافہ منصب ابراہیم خاں کی ملک میں بنگالہ بھیج دیا گیا۔ اسی حسن علی خاں ترکمان نے آئندہ سال اڑیسہ کی صوبے داری پائی۔

مقرب خاں کے زمانے میں سید مبارک رہتاس کا قلعے دار مقرر ہوا۔ اور معین خاں خلعت و فیل و اسپ و خنجر پاکر کسی ممتاز عہدے پر صوبہ بہار آیا۔

منتخب اللباب (صفحہ ۱۲۹۸) میں مذکور ہو کر ۱۰۲۸ھ میں تار و نبالہ دار ظاہر ہوا جو کسی ہفتوں تک نمودار ہوتا رہا۔ یہ زمانہ بھی مقرب خاں کی صوبے داری کا تھا۔

۱۰۲۸ھ جہاں گیری صفحہ ۲۸۲ - ۱۰۲۹ھ ترک جہاں گیری صفحہ ۲۸۳ و جہانگیر نامہ صفحہ ۱۱۳

۱۰۲۹ھ ترک جہاں گیری صفحہ ۲۵۵ - ۱۰۳۰ھ ترک جہاں گیری صفحہ ۲۸۵

(۱۱) جہاں گیر قلی خان دوم ۱۰۲۶ھ تا ۱۰۲۷ھ ۱۰۱۸-۱۰۱۹ھ

۱۰۲۶ھ میں ابراہیم خان بہار سے تبدیل ہو کر قاسم خان کی جگہ پر بنگلے کا صوبے دار ہوا اور بہار کی صوبے داری جہاں گیر قلی خان کو دی گئی۔ اس جہاں گیر قلی خان کا اصل نام شمس الدین تھا اور یہ اعظم خان کا بیٹا اور الہ آباد کا جاگیر دار تھا۔ اس صوبے دار کے زمانے میں خواجہ ابوالحسن کا خویش جس کا نام محمود تھا، صوبہ بہار کا بخشی و وقائع نویس مقرر ہوا۔

اسی زمانے میں سید حاجی جاگیر دار کو بادشاہ نے ایک گھوڑا بہ طور انعام مرحمت کیا۔ بادشاہ نامہ (صفحہ ۱۶۶ و ۱۶۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۲۲ھ میں جب بادشاہ نے چٹوڑ پر چڑھائی کی۔ اس معرکہ میں سید حاجی پوری بھی ملک میں موجود تھا اور رانا امر سنگھ کے ملک میں اس نے انتولہ نامی مقام پر تھانہ قائم کیا۔

۱۰۲۷ھ کے قریب رات شکر نے جو صوبہ بہار میں کسی عہدے پر ممتاز تھا، انتقال کیا۔ بادشاہ نے اس کے بیٹے کو جس کا نام مان سنگھ تھا، ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔

جہاں گیر قلی خان کے زمانے میں اس کے بعض اقربا نے رعیت پر بے جا حکم اور تعدی کی اس لیے بادشاہ نے اس کو واپس بلوایا۔ واپس جانے سے پہلے اس نے بیس ہاتھی بہ طور پیش کش شاہی دربار کو روانہ کیے

۱۰۲۷ھ ترک جہاں گیری صفحہ ۱۸۶ و ۱۸۷۔ ۱۰۲۸ھ ترک جہاں گیری صفحہ ۱۹۰۔

۱۰۲۹ھ ترک جہاں گیری صفحہ ۱۹۷۔ ۱۰۳۰ھ ترک جہاں گیری صفحہ ۲۳۶ و ۲۳۷۔

۱۰۳۱ھ ترک جہاں گیری صفحہ ۲۴۶۔

چاہتا ہوں

۱۶۲۰ء میں پٹنہ کو آتش زدگی سے سخت نقصان پہنچا۔ بعض یورپین تاجروں کے مکان بھی جل گئے۔

(۱۳) شاہزادہ پرویز ۱۰۳۰ھ تا ۱۰۳۴ھ (۱۶۲۵-۲۲ء)

جہاں گیر نے مقرب خاں کو تہدیل کر کے ۱۰۳۰ھ میں صوبہ بہار کو شاہزادہ پرویز کی جاگیر مقرر کر دیا۔ اور راجا سارنگ دیو کو بطور سزا دل تعینات کیا کہ شاہزادے کو الہ آباد سے پٹنہ لے جائے۔ شاہزادہ خود محرم ۱۰۳۱ھ میں پٹنہ آیا۔ لیکن اس کے عملے پہلے سے آکر انتظام میں مصروف تھے۔ انگریزوں کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ شاہزادے کے عملوں کے آنے پر ان کے لیے مکانوں کی حاجت ہوئی اس لیے بہت سے لوگوں کو اپنے مکانات خالی کر دینے پڑے۔ اسی سلسلے میں انگریزوں کو بھی اپنا مکان چھوڑ کر خانہ بدوش ہونا پڑا۔

شاہزادہ پرویز کے عہد میں نظر بھادر خوشگی نے قلعہ مجھولی فتح کیا اور

IN HISTORY OF BENGAL, BIHAR AND
ORISSA UNDER BRITISH RULE, p. 2

اور

از موعی دلالت یہ دعایت نمود معلوم ہوتی ہو۔ ۲۷ ترک چانگری صفحہ ۲۲۲ جاگیر نامہ ۱۶۲

۲۷

HISTORY OF BENGAL, BIHAR AND
ORISSA UNDER BRITISH RULE, p. 3

۲۷ مجھولی ضلع گورکھپور میں ایک مقام ہے۔

مقرب خاں ہی کے زلمے میں اول اول انگریزی تجارت پٹنہ آئے۔

(۱۳) پٹنہ میں انگریز تاجروں کی آمد اور تجارت کی ابتدا

۱۶۲۰ء

انگریزوں کے پٹنہ آنے سے پہلے یہاں اور یورپین قومیں خصوصاً پرتگالی
ڈچ (ولندیزی یعنی ہولینڈ والے) اور فرانسیسی تجارت کرتے تھے۔ پٹنہ
(۱۶۲۰ء) میں رابرٹ ہویز اور جان پارکر نامی (ROBERT HUGHES & GOHN PARKER)
دو انگریز تجارت کی غرض سے دیسی کپڑے خریدنے کو
آگرے سے پٹنہ آئے۔ ہیوز کے پاس چار ہزار روپے نقد سرمائے کا بندوبست
موجود تھا۔ اور پارکر بھی کچھ تجارتی مال ساتھ لایا تھا۔ ان کا نشانہ تھا کہ پٹنہ میں
آڑھت یا تجارتی کوٹھی کھولی جائے۔ لیکن آگرہ اور سورت تک مال بھیجنے
کا خرچ اور دیگر مصارف جوڑنے پر کوئی منافع نظر نہ آیا۔ اس لیے دوسرے
ہی سال تجارت بند کر دی گئی۔

انگریز مورخوں کا بیان ہے کہ مقرب خاں ان نووارد انگریزوں کے
ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آیا اور اس نے ان کی تجارت سے بھی خاص
دل چسپی ظاہر کی۔ یہ بھی بیان ہے کہ مقرب خاں نے ہنگامی سے جہاں پرتگالی
تجار رہتے تھے، ایک جسوریت پادری کو پٹنہ بلوا کر گرجا بنوانے کا خیال ظاہر
کیا۔ اور یہ بھی اقراء کیا کہ میں خود مقام گوا میں عیسائی ہو کر اصطبل خانہ حاصل
کر چکا ہوں لیکن پادری نے اس کو باور نہ کیا۔ اور یہ گمان کیا کہ مقرب خاں
پرتگالیوں کو پٹنہ بلوا کر ان کی تجارت سے مالی فائدہ اٹھانا

۱۱۵) صوبہ بہار پر شاہزادہ خرم شاہ جہاں کا باغیانہ

قبضہ ۳۳۳-۳۳۴ھ ۲۳-۲۴-۱۶۲۵ء

جہاں گیر نے غالباً نور جہاں بیگم کے کہنے سے شہزادہ خرم کی جاگیر شہزادہ شہریار کے نام تبدیل کر دی۔ اور اس قلعہ میں قلعہ دھول پور کی طرف دونوں شہزادوں کے عملوں میں سخت نزاع اور غول ریزی ہو گئی۔ شہزادہ خرم نے اپنے دیوان افضل خان کو بادشاہ کے پاس بھیج کر اس فساد کو مٹانے کی کوشش کی لیکن اس سے کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوا کہ دربار میں اس کے خلاف بعض خفیہ سازشیں عمل میں آرہی ہیں۔ خرم نے مایوس ہو کر خود سری اور بغاوت پر کمر باندھی۔ اول آگرے کا قصد کیا۔ لیکن ادھر کچھ کام یابی کی امید نہ بندھی تب دکن سے فوج لے کر اڑیسہ فتح کرتا ہوا بنگالے میں داخل ہوا۔ یہاں ابراہیم خاں فتح جنگ صوبے دار تھا۔ خرم نے اول کچھ وعدہ وعید سے اس کو ملا لینے کی کوشش کی۔ لیکن اس نے صاف جواب دیا کہ میں نے اتنی عمر بادشاہ کی خدمت میں صرف کی ہر اب جو کچھ باقی ہو اس کو بھی بادشاہ کی خدمت میں صرف کرنا عین سعادت مندی سمجھتا ہوں۔ اس جواب کے بعد خرم کی فوج نے بہ زور بردوان پر قبضہ کر لیا۔ ابراہیم خاں سے کچھ بنائے نہ بنی۔ آخر ایک مقبرے میں پناہ لے کر مدافعت کو آمادہ ہوا۔ تھوڑی سی جنگ کے بعد خرم کی فوج نے اس کا قلعہ تمام کیا۔ اور اس کا سارا سامان جن میں متعدد ہاتھیوں اور توپوں کے علاوہ چالیس لاکھ روپے نقد بھی تھے شہزادہ خرم کے ہاتھ آیا۔ خرم نے اس وقت تک دارا خان

اس کی یادگار میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو محلہ سلطان گنج و عالم گنج کے درمیان
 سڑک سے آخر پتھر کی مسجد کے نام سے مشہور ہو اور اب اسی مسجد کے نام
 سے پورا محلہ موسوم ہو گیا ہو۔

ادوالمی صاحب کے پٹنہ گزیٹر صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۹۲۶ء میں اس مسجد
 کو خاص شاہزادہ پرویز کی بنوائی ہوئی محکمہ دیا ہو اور اسی طرح بابو رام نال ہنہا
 نے کتاب پائلی پتر کے ضمیمہ صفحہ ۳۵ میں بھی لکھا ہو۔ حالاں کہ مسجد کے کتبہ
 میں مصرع "کردا میں بنائے خاص نظر خوشگی کہ بہت" صاف موجود ہو۔
 کتبے کی پوری عبارت اس طرح پر ہو۔

در عہد نور چشم جہاں گیر بادشاہ پرویز شاہ عادل و باذل بعقل درائے
 کھنجر و زمانہ و جمشید سلطنت بر تخت مملکت چو سکندر جہاں کشائے
 کردا میں بنائے خاص نظر خوشگی کہ بہت در پیروی شریع محمد چو کوہ پائے
 سمار ساخت قلعہ مجہولی و بت کدہ درنگ چوب بت کدہ شایں نکو بنائے
 کردم سوال سال بنائیش زیر عقل گفتا بگو خرامی خیر المقام جائے
 نظر بہادر خوشگی شاہ جہاں کے عہد میں ایک مشہور و معروف امیر تھا۔

شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۵۸۰ و ۵۸۱ اور جلد دوم صفحہ ۱۰۳-۱۰۴ و ۱۲۳-۱۲۴
 میں اور کئی جگہ اس کا نام مذکور ہو۔ پتھر کی مسجد کا کتبہ شاہزادہ پرویز کی وفات
 کے بعد لگایا گیا کیوں کہ شاہزادے نے ۱۶۲۵ء میں برہان پور کی طرف
 انتقال کیا۔

"وفات شاہزادہ پرویز" اس کی وفات کی تاریخ ہو۔

شاہزادہ پرویز کے زمانے کا ایک بڑا واقعہ یہ ہو کہ شاہزادہ خرم (شاہ جہان)
 نے باپ سے بغاوت کر کے ہنگال و بہار پر قبضہ کر لیا۔

دیکھ کر عبداللہ خان شاہ زادہ خرم کو پھر رہتاس واپس لایا۔ انھی دنوں میں شہزادہ مراد قلعہ رہتاس میں پیدا ہوا تھا۔ خرم نے تین دن قلعے میں قیام کر کے خرم کی حفاظت خدمت پرست خان کے سپرد کی اور خود پھر دکن کی طرف واپس گیا۔ اس کے جانے پر شہزادہ پر دیزع فوج صوبہ ہمار میں چلا آیا۔

شاہزادہ خرم نے پٹنہ سے داراب خاں کو لکھا تھا کہ بنگالے کی فوج لے کر جلد ملک میں حاضر آؤ۔ لیکن داراب خاں نے حیل سازی کی اور نہ آیا۔ خرم نے اس کا معاملہ عبداللہ پر چھوڑا اور عبداللہ خاں نے داراب خاں کے بیٹے کو قتل کیا۔ بعد کو جب شہزادہ پرویز اور جہاوت خان نے بہار و بنگالے پر قبضہ کیا تو بادشاہ نے داراب خاں کو بھی اس کی دغا کی پاداش میں قتل کرایا۔

خرم نے دکن بھیج کر اعتذار کر کے بادشاہ سے عفو جرائم کی درخواست کی۔ جہاں گیر نے عفو جرائم کے لیے منجملہ اور شرطوں کے ایک شرط یہ بھی لکھ بھیجی کہ مظفر خان ورمنا بہادر قلعہ داران رہتاس قلعہ مذکور کو رکو شاہی عالموں کے سپرد کر کے شہزادہ مراد کو ساتھ لے کر دربار میں حاضر ہوں۔

۱۔ ترک جہاں گیری صفحہ ۳۰۱ و ۳۰۲۔ جہاں گیر نامہ صفحہ ۲۱۵ و شاہ جہاں نامہ صفحہ ۱۹۵
 و محب القباب جلد اول صفحہ ۳۴۵ و ۳۴۶ و بادشاہ نامہ صفحہ ۲۹۲۔ شہزادہ مراد شب
 چار شنبہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۰۲۳ کو قلعہ رہتاس (صوبہ بہار) میں پیدا ہوا تھا۔
 ۲۔ ترک جہاں گیری صفحہ ۳۰۸۔

پسر خان خانان کو نظر بند رکھا تھا۔ اب قول و قسم نے کراس کو بنگلے کی صوبے
 داری پر مامور کیا۔ اور راجا بھیم پسر رانا کرن کو فوج کے ساتھ بطور پیش خیمہ
 پٹنہ روانہ کیا۔ اور عقب میں خود بھی عبداللہ خان فیروز جنگ اور بغض
 امراء کو ساتھ لے کر ادھر چلا آیا۔ اس وقت شہزادہ پرور کا دیوان مخلص خان
 الہ آباد میں تھا۔ اور صوبہ بہار و پٹنہ کا انتظام الہ یار پسر افتخار خاں اور
 شیر خاں ایک معمولی سردار کے سپرد تھا۔ راجا بھیم کے آتے ہی ان دونوں
 نے الہ آباد کی راہ لی۔ اور شہزادہ خرم نے بلا مزاحمت صوبہ بہار پر قبضہ
 کر لیا۔ علاقے کے زمین داروں اور جاگیرداروں نے حاضر ہو کر خرم کی
 ملازمت کی اور سید مبارک مانک پوری قلعہ دار رہتاس نے اس قلعے
 کو خرم کے حوالے کر دیا۔ شاہزادے نے اپنے حرم کو قلعہ رہتاس میں بعض
 محتمدوں کی نگرانی میں رکھ کر عبداللہ خان کو الہ آباد کی طرف روانہ کیا۔
 عبداللہ خان نے جھوسی کے قریب لشکر آراستہ کیا۔ اس اثنا میں شاہزادہ
 خرم بھی بنگلے کی جنگی کشتیاں (نوارہ) ساتھ لے کر پٹنہ سے جھوسی پہنچا۔
 شاہزادہ خرم کے پاس اس وقت یہ جمیع الوجوہ دس ہزار سپاہ سے زیادہ
 نہ تھی۔ اور دوسری طرف اس کی مقاومت کو شاہ ملاوہ پوینڈ اور مہابت خاں
 چالیس ہزار فوج لے کر آئے تھے۔ تھوڑی سی جنگ کے راجا بھیم مارا گیا۔
 اور شاہزادہ خرم کے گھوڑے کو بھی ایک تیر لگا۔ جنگ کا نقشہ دگرگوں

۱۔ ترک جہاں گیری صفحہ ۳۹۴۔

۲۔ قلعہ رہتاس کی مفصل کیفیت شاہ جہاں نامہ صفحہ ۱۱۵۵ اور مقب اللہ باب

صفحہ ۲۲۶ میں مذکور ہے۔

باب چہار دہم

شاہ جہاں بادشاہ کا دور ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۹ھ

(۱) خان عالم مرزا برخوردار ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۲ھ

مرزا رستم کی جگہ پر خان عالم بہار کی صوبے داری پر مامور ہوا لیکن چند مہینے کے بعد ہی برطرف و معزول کیا گیا۔ بادشاہ نامہ (صفحہ ۲۲۸) میں مذکور ہے کہ زیادہ افیوں کھانے کے سبب اس سے کوئی کام نہ ہو سکتا تھا۔ ۲۵ رزی الحجہ ۱۰۳۷ھ کو شاہ جہاں نے سید جعفر یار بہ کو خطاب شجاعت خانی و منصب سہ ہزاری اور تترہت کی فوج داری مرحمت کی۔ اسی زمانے میں ممتاز خاں کوئی امیر موزگیر کی طرف نام زد ہوا تھا۔

(۲) سیف خان مرزا صافی ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۴۰ھ ۱۰۴۱-۱۰۶۳ھ

۱۰۳۷ھ میں سیف خان حاکم مدینہ ہو کر آیا۔ شاہ جہاں کی بیوی ممتاز محل (جس کے نام سے آج تلج محل آگرہ دنیا میں مشہور ہے) کی بہن ملکہ بانو سیف خانہ شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۲۷۱ و بادشاہ نامہ صفحہ ۱۲۵ و ۲۲۸ و منتخب اللباب حصہ اول صفحہ ۳۹-۲۷۱ شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۳۱۲

(۱۶) مرزا رستم صفوی ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۶ء)

شاہزادہ پرویز کے انتقال کے بعد مرزا رستم صفوی کو صوبہ بہار کی حکومت تفویض ہوئی۔ مرزا رستم ایران کے شاہان صفویہ کی نسل میں تھا۔ اُس کا نسب اس طور پر ہے۔

مرزا رستم بن سلطان حسین مرزا ابن بہرام مرزا ابن شاہ اسماعیل صفوی مرزا رستم کی صوبے داری میں جہاں گیر نے ۱۰۳۶ھ میں انتقال کیا، اور آصفیہ کی تدبیر سے شاہزادہ خرم نے بادشاہ ہو کر ابوالمظفر شہاب الدین شاہ جہاں کا لقب اختیار کیا ہے۔

اس وقت بہار سے مرزا رستم اپنے دو بیٹوں (مرزا مراد اور مرزا حسین) کو ساتھ لے کر تخت نشینی کی مبارک باد کو حاضر ہوا۔ مرزا رستم کبرسنی اور نقری کے مارضے کے سبب چل پھرنہ سکتا تھا۔ اس لیے ماہ جہاں نے اس کو ملازمت سے معاف رکھا۔ اور مبلغ ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔



۱۷ جہاں گیر کے مرنے کی تاریخ ”جہاں گیر از جہاں رفت“ اور شاہ جہاں کے جلوس کی تاریخ ”در جہاں باد تاجہاں باشد“ ہے۔

۱۸ شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۳۰۹ بادشاہ نامہ صفحہ ۲۰۵

جنرل معظم خاں میر جلد اور شاہ زادہ شجاع کے معرکے بھی اسی صوبے بہار سے شروع ہوئے۔ سلطنت مغلیہ کے آخری دور میں فرخ سیر کی تاج پوشی اول اول عظیم آباد پٹنہ ہی میں ہوئی۔ مغلوں کی حکومت کا آخری جلوہ بھی صوبہ بہار میں شاہ عالم کی معرکہ آرائیوں پر تمام ہوا۔

پیش نظر کتاب میں ۱۲۲۰ء قبل مسیح سے ۱۹۳۲ء تک اس سرزمین کے متعلق تمام تاریخی واقعات و حالات مستند تواریخ کتب سے اخذ کر کے مسلسل و مکمل طور پر اصل ماخذ کے حوالوں کے ساتھ تفصیل وار درج کیے گئے ہیں۔ سلسلہ بیان میں گدھ و بہار کے علاوہ بنگالہ اور بعض حصص ہند کا ذکر بھی ضمناً آگیا ہے اس لیے کہ بعض زمانوں میں عموماً سارے ہندوستان کی تاریخ اور بالخصوص بنگالہ کی تاریخ اس سرزمین کی تاریخ سے وابستہ رہی ہے۔

سلسلہ ق م تک گدھ کے حالات اہل ہند کی مذہبی اور بعض مقبول عام کتب میں خصوصیت کے ساتھ مذکور ہیں۔ اس کے بعد سے موریہ خاندان کی حکومت شروع ہوئی اور اس زمانے میں گدھ کا دارالحکومت سارے ہندوستان کا دارالحکومت تھا اور یونانیوں کے بھی اس ملک سے سیاسی تعلقات تھے اس لیے ان کی تاریخوں میں بھی پائلی پتر اور اس کے حکمران کے حالات واضح طور پر مذکور ہیں۔ موریہ خاندان کے بعد ۱۸۵ ق م سے ۱۲۰ ق م تک سولنگا خاندان اور ۱۲۰ ق م سے ۱۰۰ ق م تک کانوا خاندان نے گدھ میں حکومت کی اور ان کی تباہی پر تختینا تین صدیوں تک گدھ مختلف فاتحوں کی جولان گاہ نظر آتا ہے۔ اس مدت میں نہ صرف گدھ بلکہ سارے ہندوستان کی تاریخ بڑی چھان بین اور چھان پھٹک کی محتاج ہے۔

تیسری صدی عیسوی کے اختتام کے قریب گدھ میں گپتا خاندان کی حکومت

سے بیاہی تھی، اس لیے سیف خاں بادشاہ کا ہم زلف تھا۔ اس نے پٹنہ میں بڑے آن بان سے حکومت کی اور رفاہ عام کے کام بھی بہت کیے۔ اس کے عہد میں ایک بڑی عید گاہ بنوائی گئی جو محلہ صادق پور سے اتر چھم اب تک قائم ہو۔ اور چوک سے پورب لپ دریا ایک بڑا مدرسہ اور مسجد تعمیر ہوئی۔ در سے کی یادگار اب حیرت اس محلے کا نام رہ گیا ہو۔ لیکن سجد اب تک موجود ہو اور شہر میں نہایت پُرفضا مقام ہو۔

سیف خاں کے زمانے میں خواجہ قاسم مخاطب بہ عقیدت خاں صوبے کا دیوان تھا۔ ۱۰۲۸ھ میں اس نے سات ہاتھی شاہی دربار کو روڈ کیے لیے

(۳) ترہت کے دو عجیب برہمن شاعر ۱۰۲۸ھ

۱۰۲۸ھ میں یمن الدولہ آصف خاں نے شاہ جہاں کے دربار میں ترہت کے رہنے والے دو عجیب برہمنوں کو پیش کیا۔ جو بادشاہ کی ہنر پروری کا شہرہ سن کر اپنے وطن سے آئے تھے۔ ان میں کمال یہ تھا کہ ہندی شعرا کے دس مختلف شعر جو پہلے کبھی نہ سنے ہوں، صرف ایک بار سننے سے ان کو ازبر ہو جاتے تھے۔ اور یہ انہی اشعار کو اپنی زبان سے دہرا کر ان کے وزن اور قافیے اور مطالب کے جواب میں دس اشعار فی البدیہ کہہ کر پڑھتے تھے۔ بادشاہ نے مکران کا امتحان لیا اور آزمائش میں پورے اترے پر ان کو ہزار ہزار روپے انعام اور خلعت دے کر رخصت کیا۔

زوال کے بعد بالآخر انگریزوں کے ہاتھ آئی۔

فاتح بہار محمد بن بختیار نے بہار فتح کرنے کے چند سال بعد بنگال فتح کر کے شہر لکھنؤ (گورڈا کو بہار و بنگال کا دار الحکومت بنایا۔ ۱۲۲۵ء تک بنگال کے ساتھ بہار کا پیوند قائم رہا مگر حکام بنگال کی خود سری کے سبب ۱۲۲۵ء میں سلطان اتش نے بہار کو بنگال سے جدا کر کے ولایت بہار کے لیے علیحدہ حاکم مقرر کیا لیکن یہ نظم چند دنوں سے زیادہ قائم نہ رہ سکا، اور حاکم بنگال نے پھر بہار کو بنگال کے شامل کر لیا۔ اسی طور پر ۱۳۲۲ء میں غیاث الدین تغلق نے تربہت پہنچ کر بہار و بنگال کے لیے علیحدہ علیحدہ حکام مقرر کیے لیکن یہ نظم بھی ناپائدار ٹھہرا اور امرائے بنگال کی بغاوت اور خانہ جنگی حاجی الیاس کی خود سر حکومت کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ حاجی الیاس نے بنگال کے علاوہ تربہت اور بعض حصے بہار پر بھی قبضہ کر لیا تھا اس کے ورثہ نے تنہیاً ۱۳۹۶ء تک آزادانہ حکومت کی۔ انہیں میں اس کا پوتا غیاث الدین اعظم شاہ تھا جس کے دربار کے اشتیاق میں بلبل شیرازیوں زمزمہ پرداز ہوئے۔

حافظ زشوق مجلس سلطان غیاث الدین خاش شوق کہ کار توازنال سیرود تغلق خاندان کے آخری بادشاہوں میں سلطان محمود نے ۱۳۹۲ء میں جو پور سے بہار تک تمام مشرقی علاقوں کی حکومت اپنے معتمد خاص ملک سرور نقب بہ سلطان الشرق کو تفویض کی۔ سلاطین شرقیہ نے ایک صدی کے قریب صوبہ بہار پر حکومت قائم رکھی۔ ۱۴۹۵ء کے قریب سلطان سکندر لودی نے حسین شاہ شرقی کو شکست دے کر بہار کی حکومت ایک پٹھان سردار کے سپرد کی۔ سکندر لودی کے بعد ابراہیم لودی کے عہد سے صوبہ بہار کے پٹھان حکام نے خود سر ہو کر حکومت کی۔ انہی میں صوبہ بہار کا باشندہ فرید خاں (شیر شاہ) سور تھا جس نے سلطان بنگال کا استیصال کر کے ہمایوں سپہر باہر شاہ کو شکست فاش دی اور آخر الامر

شروع ہوئی۔ اس خاندان کا تیسرا راجا سدر گپتا جس کو ڈاکٹر اسمتھ نے ہندستان کا پنولین قرار دیا ہے، عظیم الشان راجا تھا۔ اس کے عہد میں مگدھ کی قسمت نے پھر کروٹ لی۔ مگر اس کے بیٹے نے بعض وجوہ سے بجائے پاٹلی پتر کے اجودھیا کو دار الحکومت بنایا۔ اس وقت سے پاٹلی پتر کی رونق میں کمی آگئی۔ اتفاقاً اسی زمانے سے مگدھ میں چین کے جاتری آنے لگے جن میں فامیان اور یوان چوانگ (ہیونگ ٹانگ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں کیوں کہ بیشتر انھیں سیاحوں کی تحریر سے آثار قدیمہ کا سراغ پایا گیا ہے، گپتا خاندان ہی کے عہد میں پانچویں صدی عیسوی میں نالندہ کی مشہور و معروف درس گاہ قائم ہوئی جو بودھ دھرم کی تعلیم کے لیے ہندستان سے چین تک علوم کا مرکز اور طالب علموں کا مرجع تھی۔ گپتا خاندان نے ساتویں صدی عیسوی کے کچھ بعد تک حکومت کی لیکن ان کی حکومت کا آخری زمانہ کچھ بے رونق سا نظر آتا ہے۔ سنہ ۵۴۰ء کے قریب کارن سوارن (بنگالہ) کے راجا ساسنگا نامی نے مگدھ پر چڑھائی کر کے بودھ دھرم والوں کی عبادت گاہوں اور زیارت گاہوں کو خاک میں ملا دیا اور اس مذہب کی ایسی بنیادوں کی کہ بودھ گیارہ کے مقدس درخت کو جس کے سائے میں حضرت گوتم بدھ کو حقانیت اور روشن ضمیری حاصل ہوئی تھی۔ جڑ سے کاٹ کر جلوادیا۔

سنہ ۵۵۰ء کے قریب بنگالہ کے پال نامی راجا نے مگدھ پر قبضہ کر لیا۔ راجا پال کے بعد اس کے ورثاء نے چار صدیوں سے زیادہ حکومت کی۔ لیکن اس خاندان کے آخری راجا حکومت کے اہل نہ تھے اور اسی زمانے میں مسلمان فاتحوں کا سیلاب ہندستان کے مشرقی علاقوں تک پہنچ گیا تھا۔ سنہ ۱۱۹۰ء کے قریب اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی نے بہار فتح کر کے اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی جو پھر سو برس سے زیادہ مسلمانوں کے قبضہ اقتدار میں رہ کر سلاطین منلیہ کے

طرح انگریزوں کے بے جا تسلط کو پسند نہ کیا۔ اور بہ زور ان کے استیصال کا قصد کیا۔ چند معرکوں کے بعد میر قاسم کے شکست کھانے پر ۱۷۶۵ء میں لارڈ کلایو نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے شاہ عالم سے دیوانی کا فرمان لکھوا لیا اور اس زمانے سے ۱۷۵۷ء کے غدر تک کمپنی نے حکومت کا نظم جاری رکھا۔ غدر کے بعد کمپنی کے تمام بقعہ بھٹا براہ راست سلطنتِ برطانیہ کے قبضے میں لے لیے گئے۔ انگریزوں نے سابق نظم میں کسی تبدیلی کو مناسب نہ سمجھا اس لیے ۱۷۹۱ء تک بہار بنگالہ کے شامل رہا لیکن بنگالہ میں سیاسی رجحان پیدا ہونے کے سبب شہنشاہ جارج پنجم نے اپنی تاج پوشی کے موقع پر سیاسی اصلاحات کے سلسلے میں یہ بھی اعلان کیا کہ صوبہ بہار بنگالہ سے جدا ہو کر بہار و اڑیسہ ایک علیحدہ صوبہ قرار دیا گیا۔ لیکن یہ تبدیلی بھی کچھ پائیدار ثابت نہ ہوئی اور ۱۹۳۵ء کی اصلاحات کے نفاذ کے ساتھ اڑیسہ ایک جداگانہ صوبہ قرار دیا گیا۔

بہر کیف اس مختصر دیباچہ میں اجمالی طور پر تاریخی واقعات و حالات کا ذکر کر کے اصل کتاب سے ناظرین کا تعارف کرا کر نام مقصود ہو۔ تفصیل کے لیے اصل کتاب کے تمام صفحات اہل شوق کی توجہ کے محتاج ہیں۔

پیش نظر کتاب کے علاوہ اسی سلسلے میں دو کتابیں اور بھی زیر ترتیب ہیں جو عنقریب انشاء اللہ ناظرین کی نظر سے گزریں گی۔ اول الذکر کتاب میں مگدھ پاٹلی پتر بہار و عظیم آباد پٹنہ کے جغرافی حالات سرزمین کی ہیبت آثار قدیمہ اور عمارات کی کیفیت اور سینکڑوں کتبہ جو بڑی جتو اور محنت سے حاصل ہوئے ہیں درج کیے گئے ہیں اور آخر الذکر کتاب میں تمام شاہی وطن کے حالات مرتب کیے گئے ہیں۔ احوال ماز حوصلہ نامہ پیش بود لختے ز حال خویش بہر سمانوشہ ایم بخشی محلہ پٹنہ سٹی۔ راقم فصیح الدین لجنی

سارے ہندستان کا بادشاہ ہوا۔ ابراہیم لودی کو شکست دینے کے بعد بابر شاہ کا صوبہ بہار میں قصبہ منیرنگ آنا تاریخ میں صریح طور پر مذکور ہو۔

بہر کیف سوریوں کا دور ختم ہونے پر ۱۵۶۲ء کے قریب سلیمان خاں کرارانی نے خود مختار ہو کر بہار و بنگالہ میں آزادانہ حکومت شروع کی لیکن اُس زمانے میں سلطنتِ مغلیہ کا عروج شروع ہو گیا تھا اس لیے سلیمان خاں کا بیٹا داؤد خاں خود مختارانہ حکومت کو قائم نہ رکھ سکا اور ۱۵۸۵ء میں اکبر شاہ نے خود چڑھ کر داؤد کو شکستِ فاش دی اور بالآخر تمام بہار و بنگالہ سلطنتِ مغلیہ کی قلمرو میں شامل ہو گیا۔ سلاطینِ مغلیہ میں اکبر نے بہار کو بنگالہ کے شامل رہنے دیا لیکن جہاں گیر کے عہد سے صوبہ بہار کے لیے علیحدہ صوبے دار مقرر ہوتے رہے اور یہی نظم اورنگ زیب کے آخری زمانے تک کم و بیش قائم رہا۔

۱۶۳۲ء میں محمد شاہ بادشاہ نے صوبہ بہار کو پھر بنگالہ کے شامل کر دیا اسی وقت سے صوبے داروں نے اپنی منصوبے بازی سے بہار و بنگالہ کی حکومت کو ذاتی و موروثی حکومت بنانے کی کوشش کی اور سلطنتِ مغلیہ میں بھی اتنا دم نہ تھا کہ ان کی مدافعت کرتی۔

اٹھارھویں صدی کے وسط میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے تجارت کے علاوہ ملک کے سیاسی و فوجی امور میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ حکومتِ بنگالہ نے اس کو رد کرنا کسی طرح گوارا نہ کیا اس لیے انگریزوں سے خواہ مخواہ مقابلہ کی نوبت آئی۔ کلائیو نے نواب سراج الدولہ کے مخالفوں سے خفیہ ساز باز کر کے نواب کو شکست دی اور اس وقت سے بہار و بنگالہ کے نظم میں انگریزوں کا ہاتھ کام کرنے لگا۔ لیکن جن نوابوں کی حکومت کا دار و مدار انگریزوں کی پشت پناہی پر منحصر تھا انھیں میں میر قاسم ایک ایسا خود سر حکمران نکلا جس نے کسی

(MA ERNEST) اور مسٹر ارنسٹ میکے (SIR JOHN MARSHALL) نے دریائے سندھ کی ترائی کے قریب ہنجودارد (سندھ) اور ہرتپا (پنجاب) میں قدیم شہر اور آبادی کے آثار کھود کر نکالے ہیں جن میں مروجہ عورت کی تصویریں، خوش نما اینٹیں، کھلونے، برتن، مہر میں اور بعض چیزیں جن پر کچھ عبارت بھی لکھی ہوئی ہے۔ دو منز لے اور سہ منز لے مکان، پختہ راستے، بڑے بڑے زمین دوز نالے وغیرہ وغیرہ اتنی کافی چیزیں منظر عام پر آگئی ہیں جن سے شہر اور اہل شہر کی طرز معاشرت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات صریح طور پر ثابت ہو گئی ہے کہ یہ چیزیں پانچ ہزار برس سے کم کی نہیں ہو سکتیں۔ اور ایرین قوم کے یہاں آنے سے پہلے مصر، فلسطین اور عراق کی طرح یہاں بھی تہذیب و دانش کی ایک دور گزر چکا ہے۔

ڈاکٹر س ڈیوڈس نے لکھا ہے کہ "ایرین لوگوں کو بتدریج ہندستان فتح کر لینے میں جن قوموں سے سروکار رہا ان کو وحشی سمجھ لینا قدیم ہندستان کے متعلق تاویخی نتائج پر پانی پھیرنا ہے، بعض قبیلے ایسے بھی تھے مثلاً پہاڑی قبیلے، خاندیشو لوگ جنگل کے شرکار پر گزارا کرنے والے وغیرہ، لیکن ان کے علاوہ تمدن فراتے بھی موجود تھے جن کی سوشل حالت اعلیٰ درجے کی منظم تھی اور مال و دولت بھی اس قدر کافی رکھتے تھے کہ فاتحوں کی حرص کو ابھار سکے۔ ان میں اکثر امن و آسائش کی زندگی کے ایسے خواگر ہو گئے تھے کہ جنگ کی صورت میں طوالت پیدا ہونے پر زیادہ عرصے تک تاب مقاومت نہ لاسکتے تھے لیکن بایں ہمہ اتنے طاقت ور ضرور تھے کہ بعض صورتوں میں اپنی آزادی کو ایک حد تک قائم رکھ سکیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ مگدھ، پانچویں پتر، بہار، و عظیم آباد پٹنہ
(یعنی صوبہ بہار کی مکمل تاریخ)

باب اول

(ابتدائی حالات اور ۶۴۲ء قبل مسیح سے تندر خانہ
کی حکومت ۱۹-۲۲ء قبل مسیح تک)

(۱) ابتدائی حالات

کسی مقام کی تاریخ کا آغاز اس زمانے سے ہونا چاہیے جب سے وہاں
انسان کی آبادی پائی گئی ہو لیکن انسان کب اس سرزمین میں آباد ہوا، اس کا
سراغ لگانے کے لیے اس وقت کے قلم بند کیے ہوئے تاریخی حالات کو کہیں
موجود نہیں۔ اب جو کچھ کسی پرانی کتاب یا قدیم آثار کو دیکھ کر قیاس کیا جائے
اسی سے ابتدا ہو سکتی ہو۔

عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ ہندوستان میں علم و تہذیب اول
اول ایرین یعنی ہندوؤں کے آنے پر شروع ہوئی لیکن حال میں سر جان مارشل

بدھٹ جالم (کتاب پیدائش) کے متعلق ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ ”یاسی مذہبی اور تمدنی حالات جو ان میں مذکور ہیں وہ صاف طور پر تند اور مور یا خاندان کی حکومتوں کے زمانے سے جب کہ پانچویں پتر سارے ہندوستان کا دارالحکومت تھا قبل کے ہیں چنانچہ ان کتابوں میں ان دو حکومتوں کا کہیں ذکر نہیں اور ان میں کسی ایسی بڑی حکومت کے متعلق جس میں سارا ہندوستان یا اس کے بیشتر حصے شامل ہوں، کوئی واقفیت نہیں پائی جاتی۔“

۱۲) مگدھ کے راجا جراسنڈہ کے متعلق مہا بھارت کا بیان

کتاب مہا بھارت بھارپرب باب ۱۷ تا ۲۷ میں مگدھ دیس کے راجا جراسنڈہ کا ذکر ہے اس میں ایک روایت یہ ہے کہ ”سری کرشن جی سے ساتھیوں نے عرض کی کہ ہنس۔ ڈبنک دنت، بکرا۔ کروش۔ میگ یاہین اور پنڈروک جراسنڈہ کے ساتھ ہیں اور اس کی طاقت اور عالی خاندانی کے قائل ہیں اور بھوج ہنس کے اٹھارہ راجا اس کے رعب سے آخر سے چھم بھاگ گئے ہیں اور ہنس اور ڈبنک جب تک اس کے ساتھ ہیں اس کو شکست دینا دشوار ہے۔“

راجا جراسنڈہ کی پیدائش کے متعلق یہ روایت ہے۔

”راجا برہدرتھ اس کا باپ تھا۔ اس نے کاشی میں راجا کی دولہ کیوں سے شادی کی تھی لیکن کسی سے اولاد نہ تھی۔ آخر یہ ان دونوں کو لے کر کسی فقیر کامل کے پاس پہنچا۔ فقیر نے ایک آم دیا کہ نصف نصف ہر ایک عورت کو کھلا دیا جائے۔“

اور بعض حالتوں میں اس نئی قوم پر جو اس مقاومت کے بعد پیدا ہوئی اپنے خیالات دستور اور آئین کو جاسکیں گے۔

قدیم ہندو راجاؤں کے عہد کی کوئی باقاعدہ تاریخ موجود نہیں لیکن ان کی مذہبی کتابوں میں ضمناً مگدھ دیس کے بعض راجاؤں کے نام اور بعض مقاموں کے حالات پائے جاتے ہیں اور بعض فلاں کی کتابوں میں بھی ایسے قصبے مذکور ہیں جن کا جوڑ توڑ درست کرنے پر ایسی کڑیاں تیار ہو گئی ہیں جو ابتدائی تاریخ کے سلسلے سے وابستہ کی جائیں۔

جس طرح برہمنوں کی کتابوں میں حکومتوں کا ذکر آگیا ہو جین دھرم اور بودھ دھرم کی کتابوں میں بھی مگدھ کی تاریخ کے متعلق حالات خصوصیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اس لیے کہ ان دونوں مذاہب کا ایجاد اور ان کی نشوونما خاص مگدھ ہی میں ہوئی۔ قدیم ترین تحریریں یا کتابے جو ابتدائی حالات کے لیے ماخذ قرار دیے جاسکتے ہیں۔ بیشتر بودھ دھرم والوں کی سعی کا نتیجہ ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر راس ڈیوڈس لکھتے ہیں کہ "غالباً یہ سمجھنا غلط نہ ہوگا کہ برہمن تحریروں کے ذریعے اپنی کتابیں شائع کر دینے کو جن سے وہ ذاتی طور پر منفعہ ہوتے تھے محض لاپرواہی ہی سے نہ دیکھتے تھے بلکہ ایک ایسے طریقے کے جو ان کے غیر مشترکہ حقوق کے لیے خطرناک تھا سختی کے ساتھ مخالف تھے اور ہمارے لیے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ قدیم ترین تحریریں جو درخت کی چھال یا تار کے پتوں پر ہندستان میں پائی جاتی ہیں وہ بدہسٹ لوگوں کی ہیں، اور تمام قدیم ترین تحریریں جو پتھر یا کسی دھات پر کندہ کی ہوئی ملی ہیں وہ سب بھی بدہسٹ لوگوں کی ہیں اور ان ہی نے اول اول اپنے مذہبی احکام کے لیے تحریر سے کام لینا رائج کیا۔"

ہندوئندہ کے نام و نسل سے ملک کا آباد ہونا اور ہند کے بیٹے پورب و بنگال پورب و بنگال کو آباد کرنا مذکور ہے اور پورب کی نسل میں کشن نامی کے بیٹے مہراج کا بہار کو آباد کرنا اور اس کے بیٹے فیروز رائے کا دوبار بہار میں بے شمار خیرات کرنا اور قصبہ منیر آباد کرنا لکھا ہے اور ان میں سے اکثر کی مدت حکومت کئی کئی سو برس لکھی ہے اور فیروز رائے سے تین راجاؤں کے بعد کیندار برہمن کے زمانے میں شنگل نامی پہلوان کا جو افراسیاب کا ہم عصر تھا نواح کوچ سے خروج کر کے بنگالہ و بہار پر قابض ہونا درج ہے۔ حقیقتاً یہ مختلف زمانوں کی مستند و غیر مستند روایات ہیں جن کو ناموں کے اُلٹ پھیر اور تبدیل و تفسیح کے بعد انتہائی مبالغے کے ساتھ تاریخ میں شامل کر دیا ہے اور ان کے بعد دوسروں نے اس بارے میں محض تقلید سے کام لیا ہے۔ یہاں تک کہ تاریخ ریاض السلاطین میں جو سنہ ۱۲۰۲ھ میں لکھی گئی اسی روایت کو نقل کیا ہے۔

۱۴۱ راجا سیس ناگ ۶۴۲ء قبل مسیح

ڈاکٹر ورنلڈ اسمتھ لکھتے ہیں کہ "تیسرا پران اور والیو پران جو قدیم حکمرانوں کی فہرست ہے اس میں سب سے پہلا خاندان جس کی کچھ اصلیت معلوم ہوتی ہے سیس ناگ ہے۔" ۵۱

"بانی خاندان سیس ناگ نامی بہ ظاہر ایک معمولی سا راجا معلوم ہوتا ہے۔ جس کی حکومت اضلاع پٹنہ و گیا تک محدود تھی۔ اس کا دار الحکومت راج گیر تھا۔"

۵۱ تاریخ فرشتہ صفحہ ۸ تا ۱۲

۵۲ دیکھو صفحہ ۵۶ ریاض السلاطین

۵۳ ارنلی ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۳۲ و صفحہ ۴۶ تا ۵۱

اس کے بعد وہ دونوں حاملہ ہوئیں لیکن بچے جو پیدا ہوئے ہر ایک کا نصف دھڑ تھا اس لیے یہ پھکوا دیے گئے۔ ان کو جراثامی ایک دیو نے اٹھا لیا اور دونوں دھڑوں کو ملا یا تو ایک سمو چالو کا بن گیا جو نہایت وزنی تھا۔ دیو نے اس کو گھونسا مارا تو لڑکا زہ سے چلا اٹھا۔ اُس کی آواز سن کر راجا نے اُس کو گھر میں بلوایا۔ جراثامی نے سارا ماجرا بیان کیا اور اُس لڑکے کا نام جراثانڈہ رکھا (یعنی جراثا کا بنایا ہوا) جب لڑکا جوان ہوا اس کا باپ اپنی رانیوں کو لے کر جنگل میں چلا گیا اور راج جراثانڈہ کے سپرد کیا۔ مہا بھارت میں لکھا ہے کہ جراثانڈہ کو بھیم پنڈہ نے مارا

(۳) مسلمانوں کی تاریخوں میں بعض روایتیں

مسلمان مورخوں میں البیرونی (البوریجان محمد بن احمد) جو محمود غزنوی کے زمانے میں ہندستان آیا تھا سنسکرت زبان کا زبردست عالم اور بہترین مورخ مگر راجہ پر۔ اس کی کتاب آئینند سے ہندوؤں کے عام طرز معاشرت اور علوم و فنون پر کافی روشنی پڑتی ہے لیکن خاص مگدھ کے سیاسی حالات لکھنے کے لیے چنداں مفید نہیں۔ اس فخریہ زکاں مورخ کے علاوہ اکثر مورخ سنسکرت زبان سے نا بلند تھے۔ ان کو جس قسم کی روایتیں ملیں سلسلہ بیان میں داخل کرتے رہے اور ان کے بعد دوسرے مورخوں نے اُس زمانے کے حالات کے لیے انہی کی تحریروں پر انحصار کیا۔

بہر حال تاریخ فرشتہ میں مگدھ کے جراثانڈہ راجا کو "دلایت بہار و پٹنہ کاراجا جراثنگ لکھا ہے اور ہندستان کی آبادی کے متعلق حام بن نوح کی اولاد

۴۱) عبداللہ خان فیروز جنگ ۱۰۴۱ھ تا ۱۰۴۸ھ

(۳۱-۱۶۳۸ء)

سیف خان کے بعد عبداللہ خان فیروز جنگ صوبے دار ہوا۔ یہ وہی عبداللہ خان ہے جو شاہ جہاں کی شہزادگی کے زمانے میں بغاوت کے وقت شہزادے کی معیت میں بہار آیا تھا۔ جس کا حال اپنی جگہ پر مذکور ہو چکا ہے۔ تارنخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خان موصوف نے آٹھ برس اس صوبے میں حکومت کی لیکن اس غیر معمولی مدت میں اس نے سلسل اس صوبے میں قیام نہ کیا۔ عبداللہ خاں کے زمانے کے بعض کتبہ محلہ درگاہ شاہ ارزان کے قریب راقم کی نظر سے گزرے۔ جن میں اس کا نام بھی مذکور ہے۔ عبداللہ خاں کے زمانے میں پھیٹ (از توابع صوبہ بہار) کے زمیندار نے جس کا منصب ہفت صدی کا صد سوار تھا۔ ۱۰۴۲ھ یعنی ششم سال جلوس شاہ جہاں میں انتقال کیا۔

۵ رجب ۱۰۴۳ھ کو شاہ جہاں نے محل دار خاں دکنی کو منصب چار ہزاری خلعت و فیل واسپ و گھپوہ مرصع عنایت کر کے سرکار بنوگیر کا جاگیر دار مقرر کیا۔ بادشاہ نامہ (جلد دوم صفحہ ۱۲) میں مذکور ہے کہ محل دار خاں دو سترے ہی سال گورکھپور کا فوج دار مقرر ہوا۔

۱۰۴۵ھ بادشاہ نامہ صفحہ ۲۶م و شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۸۹م و منتخب اللباب حصہ اول صفحہ ۶۸م ۱۰۴۵ھ بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۲۱۷۔

۱۰۴۵ھ لفظ گھپوہ پیشتر دکن میں مستعمل تھا۔ ایک قسم کے خنجر کو کہتے ہیں۔

۱۰۴۵ھ شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۶۲۰۔

اس کے متعلق کوئی تاریخی واقعہ معلوم نہیں۔ صرف اس قدر مذکور ہو کر اس نے اپنے بیٹے کو بنارس میں رکھا اور خود گیری درج (راج گیر) میں قیام کیا۔ اس کی مدت حکومت صحیح طور پر معلوم نہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے اس کی تخت نشینی کا زمانہ ۱۲۲ قبل مسیح قیاس کیا ہے۔ سیس ناگ کے بعد تین راجا اور ہوئے جن کے نام والا کاک (۲) ۱۲۱ھ و ۱۲۰ھ (۲) حکیم اجیت یا کھتر اور جس تھے۔ ان کے کارنامے کچھ معلوم نہیں۔

(۵) راجا بیہم بسا ۵۸۲ تا ۵۵۳ قبل مسیح

سیس ناگ خاندان کا پانچواں حکمران بیہم بسا (سرنیکا) زیادہ مشہور ہوا۔ اس نے ملکہ کی حکومت کو وسعت دے کر انکا (ضلع بھگل پور اور غالباً مونگر) تک بڑھالیا اور راج گیر کے پرانے قلعے کے باہر اتر جانب ایک نیا شہر آباد کیا۔ جس کا نام کوگر پور یعنی کو س گھانس والا شہر تھا۔

بیہم بسا نے کو سلا (اودھ) کے راجا پارنجیت کی بہن کو سلا دیوی سے شادی کی تھی اور دوسری شادی ویدیرہا (ترہت) میں لچھادی خاندان کے راجا کی لڑکی سے کی تھی۔ بیہم بسا نے اٹھائیس برس حکومت کر کے راج اپنے بیٹے اجات ستر کے جو ویدیرہا کی رانی کے بطن سے تھا سپرد کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا

۱۔ انکا اور چپا ضلع مونگر و بھگل پور کے قدیم نام ہیں جو مہا بھارت اوی پر ب صفحہ ۱۰۴ میں بھی مذکور ہیں۔ جنرل کننگھم کی انشینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۵۲۶ و ۲۲۷ میں بھی یہی لکھا ہے۔

۲۔ اری ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۳۲۔

۳۔ کو سلا اودھ کا قدیم نام ہے دیکھو انشینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۷۰۸

۴۔ ویدیرہا ترہت کا قدیم نام ہے۔ دیکھو انشینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۷۱۸

(۵) فتح بھوج پور ۱۰۳۶ھ ۱۶۳۶ء

عبداللہ خاں کے زمانے میں ایک اہم واقعہ اُجینہ (بھوج پور) کی فتح ہو۔ یہاں کاراجا جس کا نام پرتاب تھا دربار شاہی میں منصب ڈیڑھ ہزاری ذات و ہزار سوار سے سرفراز تھا۔

ماہ رجب ۱۰۳۶ھ میں دربار سے رخصت ہو کر اپنے وطن کو واپس آیا۔ اور یہاں پہنچ کر اس نے علم بغاوت بلند کیا۔ عبداللہ خاں نے اس پر فوج کشی کی۔ شاہی حکم کے مطابق باقر خان نجم ثانی صوبے دار الہ آباد بھی کمک میں حاضر ہوا۔ اور فدائی خان (ہدایت اللہ) جاگیردار گوردھپور نے اس موقع پر شاہی فوج کے ساتھ جان نثاری کرنا اپنا فرض سمجھ کر بلاتامل شرکت کی۔ مختار خان جاگیردار مونگیر بھی چند زمینداروں کو ساتھ لے کر شاہی فوج سے آملا۔ اتفاقاً دوسرے ہی دن مختار خان کو اس کے ایک نمک حرام ملازم نے قتل کر ڈالا، اس لیے وہ جنگ میں شریک نہ ہو سکا۔ بہر کیف شاہی فوج نے قصبہ بھوج پور کا محاصرہ کیا لیکن قلعے کے استحکام اور اہل قلعہ کے حسن انتظام کے سبب چھوہ مہینے تک قلعہ مفتوح نہ ہوا۔ آخر شاہی فوج نے پورا زور لگا کر محورش کی اور بہت سے بھوج پوریوں کو مقتول و مجروح دیکر کر کے قلعے پر قبضہ کیا۔

راجا پرتاب نے اہل و عیال کے ساتھ اس قلعے سے نکل کر بھوج پور کے قدیم قلعے میں پناہ لی۔ عبداللہ خاں نے اول اس علاقے کے دوسرے لے شاہین دہلی کی تارنخوں میں بھوج پور کا نام اُجینہ لکھا ہے اور اس کی کیفیت یوں ہے۔ "از ولایت اُجینہ آں محال صوبہ بہار مراد است کہ زیر حکومت راجا بھوج پور بود"

اپنی صوبے داری کے زمانے میں عبداللہ خان نے ۱۲۳۷ھ میں بہار سے رتنپور جا کر پھن نامی زمیندار کو منہزم و مطیع کیا۔ اور اسی سال ۶ شوال کو دربار میں حاضر ہو کر چھبیس ہاتھی اور تحائف جن کی مجموعی قیمت چار لاکھ روپے تھی بہ طور پیش کش پیش کیے۔ اور زمیندار مذکور نے بھی نو ہاتھی اور دو لاکھ روپے نقد پیش کیے۔ شاہ جہاں نے عبداللہ خان کو اس کارگزاری کے صلہ میں خلعت خاصہ واسپ و فیل عطا کر کے پٹنہ روانہ کیا لیکن ابھی یہ راہ ہی میں تھا کہ اس کو دوسرا فرمان پہنچا کہ چھبیس لاکھ بندیلہ کے مقابلے کو روانہ ہو۔ خان مرقوم بندیلہ کی مہم سے فارغ ہو کر دکن کی طرف گیا اور بالآخر ۲۳ ربیع الاول ۱۲۳۷ھ کو پھر صوبہ بہار کی طرف واپس ہوا۔ شاہ جہاں کے سوئیں سال جلوس یعنی ۱۲۳۷ھ کے واقعات سے پایا جاتا ہے کہ اس زمانے میں یتیم سعادۃ اللہ حاجی پوری بھی ایک منصب دار تھا جو زمیندار ڈھنڈہ رہہ کی تنبیہ کے سلسلے میں تعینات ہوا تھا۔ اس کا نام منصب داروں کی فہرست میں بھی پایا جاتا ہے۔

اسی زمانے میں عبدالرحیم بیگ (برادر عبدالرحمن بیگ) جو سابقاً نذر محمد خاں والی بلخ کے بڑے لڑکے عبدالعزیز کا اتالیق تھا۔ صوبہ بہار کے جاگیرداروں میں تھا۔ شاہ جہاں نے اس کے منصب میں اضافہ کر کے اس کو صوبہ بہار روانہ کیا۔

میں آئی ہے

۶۱ پٹنہ میں پیٹر منڈی نامی انگریزی تاجر کی آمد ۱۹۳۱ء

عبد اللہ خان کے زمانے میں پیٹر منڈی نامی انگریز تاجر تجارت کی غرض سے پٹنہ آیا۔ اس کا بیان ہے کہ پٹنہ میں شراب بیچنے کی سخت ممانعت ہے۔ اور ہندو اپنے مرنے گنگا کے پار لے جا کر جلاتے ہیں۔ چوروں اور رہزنوں کے سبب دریا اور خشکی کی راہیں سخت خطرناک تھیں۔ لیکن عبد اللہ خان نے ان بد معاشوں کو قرار دے دیا۔ ان کے سر کٹوا کر عبرت عامر کے لیے پختہ میناروں میں لگا دیے جاتے تھے۔ جو اسی عرض سے تعمیر کیے گئے تھے۔ پیٹر منڈی نے کان پور تک ایسے دو سو میناروں کا خود مشاہدہ کیا تھا۔

۱۵ پورا بیان شاہ جہاں نامہ جلد دوم صفحہ ۲۳ تا ۲۴، اور بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۲۴ تا ۲۵ سے اخذ ہے۔ ہسٹری آف بنگال بہار اینڈ اڑیسہ

BENGAL, BIHAR & ORISSA UNDER BRITISH P. 46

میں راجا پر تاب کوڈ مراؤن کے راجا کا مورث اعلیٰ بتایا ہے۔ منتخب اللباب صفحہ ۵۴ کے مطابق راجا پر تاب کے ضبط شدہ مال سے چھتیس ہاتھی اور پچاس گھوڑے شاہی دربار کو روانہ کیے گئے۔

HISTORY OF BENGAL, BEHAR & ORISSA UNDER
BRITISH RULE P. 45

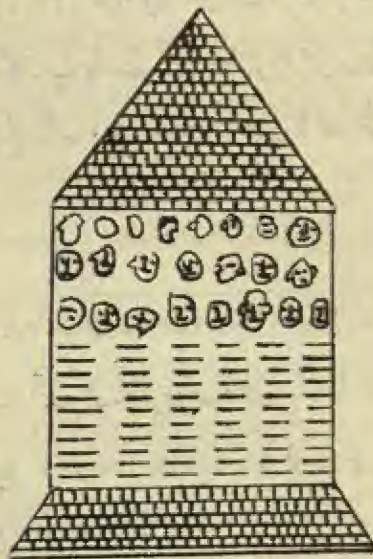
قلعوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ اور قلعہ تر بھاگ (یعنی تین برج والے قلعے کو) مفتوح کر کے مخالفوں کے بہت سے آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد ہی زبردست خاں اور صوفی بہادر نے عبداللہ خان کے حکم کے بموجب قلعہ کالار کا محاصرہ کر کے ایک مہینے کے اندر اس کو مفتوح کیا۔ دس قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد شاہی فوج نے بھوج پور کے قدیم قلعے کا رخ کیا۔ جب شاہی فوج یورش کر کے دروازے پر پہنچ گئی۔ راجا پر تاب نے ہاتھی کی آڑ میں قریب آکر مقابلہ کیا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں پس پا ہو کر ایک نئی عمارت میں جو اسی حصار کے اندر تیار کی گئی تھی متحصن ہوا۔ اس یورش میں راجا کے دو ہاتھی مع نقارہ و نفیر شاہی فوج کے ہاتھ آئے۔ لیکن شاہی فوج میں چند سپاہیوں کے علاوہ زبردست خاں کے دو بیٹے مظفر بیگ و فریدون بیگ بھی حصار میں داخل ہو کر کام آئے۔ ۸ رذی الحجہ ۱۰۳۶ھ سے مودن کی مسلسل جنگ نے راجا کے پائے ثبات میں تزلزل پیدا کر دیا۔ اس نے اول جوہر کرنے کا قصد کیا۔ لیکن بالآخر اس ارادے کو فسخ کر کے فرار پر کمر باندھی۔ اور خود صرف ایک لنگی باندھے ہوئے اپنی بیوی کو ساتھ لے کر حصار سے باہر نکلا۔ عبداللہ خاں کا ایک ملازم ان دونوں کو گرفتار کر کے خان موصوف کے پاس لایا۔ اس نے ان کو مقید رکھ کر بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے راجا کے قتل کا حکم دیا اور اس کا تمام مال عبداللہ خان کو بطور انعام عطا کیا۔ عبداللہ خان نے مال کو جو سپاہ کے ہاتھ آگیا تھا بازیافت کیا۔ راجا کی بیوی بھی مسلمان ہو کر عبداللہ خان کے پوتے کے عقد لے غیرت مند راجپوتوں کا دستور تھا کہ بیوس ہو کر اہل و خیال کو آگ میں زندہ جلا دیتے تھے اور جان پر کھیل کر لڑ مرنے لگتے۔ اسی کو جوہر کہتے ہیں۔

(۱) نواب شایستہ خان ۱۰۳۸ھ تا ۱۰۵۲ھ (۱۶۴۱ء تا ۱۶۶۱ء)

عبداللہ خان کے بعد شایستہ خان (پسر آصف خاں برادر نور جہاں بیگم) حاکم صوبہ مقرر ہوا۔ شایستہ خان کے زمانے کا قابل ذکر واقعہ پلامون پر فوج کشی ہے۔ ۱۰۵۱ھ میں شایستہ خان نے و شوار گزار جنگلوں کو کاٹ کر راستہ بنایا اور پلامون پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کیا۔ یہاں کاراجا پرتاب نامی جنگلوں اور پہاڑوں کے سبب اپنے قلعے کو نہایت محفوظ سمجھتا تھا۔ شایستہ خان نے محاصرہ کر کے اس کے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا۔ مجبوراً راجا نے اطاعت اختیار کی اور بعد برسات استی ہزار رپہ پیش کش لے کر پٹنہ میں صوبے دار کے پاس حاضر ہونے کا وعدہ کیا۔ شایستہ خان ہی کے زمانے میں (۱۰۴۹ھ) شاہ جہاں نے آتش خاں حبشی کو منصب دو ہزاری مع خلعت اور دس ہزار رپہ نقد بطور انعام دے کر بھاگل پور کا فوج دار مقرر کیا۔ پلامون کی چڑھائی میں اس نے بھی کارگزاری دکھائی۔ دراصل آتش خاں سلاطین دکن کا ملازم تھا۔ اول اول جہاں گیر کے دربار میں آکر منصب سے سرفراز ہوا تھا۔ اور ۱۰۴۹ھ میں فوت ہوا۔

شاہ جہاں نامہ جلد دوم صفحہ ۲۴۶ پلامون پر اس کے بعد بھی چڑھائیاں ہوئیں، جو نواب اعتقاد خاں اور دادو خاں قریشی کے حالات میں مذکور ہوں گی۔ اس زمانے میں پلامون میں چیرہ قوم کے راجا کی حکومت تھی۔ چیرو ڈرویدین قوم کی ایک شاخ کہی جاتی ہے جو سابق زمانے میں گورکھ پور سے بندیل کھنڈ تک پھیلی ہوئی تھی۔ ضلع پلامون کے گزیر میں مفصل کیفیت موجود ہے۔

نقشہ چور منارہ جس کا پٹیر منڈی نے معائنہ کیا تھا۔ جو سابق صفحہ میں
 مذکور ہے۔ اس میں چوروں، اڈاکوؤں اور رہزنوں کے سر کاٹ کر رکائے جاتے
 تھے کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو۔



میں داخل ہو کر پر تاب کا ساتھ دیا اور بعضوں نے بھاگ کر اپنی راہ لی۔ اور سچے
 رائے سخت سرگردانی و پریشانی میں مبتلا ہوا۔ زبردست خان اس کی خبر پاتے ہی
 نہایت جیتی و دلیری سے جنگل کی دشوار گزار گھاٹیوں پر دوڑ پڑا، اور تمام مسدود
 کو گرفتار کر کے سیراہ قتل کرنا شروع کیا۔ راجا پر تاب نے خان مرقوم کو لکھا
 کہ میں دولت خواہوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں، اگر عہد و پیمان سے مطمئن
 کرو کہ مجھ کو کوئی ایذا نہ پہنچے گی تو اطاعت کے لیے حاضر ہوں اور تمھارے
 ساتھ اعتقاد خان سے ملوں گا۔ زبردست خان نے ہر طرح لاجا کی خاطر جی
 و دل دہی کی اور اعتقاد خان کا ہری عہد نامہ بھیج دیا۔ اس کے بعد، رمضان
 ۱۰۵۲ھ کو پر تاب زبردست خان سے ملا اور اس کے ساتھ اعتقاد خان کے
 پاس پٹنہ آیا اور ایک ہاتھی مندر کر کے ہر سال ایک لاکھ روپے پیش کش دینے کا
 وعدہ کیا۔ اعتقاد خان نے پورا واقعہ بادشاہ کو لکھ بھیجا۔ شاہ جہاں نے پر تاب
 کو منصب ہزاری عطا کیا، اور پلاسون کی جمع ایک کروڑ دھام سالانہ ٹھیکہ اس
 کو پر تاب کی جاگیر مقرر کروایا۔

۲۶۔ ستمبر ۱۰۵۲ھ کو شایستہ خان نے الہ آباد سے اور زبردست خان
 نے پٹنہ سے جا کر پر تاب زمیندار کی طرف سے ایک ہاتھی اور دو ہزار اشرفی
 بادشاہ کے مندر کی اور زبردست خان کی طرف سے بھی تھوڑے جواہر اور
 مرصع آلات نظر سے گزرے۔

سلخ ماہ ربیع الثانی ۱۰۵۲ھ میں شاہ جہاں نے پرگنہ بھوج پور (توابع
 صوبہ بہار) کو ذوالفقار خان کی جاگیر (تول) مقرر کر کے خان مرقوم کو بھوج پور

۱۰۵۲ھ بادشاہ نامہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۸-۲۵۰۔ شاہ جہاں نامہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۸

۱۰۵۲ھ شاہ جہاں نامہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۵۔ ۱۰۵۲ھ شاہ جہاں نامہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۷

(۸) نواب اعتقاد خان ۱۰۵۲ھ تا ۱۰۵۵ھ (۱۶۳۵-۳۶ھ)

۱۰۵۲ھ میں شایستہ خاں عبداللہ خاں کی جگہ پر الہ آباد بھیج دیا گیا اور اعتقاد خان جو پور سے تبدیل ہو کر بہار کا صوبے دار مقرر ہوا۔

پلامون کے راجا پر تاج نے شایستہ خاں سے جو معاہدہ کیا تھا اس کو پورا نہ کیا۔ اس لیے اعتقاد خان اس کی تنبیہ کی فکر میں تھا۔ اسی زمانے میں پر تاج کے چچا دربارے اور تیج رائے نے اعتقاد خان سے ملاقات کی۔ اور پر تاج کو گرفتار کر کے خان مذکور کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ اس قرارداد کے بعد تیج رائے پلامون پہنچا تو پر تاج کو نظر بند کر کے خود راجا بن بیٹھا۔ اعتقاد خان کو معلوم ہوا تو فوراً زبردست خان کو ایک زبردست فوج کے ساتھ پلامون روانہ کیا۔ زبردست خان نے قلعہ دیوگرھہ پر جو اس علاقے میں سب سے بڑا تھا نہ تھا قبضہ کر لیا اور ہیل دار مقرر کر کے جنگل کٹوانا شروع کیا۔ تیج رائے نے چھ سو سوار اور سات ہزار پیادے فراہم کر کے زبردست خان پر شب خون مارنے کا تہیہ کیا۔ خان موصوف اس کی خبر پاتے ہی دشمنوں پر ٹوٹ پڑا اور ایک گروہ کو مقتول اور بعضوں کو اسیر کیا۔ اعتقاد خان کو اس لڑائی کی خبر پہنچی تو اس نے اپنی ماتحت فوج کے ساتھ عبداللہ خان نجم خانی کو کمک میں روانہ کیا۔ اتفاقاً اس لشکر کے پہنچنے کے قبل ہی ایک دن تیج رائے (۲ رمضان ۱۰۵۳ھ) شکار کے ارادے سے قلعے سے باہر نکلا۔

اسی وقت صورت سین وغیرہ اہل قلعہ نے راجا پر تاج کو قید سے رہا کر کے قلعہ اس کے حوالے کر دیا۔ تیج رائے کے ساتھیوں میں سے بعضوں نے قلعے

ہوا۔ شاہ جہاں نے اس کی خدمات کے لحاظ سے اس کو بہار کی صوبے داری کے لیے نام زد کیا۔ لیکن ۱۰۶۱ھ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد اللہ خاں بہادر مظفر جنگ صوبہ بہار سے شاہ جہاں کے پاس پہنچا اور اسی سال کا بل سے سعید خاں کے انتقال کی خبر آئی۔

(۱۱) عمدة الملك جعفر خان ۱۰۶۱ھ تا ۱۰۶۲ھ

(۵۰-۱۶۵۴ھ)

جعفر خان نواب صادق خان کا پوتا اور بہرام خان کا بیٹا تھا۔ اس کی صوبے داری کے زمانے میں اس کا چھوٹا بھائی مرزا عزیز الدین بہرہ مند خان بھی صوبہ بہار میں کسی ممتاز عہدے پر مقرر ہوا تھا۔ سلیمان شکوہ پسر شہزادہ دارا شکوہ کی شادی بہرہ مند خاں کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ اور اسی تقریب کے موقع پر بہرہ مند خان پٹنہ سے بلوایا گیا تھا۔

جعفر خان کے زمانے میں میر جعفر نام (از سادات حسنی استرآبادی) جو سابق میں محمد قلی قطب الملک کا ملازم تھا اور ترک ملازمت کر کے چودہ سال سے پٹنہ میں درویشوں کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ جمادی الثانی ۱۰۶۲ھ میں نواب جعفر خان کے ساتھ شاہ جہاں کے دربار میں حاضر ہوا اور منصب ہفت صدی صد سوار و خلعت و جہر و شمشیر یا براق طلا میں کار و اسے لقی

روانہ کیا۔

غزہ شعبان ۱۰۵۶ھ کو اعتقاد خان صوبہ بہار سے تبدیل ہو کر بنگالے کی صوبے داری پر مامور ہوا۔

(۹) اعظم خان (میر محمد باقر) ۱۰۵۴ھ - ۱۰۶۴ھ

اعتقاد خان کے بنگالے جانے پر اعظم خان بہار کا صوبے دار ہوا، اس کے زمانے کا کوئی خاص واقعہ اس صوبے کے متعلق نظر نہیں آتا۔ غالباً یہ صوبے دار کوئی انتظام بھی نہ کر سکا۔ کیوں کہ ۱۰۵۹ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ شاہ جہاں نامہ (جلد ۲ صفحہ ۵۵۷) کے مطابق اس زمانے میں بنگالے کی جمع پچاس کروڑ دہم اور صوبہ بہار کی جمع چالیس کروڑ دہم اور اڑیسہ کی جمع میں کروڑ دہم تھی اور سارے ملک کی شاہی جمع آٹھ سو اسی کروڑ دہم یعنی آٹھ ارب اور اسی کروڑ دہم تھی۔

(۱۰) سعید خان ۱۰۵۷ھ - ۱۰۶۳ھ

۴ رجب ۱۰۵۷ھ کو سعید خان لجن سے آکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر

۱۰ شاہ جہاں نامہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۵

۱۱ شاہ جہاں نامہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۹۔ ناثر الامراء صفحہ ۳۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر

کی صوبے داری کے لیے منتخب ہو کر طلب کیا گیا تھا۔

۱۳۱ صوبہ بہار میں داراشکوہ - شجاع اور اورنگ زیب کے معرکے ۱۰۶۷ھ تا ۱۰۶۹ھ (۱۶۶۱-۵۶)

۱۰۶۷ھ میں شاہ جہاں نے ضعف پیری کے سبب تمام امور سلطنت اپنے بڑے بیٹے داراشکوہ کے سپرد کر دیے تھے۔ یہ امر اور شہزادوں کو ناگوار ہوا۔ شہزادہ مراد نے گجرات میں خود سر ہو کر اپنے نام کا ریکہ و خطبہ جاری کیا۔ اور اورنگ زیب دکن سے فوج لے کر داراشکوہ کے استیصال کو روانہ ہوا، ادھر شجاع نے بنگالے سے بہار پر فوج کشی کی اور اللہ وری خاں کو جو داراشکوہ کی طرف سے صوبہ بہار کا انتظام کرتا تھا ایلا کر پٹنہ و صوبہ بہار پر قبضہ کر لیا۔ اور یہاں سے فوج فراہم کر کے داراشکوہ کے مقابلے کو چلا۔

۳ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ کو داراشکوہ نے اپنے بڑے بیٹے سلیمان شکوہ کو شجاع سے لڑنے کے لیے روانہ کیا۔ یکم جمادی الاول کو بنارس سے کچھ آگے موضع بہادر پور میں جنگ واقع ہوئی اور شجاع شکست کھا کر پھر پٹنہ واپس آیا اور یہاں سے مونگیر جا کر قلعے کے استحکام میں مصروف ہوا۔ لیکن سلیمان شکوہ کی فوج تعاقب میں آرہی تھی اس لیے یہاں بھی قدم نہ جما سکا۔ اور ناچار بنگالے واپس گیا۔ سلیمان شکوہ نے پٹنہ و مونگیر پر قبضہ کر لیا اور شجاع کے بعض ملازموں کو جو اس معرکے میں گرفتار ہوئے تھے۔ اکبر آباد بھیج کر سخت سزائیں دلوائیں۔^{۵۷}

۵۷ عالم گیر نامہ صفحہ ۲۴۱۔ باثر الامار میں بہادر خان باقی بیگ کے حالات میں لکھا ہے کہ داراشکوہ نے ۱۰۶۷ھ میں اس کو نائب صوبے دار بنا کر سلیمان شکوہ کے ساتھ پٹنہ میں متعین کیا تھا۔ ۱۲۔ ۵۷ عالم گیر نامہ صفحہ ۲۹۲ تا ۳۲۲۔

بازین نقرہ اور پانچ سو مہر کے انعام سے سرفراز ہوا۔

عزہ جمادی الثانی ۱۰۶۳ھ کو عسکری نامی دیوان صوبہ بہار تبدیل کیا گیا۔
اور اس کی جگہ پر تارا چند مقرر ہوا۔

(۱۲) اخلاص خان تخمیناً ۱۰۶۵ھ تا ۱۰۶۸ھ (۵۵-۱۶۵۸ء)

عمدۃ الملک جعفر خان کے بعد شیخ فرید مخاطب بہ اخلاص خاں مستور
مقرر ہوا۔ اس کا ذکر ضمناً عالم گیر نامہ صفحہ ۱۹۱ و ۱۹۲ میں اس طور پر ہر کہ اکبر آباد
کے واقعات یعنی داراشکوہ کی شکست، شاہ جہاں کی نظر بندی اور اورنگ زیب
کے قتل کے بعد اورنگ زیب نے اخلاص خاں کو لکھا کہ الہ آباد اگر خان
دوران کی ملک میں موجود رہے اور چوں کہ احمد خویشتگی بھی اخلاص خان کے
خطاب سے مخاطب تھا، اس لیے شیخ فرید احتشام خاں کے لقب سے
ملقب ہوا۔

شاہ جہاں نے ۱۰۶۲ھ کے قریب بنگلے کی حکومت شہزادہ شجاع
کو دی تھی اور اس کے بعد ۱۰۶۷ھ کے قریب صوبہ بہار کی حکومت شہزادہ
داراشکوہ (ولی عہد) کے سپرد کی۔ اور شہزادہ کی جانب سے الہ وردی خان
کو نائب صوبے دار مقرر کیا۔

کے لشکر سے مقابل ہوئی۔ اور ابتدائے جنگ میں کسی قدر کامیابی کے بعد بالآخر مقام کچھوہ میں شکست فاش اٹھا کر پس پا ہوئی۔ اور نگ زیب نے شہزادہ محمد سلطان اور میر جملہ کو شجاع کے تعاقب میں روانہ کیا۔ شجاع نے اول پٹنہ واپس آکر اپنے بڑے لڑکے زین الدین کی شامی ذوالفقار خان کی لڑکی سے انجام دی اور اس کے بعد ۱۰ جمادی الثانی ۱۰۶۹ء کو مونگیر پہنچا یہاں شہر کے سامنے پٹھانوں کی بنوائی ہوئی دیوار اور خندق تھی۔ شجاع نے اس دیوار میں تیس تیس گز کے فاصلے پر برجیاں بنوائیں اور خندق کو ندی سے ملا کر بجا تو ہیں نصب کرادیں اور کھرک پور مونگیر کے راجا بہروز کو مونگیر سے اکبر نگر تک تمام دشوار گزار غیر سلوک راہوں اور گھاٹیوں کی محافظت سپرد کی۔ اس اثنا میں میر جملہ اور شہزادہ محمد سلطان بھی ادھر آ پہنچے۔ میر جملہ نے مونگیر کا محاصرہ فضول سمجھ کر شجاع کے بنگلے جانے کی راہ سدود کرنے کے لیے راجا بہروز کو سازش میں لا کر عام راستے سے علیحدہ کھرک پور کے پہاڑوں کے بائیں جانب جنگل کی راہ اختیار کی۔ شجاع نے میر جملہ کے بنگلے جانے کا گمان کیا۔ اور ۲۱ جمادی الثانی کو مونگیر سے خود بنگلے کی طرف روانہ ہوا۔ میر جملہ مونگیر سے بیس کوس موضع پیالہ پور تک پہنچا تھا کہ اس کو شجاع کے آنے کا حال معلوم ہوا۔ فوراً پھر مونگیر کی طرف پلٹ آیا اور اس اثنا میں شہزادہ محمد سلطان بھی مونگیر کے قریب آکر ٹھہر گیا۔ شجاع مونگیر سے نکل کر تیس کوس پر موضع رائگامانی میں جس کے ایک طرف ندی اور دوسری جانب پہاڑ ہر فصل بنا کر ٹھہر گیا اور میر جملہ کے واپس آنے کی خبر سے اس کے جنگل میں بھٹکنے کا گمان کیا اور اپنے ملازم اسفندیار معموری کو بھیج کر خواجہ کمال افغان

ہنوز سلیمان شکوہ اور شجاع کا معاملہ طرہ نہ پایا تھا کہ اورنگ زیب نے داراشکوہ کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ کر لیا۔ داراشکوہ بھاگ کر لاہور چلا گیا اور سلیمان شکوہ کو بھی لک کے لیے طلب کیا۔ اورنگ زیب نے شاہ جہاں کو نظر بند کر کے سلطنت کا نظم اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شجاع کو اپنی طرف ملا لینے کے لیے صوبہ بہار و مونگیر کی حکومت کا فرمان خاص شاہ جہاں کی مہر سے میرک گرز بردار کی معرفت شجاع کے پاس بھیج دیا۔ شجاع نے مصلحتاً اس کو قبول کیا لیکن پٹنہ آکر ازسرنو فوج فراہم کر کے اورنگ زیب کے مقابلے کا قصد کیا۔ اورنگ زیب بھی غافل نہ تھا۔ اس نے بھی اپنے دولت خواہوں کو لگا رکھنے کے لیے یکم شوال ۱۰۷۱ھ کو مید شیر خاں بارہہ کو اس کے سابق منصب میں اضافہ کر کے منصب سرہزاری ہزار و پانصد سوار اور ترہٹ کی فوج داری تفویض کی اور اسی طرح ۱۲ ربیع الثانی ۱۰۷۱ھ کو میر ابو المعالی پسر مرزا والی جاگیر دار علاقہ بہار کو بھی خلعت و اسپ و فیل (مع زریں جھول) و خطاب میرزا خانی و منصب سرہزاری و انعام (تیس ہزار روپے نقد) سے سرفراز کیا۔ اورنگ زیب کو جب شجاع کا قصد معلوم ہوا، اپنے بیٹے شہزادہ محمد سلطان کو ساتھ لے کر مقابلے کو روانہ ہوا۔ اس وقت معظم خاں المعروف بہ میر جملہ بھی آ ملا۔ شجاع جب پٹنہ سے چل کر قلعہ رہتاس (بہسرام) کے قریب پہنچا۔ رام سنگھ ملازم داراشکوہ نے داراشکوہ کے خفیہ ایمان سے اس قلعے کو شجاع کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد شجاع کی فوج آگے بڑھ کر اورنگ زیب

۱۰۷۱ھ عالم گیر نامہ صفحہ ۲۱۱ و ۲۲۲۔ ۱۰۷۲ھ عالم گیر نامہ صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۰ (تخت اللباب صفحہ ۴۴)

جلد ۲) اثر الامراء صفحہ ۱۳۶ میں مذکور ہے کہ سزاوار خان کے چہرے پر میر ابو المعالی ترہٹ کا فوج دار مقرر ہوا۔ ۱۰۷۲ھ عالم گیر نامہ صفحہ ۲۲۵۔

باب پانزدہم

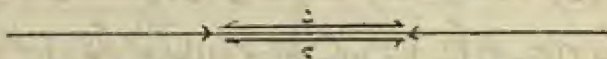
اورنگ زیب کا عہد ۱۰۶۹ھ تا ۱۱۱۷ھ

(۱) داؤد خان قریشی ۱۰۶۹ھ تا ۱۰۷۴ھ (۶۰-۶۱۶۶۵)

داؤد خان پسر شیخ بھیکن^۱ قبل میں داراشکوہ کا ملازم تھا۔ اورنگ زیب اور داراشکوہ کی جنگ میں ترک ملازمت کر کے اورنگ زیب کا ملازم ہوا اور اورنگ زیب نے اس کو پٹنہ کی صوبے داری کے لیے نام زد کر کے معظم خان (میر جملہ) کی ملک میں رہنے کا حکم دیا جس وقت معظم خان اکبر نگر (راج محل بنگالہ) میں شہزادہ شجاع سے جنگ کر رہا تھا۔ داؤد خان بھی حسب الحکم یکم رمضان ۱۰۶۹ھ کو رشید خان و میرزا خان و ہادی دادخاں و قادر داد خان و خواجہ عنایت اللہ اور صوبہ بہار کے تمام جاگیرداروں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا اور اپنے بھتیجے شیخ محمد حیات کو پندرہ سو سوار اور دو ہزار پیادے حوالے کر کے پٹنہ میں اپنا نائب چھوڑا۔ چوں کہ اکثر ناکوں اور گھاٹیوں پر مخالفوں نے پلڑا بند و بست کر کے جا بجا جنگی کشتیاں متعین کر دی تھیں۔ اس لیے ضلع مونگیر و بھاگل پور تک داؤد خان کو اکثر مرہاٹل طے کرنے میں دیر لگی۔ اس وقت تک

۱۔ شیخ بھیکن حصار فیروزہ کے شیخ زادوں سے تھا اور خان جہان لودی کے عقیدہ ملازموں میں تھا۔ مائثر الامار جلد ۱ صفحہ ۴۶۲۔

زمیندار بیربھوم کو میر جملہ کے سدراہ ہونے کی تاکید کی۔ ۲۴ جمادی الاول ۱۰۶۹ھ کو میر جملہ نے مونگیر پر قبضہ کر کے محمد معین سلدوز کو قلعہ مونگیر کی حراست پر متعین کیا اور اورنگ زیب کے حکم کا منتظر رہا۔ حکم آنے پر میر جملہ بیربھوم کی طرف روانہ ہوا خواجہ کمال افغان نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ لیکن اسی زمانے میں بعض فتنہ پسندوں نے اورنگ زیب کی شکست اور داما شکوہ کی فتح کی خبر مشہور کر دی اور راجپوتوں نے اس کا یقین کر کے ۱۶ رجب کو میر جملہ سے ملیحدگی اور مخالفت شروع کر دی۔ شجاع نے موقع پا کر اکبر نگر آنے کے قصد سے گنگا کو عبور کیا۔ اور اسی زمانے میں اس نے اللہ وردی خان اور اس کے بیٹے سیف اللہ کو جو پٹنہ سے اس کے ساتھ ہوئے تھے اور اب میر جملہ کے شریک ہو چاہتے تھے۔ قتل کر کے ان کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ بعد کے واقعات کو بنگالے کی تاریخ سے تعلق ہے۔ صرف اس قدر بیان کر دینا کافی ہو گا کہ شجاع نے اول شہزادہ محمد سلطان کو خفیہ سازشوں سے ملا کر اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دی لیکن شہزادہ محمد نے پشیمان ہو کر شجاع کا ساتھ چھوڑا۔ پھر بھی اورنگ زیب نے اس کو قید کر کے قلعہ گولیا میں بھیج دیا۔ بالآخر شجاع میر جملہ سے پورے شکست کھا کر ارکان (ارخنگ) کے راجا کے پاس پہنچا اور اس کی دغا سے مارا گیا۔ میر جملہ نے بھی رمضان ۱۰۷۲ھ میں کوچ بہار میں آب دہوا کی خرابی سے بیمار ہو کر انتقال کیا۔



جاگیردار چین پور اور راجا بہروز زمیندار مونگیر اور بعض ذی اقتدار لوگوں کو ملک میں ساتھ لے کر پٹنہ سے روانہ ہوا۔ راجا پر تپا کے آدمیوں نے قلعہ کو ٹھی کو (جو گیا کے جنوب میں واقع ہے) چھوڑ کر فرار کیا اور ۵ رمضان ۱۷۸۳ء کو داؤد خان نے بلا مزاحمت اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے آگے قلعہ کئندہ ایک مستحکم مقام تھا۔ داؤد خان نے باس کے جنگل کٹوا کر راستہ بنوایا اور اس عرصے میں دشمنوں نے اس کو بھی خالی کر دیا۔ اس لیے سر سوال کو اس پر بھی قبضہ کر کے اس کی مستحکم فصیلوں کو منہدم کر دیا۔ اس وقت برسات کا موسم قریب آ پہنچا تھا اس لیے داؤد خان نے آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور کوٹھی اور کئندہ کے قریب میلان پھرتیس کو س پر مٹی کی فصیل بنوا کر سپاہیوں کے لیے چھاؤنیاں تیار کرائیں اور ہر ایک چھاؤنی میں سو سو اور کچھ پیادے اور تفنگچی متعین کر دیے۔ راجا نے اس بندوبست کو دیکھ کر صلح کی گفتگو شروع کی لیکن داؤد خان نے ایک نہ سنی

برسات گزر جانے پر غزوہ ربیع الاول ۱۷۸۳ء کو داؤد خان نے پلامون کی طرف قدم بڑھائے۔ میرزا خان کو سات سو سوار اور دو سو پیادوں کے ساتھ ہراول اور تھور خاں کو سات سو سوار اور تین سو پیادوں کے ساتھ برنغار اور اپنے بھتیجے شیخ ناتار کو پانچ سو سپاہ دے کر اور راجا بہروز کو مع چار سو سوار اور ڈیڑھ ہزار پیادے شامل کر کے برنغار قائم کیا اور خود دو ہزار سواروں کے ساتھ صدر لشکر ہو کر پانچ سو کا ایک اور لشکر پشت کی جانب متعین رکھا۔ جنگ کاٹ کر راہ کو ہموار کرنے کی غرض سے ہیل داروں کی ایک جماعت پہلے سے روانہ کی گئی تھی۔ اس انتظام کے بعد آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر ربیع الاول

برسات بھی ختم نہ ہوئی تھی کہ اکثر نالے اور ندیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس لیے داؤد خان کو کچھ دن مقام قاضی گریہ (بھاگل پور کے سامنے) میں قیام کرنا پڑا۔ اسی اثنا میں شہزاد شجاع نے دوبارہ اکبر نگر پر قبضہ کر لیا تھا۔ پس داؤد خان گنگا کے اس پار آکر کھل گانوں کے قریب ٹھہر گیا۔ بعد کو جب برسات گزر جانے پر معظم خان اور شہزادہ شجاع میں پھر جنگ شروع ہوئی۔ داؤد خان بھی گنگا کے پار جا کر ٹانڈہ کی طرف جہاں شجاع اپنی پوری فوج کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا معظم خان کی کمک میں پہنچ گیا۔ جب شجاع شکست کھا کر ڈھاکہ کی طرف چلا گیا اور اکبر نگر۔ ٹانڈہ اور تمام بنگالہ معظم خان کے قبضے میں آ گیا اورنگ زیب نے ماہ صفر ۱۰۷۱ھ میں داؤد خان کو بہار کا صوبے دار مقرر کر کے بنگالے سے واپس آنے کا حکم دیا۔ داؤد خان کی صوبے داری میں ایک بڑا واقعہ پلامون کی فتح ہو جس کی کیفیت حسب ذیل ہے۔

(۲) پلامون کی فتح ۱۰۷۱ھ - ۱۰۷۲ھ (۱۶۶۱ء - ۱۶۶۲ء)

سابق اوراق میں شایستہ خان اور اعتقاد خان کی صوبے داری کے زمانے میں پلامون کے راجا پرتاب کا ذکر ہو چکا ہے۔ راجا مذکور نے ایک لاکھ روپیہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلح کی تھی لیکن یہ رقم ادا نہ کی۔ اورنگ زیب نے داؤد خان کو پلامون پر چڑھائی کر کے قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ اور صوبہ بہار کے جاگیرداروں، زمینداروں اور فوج داروں کو بھی کمک میں حاضر ہونے کی تاکید کی۔ ۳ شعبان ۱۰۷۱ھ کو داؤد خان۔ میرزا خان فوج دار در بھنگہ تہور خان

کر کے ندی کے کنارے جس کے دوسری جانب گھنا جنگل تھا منور چال بنائی۔ داؤد خان نے جنگل کٹوا کر بہ قدر ضرورت راستہ بنوایا اور اپنے بھتیجے شیخ تاجدار اور شیخ احمد اور راجا بہروز۔ مرزا خان تہور خان اور شیخ صفی وغیرہ کو حملے کا حکم دیا۔ دو گھڑی سخت جنگ کرنے کے بعد دشمنوں نے شکست کھائی۔ ان میں بہترے مارے گئے۔ اکثر زخمی ہو کر جنگلوں میں چھپ گئے اور باقی پس پا ہو کر حصار شہر کے اندر چلے گئے۔ داؤد خان چاہتا تھا کہ جو کچھ قبضے میں آگیا ہو اس کا استحفاظ و بندوبست کرنے کے بعد آگے قدم بڑھائے لیکن لشکر نے اپنی بہادری کے زعم میں دشمنوں کا تعاقب کیا اور سواروں نے ندی کو عبور کر کے حصار شہر پر حملہ کر دیا۔ دشمن یہاں بھی قدم نہ جاسکا اور بھاگ کر پلामوں کے نئے اور پرلے قلعوں میں پناہ گزیں ہوا۔ راجا پر تاب نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ تمام مال و اسباب کو جنگل میں بھیج دیا۔ شاہی فوج شہر کو تاراج کرتی ہوئی قلعے کے دروازے تک پہنچ گئی۔ محصورین قلعے نے کچھ رات گزرنے تک توپ و تفنگ سے مقابلہ کیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد راجا پر تاب قلعے کے پچھلے دروازے سے نکل کر جنگل میں بھاگ گیا اور پلामوں کے دونوں قلعے شاہی فوج کے دخل میں آ گئے۔ اس معرکے میں شاہی فوج کے ایکٹھ سپاہی کام آئے۔ اور ایک سو ستر آدمی زخمی ہوئے۔ راجا کے آدمیوں نے ان قلعوں سے فرار کر کے مقام دیو گاؤں میں پھر ایک جمعیت فراہم کی لیکن صفی خان نے بالآخر اس پر بھی قبضہ کر لیا۔

اس فتح کے بعد داؤد خان شاہی حکم کے مطابق ان قلعوں کی حراست

کو دس کوس طوکر کے فوج نے نرسی (شاید مقام لہری مراد ہو جو پلامون سے
 بارہ کوس پر واقع ہے) میں قیام کیا۔ راجا نے خوف زدہ ہو کر اپنے معتمد
 خاص صورت سنگھ کو داؤد خان کے پاس روانہ کیا۔ اور ایک لاکھ رُپے
 بادشاہ کو پیش کش اور پچاس ہزار داؤد خان کو نذر دینے کا وعدہ کیا۔
 داؤد خان نے ساری کیفیت بادشاہ کو لکھ بھیجی۔ ہنوز شاہی حکم وصول نہ
 ہوا تھا کہ راجا کے کچھ لوگوں نے داؤد خان کی فوج کی رسد لوٹ لی۔ اس
 واقعہ سے داؤد خان سخت برہم ہوا۔ ہر چند راجا نے لاعلمی ظاہر کر کے برکت
 چاہی اور پچاس ہزار رُپے پیش کر کے معافی کا خواستگار ہوا لیکن داؤد خان
 نے کوئی التفات نہ کی اور ۱۰ ربیع الثانی کو پلامون کے قریب قیام کیا۔
 راجا کی فوج متعدد ہو کر مقابلے کو نکل کھڑی ہوئی۔ اس وقت اورنگ زیب
 کا یہ حکم وصول ہوا کہ اگر راجا اسلامی رویہ اختیار کرے تو اس کی زمین داری
 اس کو دے دی جائے ورنہ اس کا استیصال کیا جائے۔ داؤد خان راجا کو
 اس حکم سے مطلع کر کے جواب کا منتظر تھا لیکن اس کی فوج جنگ کے لیے
 بے قرار تھی۔ اس اثنا میں داؤد خان کے بغیر حکم ۲۴ ربیع الثانی کو تہور خان
 برلاس نے اچانک حملہ کر دیا۔ چاروں چار داؤد خان کو بھی جنگ کرنی پڑی۔
 اس نے دشمن کی فوج سے تھوڑے فاصلے پر مورچاں بنائی اور اسی جگہ
 صبح سے شام تک سخت جنگ ہوتی رہی تہور خان کی طرف سولہ آدمی
 مارے گئے اور پچاس آدمی زخمی ہوئے۔ رشب کو دشمنوں نے دو بڑی
 توپیں اپنے مورچاں کے اوپر نصب کر دیں۔ لیکن صبح کو داؤد خان نے
 اس تہلکہ سے نکل کر ایک پہاڑی پر پناہ لی اور توپیں چڑھا کر دشمنوں کی
 مورچاں کو اپنی زد میں کر لیا۔ ۲۴ ربیع الثانی ۱۰۸۱ھ کو دشمنوں نے فرار

۱۰۰۰ شہان سلسلہ کو معصوم خان خلف شاہ نواز خان جو قورنگی (داروغہ
 سلاح خانہ شاہی) پر مامور تھا تبدیل ہو کر تربہت کافوج دار مقرر ہوا اور
 خلعت واسپ "باساز طلائی" سے سرفراز ہوا۔ اور اسی روز ہنزہ پر خان
 قلعہ دار رہتاس کی جگہ پر خواجہ نذیر مقرر کیا گیا۔
 ۱۰۰۱ ذی الحجہ ۱۰۰۰ کو منگلی خان کے جگہ پر میر رضی الدین سرکار سان
 کی فوج داری پر متعین ہوا۔ اور خلعت کے علاوہ اس کے منصب میں
 اضافہ کر کے ہزار دپانہدی ہشت صد سوار کا منصب عنایت ہوا۔
 انھی دنوں میں ۱۰۰۱ ذی الحجہ ۱۰۰۰ کو سادات خان (از کوکلیان صوبہ بہار)
 حسب طلب بادشاہ کے پاس حاضر ہوا۔
 داؤد خان کے زمانے میں ۱۰۰۰ میں پٹنہ میں دارالعدل تعمیر
 ہوا۔ جس کے کتبے کی لوح فی الحال تھانہ خواجہ کلان میں لگی ہوئی ہے۔
 اس میں یہ شعر کندہ ہے۔

بہر عدل و داد و مظلومان زد دست نظامان

ساخت دارالعدل جعفر بندہ داؤد خاں

۱۰۰۳

(۳) فتح پلامون کا مرقع اور اہل پلامون کا کچھ حال

گیا میں سری منولال لائبریری میں فتح پلامون کا ایک نادر مرقع ہے

۱۰۰۰ عالم گیر نامہ صفحہ ۸۵۲ ۱۰۰۰ عالم گیر نامہ صفحہ ۸۵۲ ۱۰۰۰ عالم گیر نامہ صفحہ ۸۵۲

۱۰۰۰ عالم گیر نامہ صفحہ ۸۶۴ ۱۰۰۰ ضلع گیا میں قصبہ داؤد نگر اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ ۱۲

سیر التاخرین میں بھی داؤد خاں کو صاحب داؤد نگر لکھا ہے۔

اور پلامون کی فوج داری سنگلی خان کے سپرد کر کے خود پٹنہ واپس آیا۔

(۳) داؤد خان کے زمانے کے بعض قابل ذکر واقعات

یہ ہیں

۱۱۷۱ھ کے اخیر میں ذوالقدر خان قلعہ دار رہتا اس نے انتقال کیا۔ اور اس کی جگہ ہزیر خان مقرر ہوا۔ بادشاہ نے اس کو خلعت اور سابقے اضافہ کر کے ڈیڑھ ہزاری منصب عطا کیا۔

غزہ شعبان ۱۱۷۲ھ میں پلامون کے خنائم میں سے دو زنجیریل دہلی بھیجے گئے اور بادشاہ کی نظر سے گزرے۔

داؤد خان کی کارگزاریوں کے صلہ میں ۱۶ ذی الحجہ ۱۱۷۲ھ کو بادشاہ نے اس کے منصب میں اضافہ کر کے چہار ہزاری چہار ہزار سوار (دوازان جملہ دو ہزار سوار دواپہ سداپہ) مقرر کیا۔

۱۳ جمادی الآخر ۱۱۷۳ھ کو صوبہ بہار کے وقایع نگاروں نے بادشاہ کو خبر دی کہ مرزا خان فوج دار درجھنگہ جو پلاموں کی فوج میں شریک ہوا تھا اور اس کے بعد شاہی حکم کے مطابق زمیندار مورنگ (پورینہ سے اتر ہمالیہ کی ترائی کا علاقہ) کی تنبیہ کو روانہ ہوا تھا اجل طبعی سے فوت ہوا۔

۱۷ جمادی الاول ۱۱۷۹ھ میں سنگلی خان کو اورنگ زیب نے سارن کی فوج داری مع غلٹ

و منصب ہزار پانصد دی عطا کیا (عالم گیر نامہ صفحہ ۳۲۹) ۱۷۰ عالم گیر نامہ صفحہ ۳۶۰

۱۷۵ عالم گیر نامہ صفحہ ۶۶۵ ۱۷۵ عالم گیر نامہ صفحہ ۵۵۵ ۱۷۵ عالم گیر نامہ صفحہ ۸۵۰ (مورنگ

سے وہ علاقہ مراد ہے جو ضلع پورینہ کے اتر کوہ ہمال کی ترائی میں واقع ہے)۔

یاد کردہ جلے محمد بخشی رانام گرفتہ جلے ڈیرہ زمینداران (۶) جلے کولان
کہ از جانب راجا جنگ می کردند از نام گواران پلامون یاد کردہ (۱۷) متصل قلعہ
جنوب رویہ کوہ واقع است بالائے آن دیوار پختہ کشیدہ اند (۱۸) جلے باغات
انبہ وجلے قلعہ بالائے کوہ نمودہ (۱۹) باغات گرد واقعہ کوہ ہا و دریا نمودہ ۔

یہ مرقع داؤد خان کے دربار کے پاس تھا ۔ حکام انگریزی اس کو پانچ ہزار
رپوے کر غالباً برٹش میوزیم کے لیے خریدنا چاہتے تھے ۔ لیکن مالک مرقع نے
نہ دیا ۔ بعد میں ان کے کسی دارش نے نالبیاقی سے اس کو سو سو سو روپے کو
سری منولال کے کتب خانے میں بیچ ڈالا ۔ لائبریری میں ضروری طور پر اس کی حفاظت
کی جاتی ہو ۔ سری منولال کے بیٹے لالین و خلیق شخص ہیں ۔ انھوں نے راقم کو اس
کی تصویر کھینچوانے کی اجازت دی لیکن سامان مصوری اعلیٰ قسم کا نہ تھا اس لیے
عبارتیں صاف نمایاں نہ ہوئیں ۔ بہر حال راقم ان کا ممنون ہو ۔

پلامون کی وجہ تسمیہ تین طور پر بیان کی جاتی ہو ۔ اول بیان یہ ہو کہ یہ لفظ
پلاناسے ماخوذ ہو جس کے معنی استقامت نہ کرنے کی جگہ کے ہیں ۔ دوسرا بیان
یہ ہو کہ یہ پل ۔ ام ۔ او سے ماخوذ ہو جس کے معنی دانت والے قلعے کے ہیں ۔ اس
لیے کہ چیر و قوم نے جو قلعہ ندی کے کنارے بنایا ۔ اس ندی میں پتھر بڑے بڑے
دانتوں کی شکل میں نمایاں ہیں ۔ شاید یہ لفظ ڈراویدین زبان سے ماخوذ ہو ۔

تیسرے بیان کے مطابق یہ نام ”پالامو“ سے ماخوذ ہو ۔ جس کے معنی ہیں ”ٹھنڈ کا
مارا ہوا“ ان میں سے کون سی نسبت صحیح ہو معلوم نہیں ۔ پلاموں کے علاقوں
میں چیرو ۔ ارادن اور کھردار قوم کے لوگ پائے جاتے ہیں ۔ ان میں سے ہر
ایک کو اپنے عروج کے زمانے میں فاتح اور صاحب حکومت اور قلعہ رہتاس
(ضلع آرہ) کا بانی ہونے کا دعویٰ ہو ۔ کھردار کو اپنی قوم کے راجا پرتاب دھول

یہ مرتع موٹے کپڑے پر بنا ہوا ہے جس کا طول تقریباً ۴۰ فٹ اور عرض آٹھ فوٹ ہے۔ جا بجا تصویروں کے ساتھ حسب ذیل عبارتیں بھی لکھی ہوئی ہیں۔ جن سے قلعہ پلامون کی کیفیت اور جنگ کا حال ظاہر ہوتا ہے۔

- (۱) پلامون کہ میان شہر واقع است سنگین۔ دور و اطراف یک ہزار دیک صد و نو درع۔ ارتفاع ۲۴ درع و برج ۱۲ درع۔ (۲) امارت پناہ داؤد خان دریں جا بایں طرح مسجدے بنامی کنند (۳) باغات گرد قلعہ واقع است۔
- (۴) جائے اندرون قلعہ توپ خانہ و حوالی ہائے شہر نمودہ است (۵) کھڑکی جانب جنوب ازیں راہ روز فتح بہ شب زمیندار پلامون گروخت (۶) بیرون قلعہ در باغات لب دریا بایں طرح مسجدے دوم انداخت (۷) امارت پناہ داؤد خان در محل جنگ پیادہ شدہ جائے کمان و در دست و جائے تلوار و جائے بر پیل سیاه در دست لوائے جنگ برداشتہ است (۸) سواران لشکر اسپان خود را گزاشتہ پیادہ شدہ بکوہ برآمدہ بہ مقہوران پلامون بچکر پیوستند (۹) جائے مورچلان مقہوران پلامون نمودہ است (۱۰) جائے خیمہ ہاتھور خان مرزا خان صفی خان امارت پناہ داؤد خان شیخ تاتار و شیخ احمد برادر زاد ہائے داؤد خان را جا بہروز (۱۱) امارت پناہ داؤد خان بر قلعہ پلامون پورش نمودہ دائرہ انگاہ داشتند (۱۲) جائے مورچل مقہوران پلامون نمودہ (۱۳) روزیکہ امارت پناہ داؤد خان مورچل بالائے کوہ طیار ساختہ توپ ہارا برآوردہ بر مورچل ہائے مقہوران توپ..... نمودہ آں بدینشتاں نمی توانستند استقامت نمود مورچل خود را گزاشتہ بہ مورچل دوم بالائے کوہ استقامت نمودہ بچکر پیوستند (۱۴) تبیناں زخم گولہ خوردہ افتاد۔ ابراہیم عورلی از تابینان امارت پناہ داؤد خان از زخم گولہ بکار آمد (۱۵) روزیکہ امارت پناہ داؤد خان بر قلعہ پلامون پورش نمودہ فوج سحب..... دائرہ لشکر گزاشتند۔ لشکر شاہی را بنام بند ہائے شاہی

کے راجا کو شکست دے کر اس کی دارالحکومت ڈوبیا کو بر باد کر دیا۔ راجا پر تباب جس کو داؤد خان نے شکست دی۔ اسی مدنی رائے کا بیٹا کہا جاتا ہے۔ اس وقت سے پلامون سسل مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔ محمد شاہ بادشاہ نے ضلع پلامون میں دو پرگنے یعنی جیلا اور بلوچہ نواب ہدایت علی خان پدر نواب غلام حسین خاں مؤلف تاریخ سیر المتاخرین کو بطور جاگیر دیے تھے۔ نواب ہدایت علی خاں نے قصبہ حسین آباد آباد کیا اور بالآخر یہیں مدفون ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد ہی ۱۶۵۰ء میں غلام حسین خان مؤلف سیر المتاخرین نے مرشد آباد جاگیر نواب ناظم بنگالہ سے ان پرگنوں کی سند اپنے نام لکھوائی۔ اسی سال نواب ناظم بنگالہ نے اپنے اختیارات انگریزوں کے سپرد کیے۔

۱۷۵۲ء کے قریب چیروراجا کے خاندان میں گندی نشینی کے متعلق جھگڑا پیدا ہوا۔ اول جوکشن رائے نے رنجیت رائے کو قتل کر کے خود کو مستر نشین کیا تھا۔ چند سال بعد رنجیت رائے کے آدمیوں نے جوکشن رائے کو قتل کر کے چھترجیت رائے کو راجا بنایا۔ جوکشن رائے کے پوتے گوپال رائے نے پٹنہ پہنچ کر کپتان کیمک CAMACK سے مدد کی استدعا کی۔ چھترجیت رائے انگریزوں کا مخالف تھا۔ اس لیے کپتان مذکور نے پلامون پر چڑھائی کی۔ لیکن پورا زور لگانے پر بھی قلعہ مفتوح نہ ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جب انگریزی توپیں کارگردہ ہوئیں تو گوپال رائے کے ساتھیوں میں ادونت رائے نامی نے کہا کہ مدنی رائے بانی قلعہ نے قلعے کی فصیل میں ایک خفیہ راستہ ایسا رکھا ہے کہ وقت پر اسی راہ سے قلعے میں آدورفت کی جائے اور وہ مقام مجھ کو معلوم ہے۔ آخر اس کے بتانے سے انگریزی فوج اسی راہ سے داخل ہوئی۔ اور چھترجیت رائے نے فرار کر کے گڑھ کی راہ لی۔ اس کے بعد اتفاقاً گوپال رائے نے ادونت رائے کو

کے کارناموں پر بڑا فخر جو شاید بارہویں صدی عیسوی میں حکمران تھا۔ اراؤن قوم کا دعویٰ ہو کہ یہ کرناٹک (دکن) سے آکر آباد ہوئیں اور رہتاس گڑھ کو تعمیر کیا۔ ان کا بیان ہو کہ مسلمان ایک عرصے تک ان پر فتح نہ پاسکے۔ آخر ایک پر ب کے موقع پر راجا کے تمام لوگ خوشی منا کر نشے میں مدہوش تھے۔ مسلمان پہلے سے ایسے موقع کے منتظر تھے۔ اچانک ان کو قتل کر کے قلعہ رہتاس پر قابض ہو گئے اور مفتوح قوم کے جو افراد بچ گئے تھے۔ بھاگ کر علاقہ پلاموں و راج محل میں آباد ہوئے اور راج محل دے مال پکریا اور چھوٹا ناگ پور دے اراؤن کہلائے۔ یہ بیان تاریخی ثبوت سے خالی ہونے کے سبب فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ چیر و قوم پلاموں پر کب قابض ہوئی اس کی حقیقت معلوم نہیں۔

۱۵۲۸ء کے قریب شیر شاہ نے ہمارے توپیر و نامی سردار کی خود سری کے سبب اس کی تنید کے لیے فوج روانہ کی اور اس کو سر کر کے اس طویل اور شہور و معروف راہ کو جو شیر شاہی سڑک یا گرینڈ ٹرنک روڈ کہی جاتی ہے۔ رہ زنی و غارت گری سے محفوظ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ چیر و قوم نے رکھیل خاندان کے راجپوت راجا کو شکست دے کر پلاموں پر قبضہ کیا تھا، اور اس راجپوت راجا کو شکست دینے میں بارہ ہزار چیر و اور اٹھارہ ہزار کھوار شامل تھے۔ یہ بھی بیان ہے کہ چیر و خاندان کے باجوئیں راجا سہیل رائے (SAHIL RAI) نے مسلمانوں کو بہت ہزیمت پہنچائی تھی۔ بالآخر مسلمان اس کو گرفتار کر کے دہلی لے گئے اور وہاں بادشاہ نے اس کی طاقت کی شہرت سن کر اس کو تنہا ایک شیر سے لڑوا کر امتحان لیا۔ اس سہیل رائے کا بیٹا بھگوت رائے اڈل پلاموں پر قابض ہوا۔ چیر و قوم میں مدنی رائے بھی ایک مشہور راجا تھا جس کو اس قوم کے لوگ عادل کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ مدنی رائے نے اپنی فتوحات کو بھی وسعت دی اور چھوٹا ناگ پور

(۱۴) یورپین سیاح ٹیورنیر اور برنیر کا بیان ۱۶۶۶ء

۱۶۶۶ء میں ٹیورنیر اور برنیر (فرانسیسی جوہری و طبیب) پٹنہ آئے تھے۔

ان مشہور و معروف سیاحوں کے سفر نامے چھپے ہوئے ملتے ہیں۔ ٹیورنیر اگرہ سے

ہو کر پٹنہ آیا۔ اور برنیر بھی اس سفر میں اس کے ساتھ تھا۔ برنیر کے سفر نامے سے

معلوم ہوتا ہے۔ ۶ جنوری ۱۶۶۶ء کو اس نے راج محل میں ٹیورنیر کا ساتھ چھوڑا۔

ٹیورنیر لکھتا ہے کہ پٹنہ ہندستان کے بہت بڑے شہروں میں ہے۔ یہ گنگا کے

کنارے پر کسی قد زچھم طرف واقع ہے۔ اور طول میں دو لیگ (یعنی تخمیناً ۲۰ کوس) سے کم نہیں۔ لیکن ہندستان کے اور شہروں کی طرح یہاں بھی مکانات، بیشتر باؤں

اور پھوس کے بنے ہوئے ہیں۔ ہالینڈ کپنی (دلندین) نے شورہ کی تجارت کی

بدولت یہاں مکان بنالیا ہے۔ شورہ چھپرو نامی (اس کو چوپر لکھا ہے) ایک بڑے

قصبے سے صاف ہو کر آتا ہے جو گنگا کے کنارے پٹنہ سے دس لیگ کے فاصلے

پر ہے۔ چھپرو سے واپس ہوتے ہوئے پٹنہ میں ہالینڈز بے صاحب سلامت کے

پے میراہ ہماری گاڑی رکوائی اور ہم لوگوں نے شارع عام ہی پر دو بتلیں

موشیرازی کی لٹھیں تب رخصت ہوئے۔ اس ملک میں یہ بات قابل

محاط نہیں سمجھی جاتی اور لوگ نہایت تکلف سے آزادانہ ملتے ہیں۔ میں نے

پٹنہ میں آٹھ دن قیام کیا۔ ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ میں نے ایک سفر میں

پٹنہ میں سات ہزار چھ سو تہتر مشک کے نانے خرید کیے جس کا وزن دو ہزار

پانچ سو ساڑھے ساون اونس تھا اور ان سے ۴۲۲ اونس مشک نکلا۔

دہلے مارڈالا۔ اس کے وارثوں کے استغاثے پر کپتان کیمک نے گوپال رائے کو گرفتار کر کے پٹنہ میں قید کیا اور اس نے ۱۸۳۷ء میں پٹنہ ہی میں انتقال کیا۔ گوپال رائے کی جگہ پر اس کا بھائی چرامن رائے راجا ہوا۔ اس کی ناقابلیت کے سبب ۱۸۳۷ء میں سخت بغاوت و فساد پیدا ہوا، اور کرنل جونس ایک فوج لے کر وہاں پہنچا تو مفدوں نے سرگجہ کی راہ لی۔ گورنمنٹ کی مال گزاری وصول نہ ہونے پر ۱۸۳۷ء میں گورنمنٹ نے ان علاقوں کو نیلام کر کے خود خرید لیا۔ اور سبج رنج کی سفارش پر تمام علاقے 'دیو' ضلع گیا کے راجا گنیشام سنگھ کو بعض خدمات کے صلے میں دے دیے۔ لیکن راجا مذکور سے خاطر خواہ بندوبست نہ ہو سکا۔ اس لیے ۱۸۳۷ء میں گورنمنٹ نے پھر سب علاقے واپس لے کر ضلع رام گڑھ میں شامل کر لیے۔ ۱۸۳۷ء میں کول لوگوں کی بغاوت کے وقت چیر و قوم کے بعض لوگوں نے بھی باغیوں کا ساتھ دیا۔ ۱۸۳۳ء میں گورنمنٹ نے پلاموں کو ضلع لوہردگا میں شامل کر دیا اور ۱۸۵۲ء میں پلاموں کو ہردگا کا سب ڈویژن قرار پایا۔ ۱۸۵۷ء کے فدر کے وقت کھردار قوم کے بھگتا لوگوں میں دو نامی اشخاص پتمبر ساہی و تلبر ساہی نے علاقہ پلاموں کے اکثر حصے پر قبضہ کر لیا تھا لیکن چین پور کے زمیندار کشن سنگھ و دیال سنگھ کی مدد سے گورنمنٹ نے فدر فرو کرنے میں جلد کام یابی حاصل کی عرصہ راز کے بعد گورنمنٹ نے پتمبر اور تلبر کو گرفتار کر کے پھانسی کی سزا دی۔ ۱۸۵۹ء میں گورنمنٹ نے سلی گنج کو پلاموں کا صدر مقام قرار دیا۔ لیکن انگریزوں کو اس کی آب و ہوا اس نہ آئی، اس لیے ۱۸۶۲ء سے ڈالٹنگ جو کرنل ڈالٹین کا آباد کیا ہوا، صدر مقام بنایا گیا۔ بالآخر سرزمین کی آبادی اور رعیت کی ترقی کو دیکھ کر ۱۸۹۲ء میں گورنمنٹ نے پلاموں کو لوہردگا سے علیحدہ کر کے ایک خاص ضلع قرار دیا جس کا صدر مقام یہی ڈالٹنگ ہے۔

کیا۔ ۲۷ صفر ۱۰۸۷ھ کو پلاسون کی حکومت منکی خان سے تغیر ہو کر براہ راست لشکر خان صوبے دار پٹنہ کو تفویض ہوئی۔ اسی زمانے سے اب تک پلاسون صوبے بہار میں شامل ہو۔

اسی تاریخ کو مرحمت خان آ رہ کا فوجدار مقرر ہو کر خلعت اور سابق سے اضافہ کر کے منصب دو ہزاری نہصد سوار سے سرفراز ہوا۔

تاریخ ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۸۷ھ کو معصوم خان معزول شدہ فوجدار ترمت بادشاہ کے پاس حاضر ہوا۔

(۶) ابراہیم خان ۱۰۷۹ھ تا ۱۰۸۲ھ (۱۶۶۲ء تا ۱۶۶۵ء)

لشکر خان نے تبدیل ہونے پر ابراہیم خان صوبے دار بہار ہوا۔ اس کا منصب سابق سے اضافہ کر کے بیچ ہزاری بیچ ہزار سوار مقرر ہوا۔ اس صوبے دار کی حکومت کے متعلق کوئی خاص واقعہ تاریخوں میں مذکور نہیں لیکن اس کی صوبے داری کے زمانے میں ۲۵ ربیع الثانی ۱۰۸۷ھ (۱۶۷۰ء) جلوس کو اورنگ زیب نے ایک فرمان شیخ غلام محمد متوطن بلدہ پٹنہ کے نام صادر کیا جو سلسلہ بہ سلسلہ بخشی الملک صدر خان کے دیوان خٹنے سے جاری ہو کر ابراہیم خان صوبے دار و محمد قاسم دیوان صوبہ بہار کے پاس ۱۶ جماد الثانی کو پہنچا۔ اس فرمان کو حال میں راقم نے خود دیکھا۔ خانی خان کے بیان کے مطابق ۱۰۷۹ھ میں سیوا جی مرہٹہ دہلی سے بھاگ کر اطراف بہار پٹنہ سے گزرتا ہوا خفیہ قطب الملک عبداللہ کے پاس حیدر آباد

۱۰۷۹ھ عالم گیر نامہ صفحہ ۹۷۲۔

۱۰۷۹ھ اثر عالم گیری صفحہ ۱۰۷۹۔

برنیر لکھتا ہے کہ بنگالہ شورہ کی تجارت کا مخزن ہے جو کثیر مقدار میں پٹنہ سے لایا جاتا ہے۔ یہ گندگاندی کے ذریعے نہایت آسانی سے پہنچتا ہے۔ اور ڈوچ اور انگریز تجارتی طور پر کثیر مقدار میں "انڈیز" کے مختلف حصص اور یورپ کو روانہ کرتے ہیں۔

دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ پٹنہ یا بہار میں آٹھ سرکاریں اور دو سو پتھریں پر گئے شامل ہیں جن کی آمدنی پچانوے لاکھ اسی ہزار روپے ہے۔ ان آٹھ سرکاریوں سے سرکار شاہ آباد۔ سرکار بہاس۔ سرکار بہار۔ سرکار حاجی پور۔ سرکار سارن۔ سرکار چپارن۔ سرکار ترہت اور سرکار مونگیر مراد ہے۔ جو آئین اکبری میں بھی مذکور ہے۔

۱۵) لشکر خان ۱۰۷۶ھ تا ۱۰۷۸ھ (۱۶۶۸-۶۹ء)

محرم ۱۰۷۶ھ میں داؤد خان صوبہ بہار سے واپس گیا اور لاہر شعبان کو اورنگزیب آباد نے اس کی جگہ پر لشکر خان کو خلعت اور ایک زنجیر فیل واسپ باساز طلا کا رشہ کر صوبہ بہار کی حکومت پر متعین کیا۔ اس کی صوبہ داری کے زمانے کے قابل ذکر واقعات حسب ذیل ہیں۔

۱۲ ربیع الثانی ۱۰۷۶ھ کو مونگیر کے راجا بہروز نے اجل طبیسی سے انتقال

(صفحہ ۲۲) البقیہ نوٹ احسن اتفاق سے راقم کو اس کتاب کا سب سے زیادہ مستند نسخہ مطبوعہ لندن ۱۸۸۵ء سری مولال لائبریری مقام گیا میں مل گیا۔

TRAVELS IN THE MOGUL EMPIRE BY ۱۵

FRANÇOIS BERNIER, PAGE 440, 457

ماخذ ہے۔ اس کی حسب ذیل عبارت کو بغور دیکھنا چاہیے۔

”واقعہ نہم شعبان ۱۰۳۸ھ) از عرض داشت امیرخان بر عرض رسید کہ عالم و اسماعیل و دیگر افغانان شورش انگیز شاہ جہان پور و کانت گولہ بعد از استیلائے افواج شاہی کہ بہ پناہ قلعہ در آمدہ بودند و دستگیر شدند یا ابراہیم خان کہ از رنگال می رسد روانہ حضور لامع النور می کند“

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں صوبہ بہار کا کوئی ذکر نہیں اس لیے اس واقعے کو صوبہ بہار کی طرف منسوب کرنا محض قیاس پر مبنی ہے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانے کے قریب امیرخان بہار کا صوبے دار تھا۔

لیکن غالباً امیرخان اس وقت بہار کی صوبے داری سے تبدیل ہو چکا تھا۔ کیوں کہ عرض داشت کی تاریخ سے ایک مہینے کے اندر ہی امیرخان کا دربار میں حاضر ہونا اور اس کی جگہ پر تربیت خاں کا صوبے دار بہار مقرر ہونا ناثر عالم گیری صفحہ ۱۲۸ میں صریح طور پر مذکور ہے۔

واقعہ نہم رمضان ۱۰۳۸ھ) امیرخان از بہار آمدہ بہ شرف زمین بوس رسید تربیت خان از تغیر او منصوب شد“

اب یہ بتا دینا ضروری ہے کہ شاہ جہان پور اور کانت گولہ سے کون سا مقام مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ ضلع پٹنہ میں جو شاہ جہان پور نامی بستی ہے۔ یہاں عالم اور اسماعیل نامی افغانوں کا شورش کرنا کسی طور پر معلوم نہیں ہوتا اور اٹھل گولہ اور کاٹھ گنج کا کانت گولہ ہونا اور افغانوں کا شورش کرنا بھی قطعی طور پر صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

شاہ جہان پور لکھنؤ سے پچاس کوس پر مشہور قصبہ ہے۔ اور اس سے کچھ فاصلے پر ضلع مراد آباد میں کانت گولہ بھی مشہور بستی ہے۔ ان جگہوں میں لودھیوں کی سلطنت کے زمانے سے پٹھان رہتے تھے۔ ملا عبد القادر بدایونی اپنی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۶۳

پہنچا۔ یہ زمانہ بھی ابراہیم خان کی صوبے داری کا تھا۔

(۷) امیر خان ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۸۶ھ (۱۶۷۵-۷۶ء)

اس صوبے دار کے زمانے کا کوئی واقعہ اس صوبے کے متعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن سرحد و ناٹھ سرکار نے اپنی تاریخ (HISTORY OF ACCRANGZ) میں لکھ دیا ہے کہ عالم اور اسماعیل نامی صوبہ بہار کے پٹھانوں نے شاہ جہان پور اور کانت گولہ میں شورش کی اور نوٹ (صفحہ ۲۵ جلد ۲) میں بتایا ہے کہ شاہ جہان پور نام کی ایک بستی پٹنہ سے سولہ میل دکن ہے۔ اور پٹنہ سے پورب ۲۸ میل کے فاصلے پر اٹھل گولہ ہے اور رنل صاحب کے نقشے (شیت نمبر ۳۷۹) میں گنگا کے پار کاٹ گنج درج ہے۔ سرحد و ناٹھ سرکار کا یہ قیاس صحیح نہیں معلوم ہوتا جو مندرجہ ذیل سطور سے بخوبی واضح ہو گا۔

عالم اور اسماعیل کا شاہ جہان پور اور کانت گولہ میں شورش کرنا صرف تاثر عالم گیری صفحہ ۳۶ میں مذکور ہے۔ یہ روایت عالم گیر نے ہی تو ہو ہی نہیں سکتی کیوں کہ وہ اورنگ زیب کے ابتدائے جلوس سے صرف دس سال کی تاریخ ہے۔ اور خانی خان یا دوسرے مورخوں نے جن کے حوالے سے سرحد و ناٹھ سرکار نے اپنی تاریخ مرتب کی ہے ایسا کوئی واقعہ نہیں لکھا ہے۔ لہذا تاثر عالم گیری جو اصل منتخب اللباب صفحہ ۲۲۰ جلد ۲ کی اصل عبارت یہ ہے۔ ”سیوا از بنارس براہ بہار پٹنہ و چاندہ کہ پرازد تراکم اشجار و شواہر گزار است و از سرحد زینداران سوائے بیوپاری قولی و قاصدان تردد و شواہر است“ پر تغیر وضع ہر جا کہ میر سید خود را و ہم با مان بصورت دیگر ساختہ طی منازل می نمود تا خضیر نزد عبداللہ قطب الملک بہ حیدر آباد رسید۔“

(۹) شہزادہ محمد اعظم ۱۰۸۸ھ تا ۱۰۸۹ھ (۶۶-۶۱۶۷۸ھ)

۹۔ صفر ۱۰۸۸ھ کو اورنگ زیب نے تربیت خان صوبے دار کو تبدیل کر کے اس کو ہادی خان کی جگہ پر تربیت و درہنگہ کا فوجدار مقرر کیا اور بہار کی صوبے داری شہزادہ محمد اعظم کو تفویض کی۔ ۱۳ جمادی الآخر ۱۰۸۸ھ کو شہزادہ پٹنہ پہنچا۔ دوسرے ہی سال ۱۲ ربیع الثانی کو "اعظم خان کوکر" صوبے دار بنگالے نے معزول ہو کر بہار کی طرف آتے ہوئے ڈھاکہ میں انتقال کیا۔ شہزادہ محمد اعظم اس کی جگہ پر بنگالہ کا صوبے دار ہوا اور شہزادے کی نیابت میں نور اللہ خان اڑیسہ کا صوبے دار مقرر ہوا۔

(۱۰) سیف خان و صفی خان ۱۰۸۹ھ تا ۱۰۹۴ھ

(۷۹-۶۱۶۸۳ھ)

شہزادہ محمد اعظم کے بنگالہ جلے پر سیف خان بہار کا صوبے دار ہوا۔^{۱۵} اس سیف خان کی صوبے داری کے متعلق کوئی خاص واقعہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ شہزادہ محمد اعظم کے بنگالے جلے پر اورنگ زیب کو اپنے بیٹے محمد اکبر کی بغاوت کے سبب اوی پور کی ہم درپیش ہوئی۔ اس وقت محمد اعظم کو بھی لک میں ماضر

۱۵۔ مائر عالم گیری صفحہ ۱۵۷ و ۱۶۱۔ ۱۶۔ مائر عالم گیری صفحہ ۱۶۹۔ واضح ہو کہ شاہ جہاں کے عہد میں جو سیف خان تھا وہ اور شخص تھا۔

میں لکھتا ہو کہ "فقیر درکانت و گولہ از تواریخ سنبل بہ صحبت حسین خان بہ ملازمت اور رسیدہ و منتفیض از انفاس نفیسہ او شد" صرف اسی پر منحصر نہیں۔ مورخ مذکور نے مختلف واقعات کے سلسلے میں کانت و گولہ کا ذکر متعدد مقاموں میں کیا ہو۔ اگر تمام عبارتیں نقل کی جائیں تو بجائے خود ایک دفتر ہو جائے۔ اس لیے اس تحریر میں تاریخ کے حوالوں پر اکتفا کی جاتی ہو۔ مزید تحقیق کے لیے منتخب التواریخ بداونی جلد ۲ صفحہ ۴۲۲ و ۴۲۳ جلد ۲ صفحہ ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۶۰ و ۱۶۹ و ۱۸۵ و ۲۱۹ جلد ۲ صفحہ ۳۲ و ۶۳ و ۲۸۸ کی عبارتوں کو دیکھنا چاہیے۔ بہ ظاہر امیر خان نے بہار سے واپس جاتے ہوئے شاہ جہان پور اور کانت گولہ سے عرضداشت لکھی اور وہیں شاہی افواج سے شکست کھا کر عالم واسما حیل وغیرہ گرفتار ہوئے اور ابراہیم خان بنگلے سے واپس جاتے ہوئے ان امیروں کو (کانت و گولہ سے) ساتھ لیتا گیا۔

(۸) تربیت خان ۱۰۸۶ھ تا ۱۰۸۸ھ (۱۶۷۴-۷۵ء)

۹ رمضان ۱۰۸۶ھ کو امیر خان کے واپس جاتے پر تربیت خان صوبے دار ہوا۔ اس کے زمانے کا کوئی واقعہ قابل ذکر معلوم نہیں ہوتا۔
۱۰۸۷ھ میں مصوم خان کے تغیر ہونے پر طہاسپ خان آ رہ کا فوجدار مقرر ہوا۔

۱۰۸۷ھ مآثر عالم گیری صفحہ ۱۳۸۔

۱۰۸۷ھ مآثر عالم گیری صفحہ ۱۵۱۔

مرزا معزز موسوی فطرت تخلص صوبے کا دیوان مقرر ہوا۔ بزرگ امید خان کسی قدر رشید مزاج تھا۔ اور مرزا معزز کو بھی ذاتی قابلیت کے علاوہ عالی خاندانی کا عزا تھا۔ پہلی ہی ملاقات کے دن جس وقت مرزا آیا اتفاق سے دیوان خانے میں آب خوردہ رکھا ہوا تھا مرزا نے بلا لحاظ اس کو منہ سے لگا کر چند کلیاں کیں۔ بزرگ امید خان کو یہ حرکت ایسی ناگوار معلوم ہوئی کہ بادشاہ کے ہاں اس کی شکایت لکھ بھیجی۔ بادشاہ نے بزرگ امید خان کی خاطر سے مرزا کو تبدیل کیا اور بعد میں دکن بھیج دیا۔

بزرگ امید خان نے ۱۱۰۰ھ میں انتقال کیا۔ پٹنہ میں اس کی بنوائی ہوئی ۱۱۰۰ھ کی ایک مسجد محلہ سمبلی کے قریب سڑک سے دھن جانب موجود ہے جس کے کتبے میں بانی کا نام بھی مذکور ہے۔ محلے والوں کا بیان ہے کہ مسجد سے کچھ فاصلے پر پورب جانب جو پختہ قبر میں ہیں ان میں بانی مسجد کی بھی قبر ہے لیکن کتبہ نہ رہنے کے سبب اس کی تحقیق دشوار ہے۔

۱۱۰۲ھ میں بزرگ امید خان صوبے دار بہار ہمت خان پسرخان جہان بہادر ظفر جنگ کی جگہ پر ال آباد کا صوبے دار بھی مقرر ہوا تھا۔

۱۱۰۳ھ تا ۱۱۰۴ھ میں بزرگ امید خان کے حالات میں یہ واقعہ مذکور ہے اور مرزا معزز موسوی فطرت تخلص کا حال اسپرنگر صاحب کے کٹلاگ ۱۰۹ و ۱۱۰ میں بھی موجود ہے ۱۲

۱۱۰۵ھ کتبے میں قطعہ تاریخ یوں ہے۔

تاج والہ نعمت بزرگ امید خان آں کہ بر خلق خدا کر مش عیم
چوں ز ہائف خواست تاریخش نجف زود گفتا باد بیت المستقیم

۱۱۰۶ھ تا ۱۱۰۷ھ عالم گیری صفحہ ۳۸۸۔

ہونے کا حکم دیا۔ محمد اعظم نے بنگالے سے پٹنہ آکر حرم کو میر ہادی اور ایک ہزار
سواروں کی نگرانی میں چھوڑا اور خود مصطفیٰ کاشی ولہر اسپ بیگ و قاسم بیگ
وغیرہ کو ساتھ لے کر نہایت تیزی سے ہفتوں کی راہ دونوں میں طر کرتا ہوا دیپور کی
طرف روانہ ہوا اور بیس بچیس دن کے بعد میر خان و شاہ قلی خان بخشی کو دو ہزار
سواروں کے ساتھ مامور کیا کہ حرم کو منزل بہ منزل ساتھ لے آئے (یہ واقعہ رمضان
۱۰۹۰ھ کا ہے) ۱۰۹۲ھ میں اورنگ زیب نے حمید خان پسر داؤد خان کو خلعت
دے کر بھوج پور کا فوج دار مقرر کیا۔

۱۰۹۲ھ میں صفی خان صوبے دار بہار نے بغیر حکم چھین ہزار رپے صوبے
کے خزانے سے صرف کر دیے تھے۔ اس لیے معزول ہو کر حاضری سے بھی مجبور
ہوا لیکن دوسرے سال بادشاہ نے اس کو اورنگ آباد (دکن) کی صوبے داری
تفویض کی۔

(۱۱) بزرگ امید خان ۱۰۹۲ھ تا ۱۱۰۵ھ (۸۵-۱۶۹۵ء)

بزرگ امید خان نواب شایستہ خان امیر الامرا کا پسر سوم تھا ۱۰۷۵ھ
میں چاٹ گام کی فتح بیشتر اس کی سعی سے حاصل ہوئی تھی۔ بنگالے میں ضلع باقر
گنج میں ایک بڑا پرگنہ بزرگ امید پور کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ بزرگ
امید خان نے پٹنہ میں بہت دنوں تک صوبے داری کی۔ اس کے زمانے میں

شہزادہ اپنی شہزادگی کے سبب تخت کرتا تھا۔ اور مرشد قلی خان کو بادشاہ کا مقصد ہونے کے سبب اپنے اعزاز کا خیال تھا۔ پرچہ نویسوں نے یہ کیفیت بادشاہ کو لکھ بھیجی۔ اور نگ زیب نے پونے کو لکھا کہ اگر مرشد قلی خان کے خلاف تمھاری کوئی حرکت سموع ہوئی تو تمھاری شہزادگی کا خیال نہ کیا جائے گا۔ شہزادے کو یہ تہدید بڑی لگی اور اسی کے بعد ۱۱۱۲ھ میں شیشیر خاں کا تبادلہ ہونے پر صوبہ بہار کا نظم شہزادے کے سپرد ہوا۔

۱۱۱۴ھ میں شہزادہ محمد اعظم نے اورنگ زیب سے شہزادہ محمد عظیم کی بعض شکایتیں کر کے اس کی طلبی کا فرمان جاری کرایا۔ محمد عظیم نے حکم پا کر سید حسین علی خان بہادر کو صوبہ بہار کا نظم سپرد کیا اور خود ہنگالہ و بہار سے کئی کروڑ روپیہ ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ اس اثنا میں ۲۸ ذیقعد ۱۱۱۵ھ (۲۲ فروری ۱۷۰۰ء) کو اورنگ زیب نے انتقال کیا اور اس کے بیٹوں میں سلطنت کی وراثت کا جھگڑا پیدا ہوا۔ شہزادہ محمد عظیم پٹنہ سے جوڑ پڑ ساتھ لے گیا تھا انھی سے اس کے باپ محمد معظم بہادر شاہ نے سپاہ و سامان فراہم کر کے اپنے بھائیوں کو شکست دی۔ تخت سلطنت پر جلوس کر کے بہادر شاہ نے اپنے بڑے لڑکے معز الدین کو جہاں دار شاہ اور محمد عظیم کو عظیم الشان بہادر کے خطابات عنایت کیے۔

(۲۴۴ کا بقیہ ماثیہ)

دیوان اورنگ زیب نے اس کی تعلیم اور پرورش کی۔ پھر ہندوستان آکر مرشد قلی خان اورنگ زیب کی ملازمت میں رہا۔ اور اپنی لیاقتوں اور کارگزاریوں سے ترقی کر کے امرائے نامی میں شامل ہوا۔

۱۷ مائرمالم گری صفحہ ۳۰۰ -

۱۲۱) فدائی خان ۱۱۰۶ھ تا ۱۱۱۱ھ (۱۶۹۵-۱۷۰۰ء)

بزرگ امید خان کے بعد فدائی خان (محمد صالح پسر عظیم خان کو کہہ سکتے ہیں) مقرر ہوا۔ ۱۱۱۲ھ میں بادشاہ نے اس کو صوبے داری سے تبدیل کر کے تربہت و در بھنگہ کا فوجدار مقرر کیا۔ اور اس کے منصب میں اضافہ کر کے ڈھائی ہزار سے تین ہزاری کر دیا۔ ۱۱۱۳ھ

۱۲۲) شمشیر خان ۱۱۱۲ھ تا ۱۱۱۳ھ (۱۷۰۱-۱۷۰۳ء)

فدائی خان کے تبدیل ہونے پر شمشیر خان صوبے دار ہوا لیکن ۱۱۱۳ھ میں شمشیر خان کو اودھ کی طرف بھیج دیا گیا اور بہار کی صوبے داری شہزادہ محمد عظیم عالم بنگالے کی حکومت کے ساتھ ضم کر دی گئی۔ ۱۱۱۴ھ

۱۲۳) شاہ زادہ محمد عظیم ۱۱۱۳ھ تا ۱۱۱۴ھ (۱۷۰۲-۱۷۰۵ء)

شاہ زادہ محمد عظیم پسر محمد معظم عرف بہادر شاہ بن اورنگ زیب ۱۱۰۹ھ سے بنگالے کا صوبے دار اور نواب مرشد قلی خان عرف جعفر خان دیوان تھا۔

۱۔ آثار عالم گیری صفحہ ۳۲۳۔

۲۔ آثار عالم گیری صفحہ ۳۷۰۔

۳۔ مرشد آباد (۱) کے نام پر آباد ہوا۔ مرشد قلی خان برہمن زادہ تھا۔ حاجی شفیع اصغرانی (بقیہ حاشہ ص ۲۸۵)

باب شانزدہم

سلاطین مغلیہ کا آخری دور

(۱) سید حسین علی خان بہادر اور فرخ سیر

۱۱۱۹ھ تا ۱۱۲۲ھ (۱۶۰۶ء - ۱۶۱۱ء)

حسین علی خان جو فرخ سیر کی حکومت میں امیر الامرا کے خطاب سے مخاطب ہوا سادات بارہ سے تھا۔ شہزادہ محمد عظیم کی صوبے داری کے بعد بہادر شاہ کی سلطنت کے زمانے میں بھی یہ اپنے عہدے پر بحال و برقرار رہا۔ بہادر شاہ نے چار برس اور چند مہینے سلطنت کر کے محرم ۱۱۲۲ھ میں انتقال کیا اور اس کے بیٹوں میں پھر سلطنت کی وراثت کا جھگڑا پیدا ہوا۔ اسی معرکے میں عظیم الشان مع ہاتھی دریائے راوی میں ہلاک ہوا۔ اور اس کے بڑے بھائی معز الدین جہاں دار شاہ نے فتح مند ہو کر تخت سلطنت پر جلوس کیا اور دس مہینے حکومت کی۔ اس وقت بھی حسین علی خان اپنے عہدے اور منصب پر قائم رہا۔ بعد کے حالات فرخ سیر کی بادشاہت کے سلسلے میں بیان ہوں گے۔

(۱۵) پٹنہ کا عظیم آباد نام ہونا ۱۱۶-۱۱۷ھ (۱۷۰۳ء)

شہزادہ محمد عظیم نے اپنی صوبے داری کے زمانے میں قلعہ پٹنہ کو خوب آراستہ کیا اور شہر کو دہلی کا جواب بنانے کے ارادے سے از سر نو آباد کیا۔ مختلف طبقوں اور فرقوں کے باشندوں کے لیے جدا جدا محلے بنائے۔ مثل پورہ، لودی کیڑہ، دیوان محلہ بخشی محلہ وغیرہ اب تک اسی کی یادگار ہے۔ قلعے کے قریب امراء دولت رہتے تھے۔ اس محلے کا نام کیوان شکوہ رکھا گیا تھا۔ جو زحل کی نحوست سے تباہ ہو کر "کواکھوہ" ہو گیا۔ غربا اور مسافروں کے لیے بھی خیراتی مکان اور مسافر خانے بنوائے گئے تھے۔



سلہ اسی وقت شہر کا نام عظیم آباد ہو گیا جو اب تک زبان زد ہے۔ پچاس سال کے قریب ہوئے فواب مرزا خاں داغ دہلوی پٹنہ آئے تھے جس کا ذکر انھوں نے فریاد داغ میں کیا ہے۔ اور یہاں مشاعرے میں جو غزل پڑھی تھی اس کے مقطع میں شہر کا ذکر عظیم آباد کے نام سے کیا ہے۔

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں

عظیم آباد میں ہم منتظر ماؤں کے بیٹے ہیں

سیر المتاخرین جلد صفحہ ۷ وغیرہ۔

رعایت خان کے لیے عفو جراثم اور رہتاس کی قلعہ داری کا فرمان مع خلعت و نشان
 آیا جو تو امید ہو کہ میں ان چیزوں کو لے جانے کے بہانے سے رعایت خان کا کام
 تمام کر سکوں۔ اگر اس کو قتل کر کے میں زندہ واپس آیا تو خود انعام کا ستع ہوؤں گا
 ورنہ میرے مارے جانے کی صورت میں اہل و عیال کی پرورش کا خیال کیا جائے۔
 فرخ سیر اور اس کے ارکان دولت نے اس صلاح کے مطابق لاجپن بیگ
 کو خلعت و نشان دے کر بعض جاں بازوں کے ساتھ رہتاس کی طرف روانہ کیا۔
 پیام سلام کے بعد رعایت خان اس پر راضی ہوا کہ لاجپن بیگ دو ہمارہیوں
 کے ساتھ قلعے کے دروازے پر آکر خلعت و نشان سپرد کرے۔ جب رعایت خان
 استقبال کو قریب پہنچا لاجپن بیگ نے اُن کی چھڑ نکال کر رعایت خان کے پیٹ
 میں ایسا مارا کہ ایک ہی وار میں کام تمام ہو گیا۔ رعایت خان کے بعض ہوا خواہوں
 نے لاجپن بیگ کے چند زخم کاری لگائے لیکن ساتھیوں نے اس کو بچالیا اور
 رعایت خان کا سر کاٹ کر فرخ سیر کے پاس روانہ کیا۔ فرخ سیر نے بادشاہ سے
 لاجپن بیگ کو بہادر دل خان کا خطاب اور منصب دلویا اور اس واقعہ سے
 خود فرخ سیر کی قدر و اعزاز میں بھی اضافہ ہوا۔ اس کے بعد ہی بہادر شاہ کا
 انتقال ہوا، اور فرخ سیر نے تخت سلطنت کا جھگڑا طر ہونے کے قبل ہی اپنے
 باپ عظیم الشان کا خطبہ جاری کر کے خود بھی باپ کے پاس جانے کا تہیہ کیا۔
 لیکن حکیم محمد رفیع منجم اور بعض "دنیا طلب درویشوں" نے منع کیا کہ تخت نشین
 ہو کر اپنا سکہ و خطبہ جاری کیے بغیر اس سرزمین سے باہر قدم نکالنا مسعود نہیں۔
 اس زمانے میں نواب حسین علی خان صوبے دار عظیم آباد بعض پرگنات

۱۰ منتخب اللباب حصہ ۲ صفحہ ۷۰۹ و ۷۱۰۔

۱۱ مورخ خانی خان نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

(۲) فرخ سیر کا عظیم آباد پٹنہ میں جلوس کرنا ۱۱۲۲ھ

شاہزادہ محمد عظیم عظیم آباد سے چلتے وقت اپنے بڑے بیٹے کریم الدین کو ساتھ لیتا گیا تھا۔ اور دوسرے بیٹے فرخ سیر کو اپنے حرم اور بعض سامان کے ساتھ راج محل میں بطور نائب چھوڑ گیا تھا۔ بہادر شاہ نے اپنے مرنے سے کچھ دن پہلے اعز الدولہ خان خانان بہادر کو بنگالے کی صوبے داری کے لیے نامزد کیا تھا اور اپنے پوتے فرخ سیر کو اپنے پاس طلب کیا تھا۔ فرخ سیر بنگالے سے عظیم آباد آکر نواح شہر (باغ جعفر خاں) میں مقیم ہوا اور بادشاہ کو خرچ راہ کی کمی اور موسم برسات کا عذر لکھ بھیجا۔ اسی زمانے میں حکیم محمد رفیع نے (جو علم نجوم سے بہرہ افر رکھتا تھا) فرخ سیر کو سلطنت کا مشورہ سنایا۔ اور بعض درویشوں نے بھی اسی سرزمین میں تخت نشین ہونے کی نوید دی اس لیے فرخ سیر نے یہاں سے نکلنا نہ چاہا۔ فرخ سیر اپنے اور بھائیوں کی بہ نسبت اپنے باپ عظیم الشان اور اپنے دادا بہادر شاہ کی نظر میں زیادہ قدر و منزلت نہ رکھتا تھا۔ اتفاق سے اس زمانے میں محمد رضا (مخاطب بہ رعایت خان) بہادر شاہ کی خفگی کے سبب دکن سے خفیہ صوبہ بہار آیا اور ایک جعلی فرمان بنا کر قلعہ رہتاس پر قابض ہو گیا اور اس علاقے سے مال گزاری جمع کر کے بادشاہ کو عرضی لکھی کہ شاہی تصدیقوں کا کوئی بندوبست نہ رہنے کے سبب میں نے اس قلعے پر قبضہ کر رکھا ہے۔ بہادر شاہ اور عظیم الشان نے فرخ سیر کو رعایت خاں سے قلعہ چھین لینے کا حکم دیا۔ لیکن فرخ سیر کے پاس اس قلعے کے محاصرے کے لیے کافی لوازمات اور سامان موجود نہ تھے۔ اس جیس بیس کو دیکھ کر لاجپن بیگ نامی ایک قلماق نے جس کو فرخ سیر نے ملازمت سے برطرف کیا تھا یہ اعدا مال کی اگر یہ مشہور کر دیا جائے کہ بادشاہ کی طرف سے

ہونے لگا۔ فرخ سیر نے میر افضل کے باغ میں دربار کر کے جلوس کیا اور رؤسا اور زمینداروں سے نذریں وصول کیں، اور فقراء اور درویشوں اور نجومیوں کو جاگیریں اور انعام عطا کیے۔

حسین علی خان نے تمام تاجروں، مہاجنوں اور متول لوگوں کی ایک فہرست تیار کر کے ہر ایک پر نذرانہ تشخیص کیا۔ سرے پر انگریز اور ڈچ تاجروں کے نام تھے۔ انگریزی کمپنی نے ساڑھے چھ ہزار روپے حسین علی خان کی نذر کیے۔ تب بائیس ہزار روپے اور دسے کر فرخ سیر سے چھٹکارا ہوا لیکن ڈچ کمپنی نے انکار کیا اور ان کا مال ضبط کر لیا گیا۔

حسین علی خان نے اپنے منصوبے کی اطلاع دے کر اپنے بھائی سید عبداللہ خان صوبے دار الہ آباد کو بھی ملک کے لیے آمادہ کر لیا۔ اس کے بعد فرخ سیر جہاں دارشاہ کے مقابلے کو روانہ ہوا۔ بعد کے واقعات کو اس صوبے کی تاریخ سے کم تر تعلق ہے۔ صرف اس قدر بیان کر دینا کافی ہو گا کہ جہاں دارشاہ نے اول اپنے بیٹے اعز الدین کو مقابلے کے لیے متعین کیا اور اس کے شکست لے کر میر افضل کا باغ اس جگہ تھا جہاں اب انجینیئرنگ کالج ہے۔ اس کے پورب جانب محلہ گوک پور میں ایک مسجد کے کتبے میں فرخ سیر کا اس مسجد میں نماز پڑھنا اس مصرعہ سے ظاہر ہے۔

”کرد فرخ سیر نماز ادا“ ۱۷۷۲

DISTRICT GAZETTEER PATNA

مطبوعہ ۱۹۲۳ء صفحہ ۲۶۔ منتخب الباب حصہ ۲ صفحہ ۱۵۷ کے مطابق فرخ سیر نے تین لاکھ روپے کی جنس پٹنہ کے تجار سے اُدھار خریدی اور شاہی خزانہ صوبہ بنگالے اور عظیم الشان کی جاگیر سے پچھتر لاکھ روپے اس کے ہاتھ لگے تھے چھبیس لاکھ تو سید عبداللہ خان صوبے دار الہ آباد کے پاس پہنچے باقی کئی لاکھ روپے سر بلند خان نے دبار کھے۔ اور شاید کچھ رقم جہاں دارشاہ

کے انتظام کے لیے باہر گیا ہوا تھا۔ تخت سلطنت حاصل ہوئے بغیر صوبے میں
عظیم الشان کا خطاب پڑھا جانا حسین علی خان کو ناگوار معلوم ہوا۔ فرخ سیرے صوبے
میں حسین علی خان کا اقتدار دیکھ کر اس کو اپنا طرف دار بنالیا ضروری سمجھا اس لیے
تمام اختیار و مدار سلطنت اس کے ہاتھ میں دینے کا وعدہ کر کے اس کو اپنا حامی
بنالیا۔ اس کے بعد ہی عظیم الشان کے ہلاک ہوئے اور جہاں دارشاہ کے
بادشاہ ہونے کی خبر پہنچی۔ جس کا ذکر اذپر گزر چکا ہے۔

سیر المتاخرین سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں دارشاہ نے مرشد قلی خان اور
حسین قلی خان کو حکم بھیجا کہ فرخ سیر کو مع اہل و عیال دہلی روانہ کرو۔ مرشد قلی
خان نے دیکھا کہ اس جھگڑے میں پڑنا بدنامی سے خالی نہیں۔ اس لیے خفیہ
فرخ سیر کو خبر کر دی کہ اپنی فکر کر لے۔ فرخ سیر بنگالے سے عظیم آباد آکر بلخ جعفر
خان میں مقیم ہوا اور احمد بیگ (عرف غازی الدین خان بہادر) کے ذریعے
سے حسین علی خان کو اپنے آنے کی خبر دی۔ حسین علی خان عظیم الشان کے بعض
احسانات کو یاد کر کے ملازمت کو حاضر ہوا اور اس کو جہاں دارشاہ کے حکم
سے آگاہ کیا۔ فرخ سیر نے کہا کہ میں تو آپ کے بھروسے پر یہاں آیا ہوں اس
وقت پردے کے اندر سے عورتوں نے بھی الحاح و زاری شروع کی اور فرخ
سیر کی کم سن بچی ملکہ زمانی بھی پاس آکر کہنے لگی کہ جو ہونا ہو وہ ہو کر رہے گا۔ لیکن
آپ نے اگر میرے باپ کی مدد نہ کی تو خلق خدا آپ کو کیا کہے گی۔ حسین علی خان
نے جواب دیا کہ میرے پاس تو سوائے سر کے کوئی چیز نہیں جو بادشاہ ہند
کے کام آئے۔ اس کی ضرورت ہو تو حاضر ہے۔ فرخ سیر نے یہ سنتے ہی اپنی
تلوار حسین علی خان کی کمر سے باندھ دی۔ اسی وقت سے سامان جنگ درست

کے ساتھ کوئی بڑا سلوک کیا تو بیس دن کے اندر مجھ کو کن سے واپس آیا ہوا سمجھنا غرض
 - قرار داد کے مطابق میر جملہ عظیم آباد آیا۔ اتفاقاً اس زمانے میں بادشاہ نے
 لطف اللہ خاں صادق دیوان خالصہ کی تجویز سے دو صدی تاہن صدی منصب دار
 اور سات آٹھ ہزار سوار والا شاہی کی تقرری اور تاعطائے جاگیر مبلغ پچاس روپی
 ماہانہ نقد ادا کرنے کا حکم دیا تھا اور پھر ان کی تقرری کے بعد ہی برطانی کا حکم صادر
 کیا۔ میر جملہ جن سواروں کو مشرور کیا تھا ان کی تنخواہ چڑھ گئی اور صوبے کا خزانہ
 بہت کچھ دھیر نامی زمیندار جس کا ذکر ابھی آئے گا پر فوج کشی کرتے ہیں صرف
 ہو گیا تھا۔ سواروں نے تقاضا شروع کیا اور میر جملہ کو اس طرح گھیرنے لگے کہ
 جان چھڑانی دشوار ہو گئی۔ آخر کچھ بن نہ پڑی تو روپوش ہو کر چکا عظیم آباد سے
 دہلی بھاگ گیا۔ وہاں بادشاہ اور سادات بارہ کے فسادات کے سبب متوتش
 افواہیں اڑی ہوئی تھیں۔ میر جملہ کے پہنچنے سے گمان ہوا کہ بادشاہ نے اس کو
 قطب الملک کے خلاف کسی قصد سے بلوایا ہو۔ ہر چند بادشاہ نے میر جملہ کو
 یاریابی کا موقع نہ دیا بلکہ اس کو مغضوب اور کم منصب کر کے قطب الملک کی
 قتل میں کوشاں ہوا اور خود میر جملہ نے اس طرح بھاگ کر آنے سے آدم ہو کر معذرت
 کی لیکن سو رظن رفع نہ ہوا۔ آخر میر جملہ تبدیل ہو کر پنجاب بھیج دیا گیا اور عظیم آباد
 کی صوبے داری کو سر بلند خاں کو دی گئی تھی۔

۱۷ شمس الدولہ نواب لطف اللہ خاں صادق کی نسل میں بعض لوگ محلہ نون گولہ شہر
 عظیم آباد پٹنہ میں اب تک موجود ہیں۔

کھانے پر خود مقادرت کو آمادہ ہوا۔ لیکن باوجود افراتوج و سامان رکھنے کے گرفتار ہو کر
 ۱۲۲۴ھ کو قتل کیا گیا۔ جہاں دار شاہ کی حکومت گیارہ مہینے کے اندر
 تمام ہو گئی۔

(۳) میر جملہ خان خانان قاضی عبداللہ توریانی

۱۱۲۴ھ تا ۱۱۲۶ھ (۱۲-۱۴۱۴ء)

سید حسین علی خان بہادر نے فرخ سیر کی معیت میں عظیم آباد سے چلتے
 وقت اپنے بھانجے غیرت خان کو بطور نائب چھوڑا تھا۔ فرخ سیر کے بادشاہ بننے
 پر سید عبداللہ خان "قطب الملک" اور سید حسین علی خان "امیر الامراء" کے
 خطاب سے مخاطب ہوئے اور تمام اختیار سلطنت ان دونوں کے قبضہ اقتدار
 میں آگیا۔ اسی زمانے میں دار الحکومت پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں عبداللہ توریانی
 قاضی جہاں گیر نگر نے بعض خفیہ کارروائیاں انجام دی تھیں جس کے صلے میں
 اس کو بھی "خان خانان میر جملہ" کا خطاب عطا ہوا۔ سادات بارہ نے وقت رفتہ
 اس قدر پائو پھیلانے کے خود بادشاہ کو کسی امر میں دست اندازی کی گنجائش باقی نہ
 رہی آخر بادشاہ اور امیر الامراء دونوں ایک دوسرے کی خرابی کے درپے ہوئے۔
 میر جملہ بادشاہ کا طرف دار تھا اس سے بھی امیر الامراء کی ان بن ہو گئی۔ بالآخر
 بڑی بے لطفی کے بعد یہ بات قرار پائی کہ میر جملہ صوبے دار مقرر ہو کر عظیم آباد
 بھیج دیا جائے اور امیر الامراء وکن کی طرف روانہ ہو۔ امیر الامراء نے یہ بھی دھکی
 دی کہ میری غیبت میں بادشاہ نے میر جملہ کو اپنے پاس بلایا یا مید عبداللہ قطب الملک

شخص کے ہاتھ سے مارا گیا ہے

(۶) نظام الملک کا نام زد ہونا ۳۱-۳۲ھ (۱۹-۲۰ء)

سید حسین علی خان اور سید عبداللہ خان اور ان کے دیوان رتن چند نے رفتہ رفتہ موروثی امراء کو خارج کر کے اکثر عہدے سادات بارہہ اور بقالوں کو تفویض کیے۔ لیکن میں نظام الملک اپنے ذاتی اعزاز اور خود داری کے سبب آبرؤ بچائے ہوئے تھا اور اس کی نیکی اور الوالعز می کے سبب امراء کبار مغلیہ اس کو اپنا پیر و مرشد سمجھتے تھے۔ سید عبداللہ خان نے اس بنا پر کہ صوبہ عظیم آباد کے بعض زمیندار شہرہ پشت تھے اور نظام الملک آصف خان بہادر فتح جنگ (قلج خان) نہایت ذی اقتدار امیر تھا۔ فرخ سیر کی طرف سے اس کو صوبہ بہار کی صوبے داری کے لیے نام زد کیا۔ نظام الملک نے بھی چار دنا چار قبول کیا۔ لیکن ابھی نظام الملک ادھر آنے کا تہیہ ہی کر رہا تھا کہ سلطنت کا سانحہ پیش آیا۔ جس کی کیفیت مختصراً یہ ہے کہ بادشاہ اور سادات بارہہ کی مخالفت اس حد کو پہنچی کہ سادات بارہہ نے مروت و پاس نمک اٹھا کر اپنے نام نہاد آقا کے استیصال کا قصد کیا۔ انھوں نے فرخ سیر کو نہایت ذلت و غواری کے ساتھ زناہ محل سے گھسٹوا کر گھول و مہوس کیا اور کچھ عرصے کے بعد وہ قید خانے ہی میں ہلاک ہوا۔ سید عبداللہ خان اور حسین علی خان کے تسلط سے تخت سلطنت بساط شطرنج بن گیا۔ چند ہندوؤں کے اندر یکے بعد دیگرے رفیع الدربابت اور رفیع الدولت پسران رفیع الشان شاہ منتخب اللباب حصہ ۲ صفحہ ۶۷۔ دھیرنگاری کے راجا کا یہی نام تھا۔ لیکن منتخب اللباب میں اس کے متعلق کوئی حراحت موجود نہیں غالباً نگاری کا راجا مراد ہے۔ منتخب اللباب حصہ ۲ صفحہ ۱۷۷۔

۴) سر بلند خان ۱۱۲۴ھ تا ۱۱۳۰ھ (۱۵-۱۶۱۸ء)

قطب الملک کی رضامندی کے لیے میر جملہ کو تغیر کر کے سر بلند خان صوبے دار مقرر ہوا تھا لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو صوبے داری اس نے آئی اور جاگیر کے تبادلہ خرچ کی کمی اور سپاہ کی تنخواہ کے تقاضے سے تنگ آکر اس نے اثاثہ البیت اور اس پ وفیل جماعہ داروں کے سپرد کر کے خود فقیرانہ زندگی بسر کرنے کا قصد کیا۔ لیکن قطب الملک نے اپنے پاس سے نقد و جنس دے کر اس کو کابل کی صوبے داری پر آمادہ کیا۔ صوبہ بہار میں اس کے زمانے کا قابل ذکر واقعہ دھیر زمیندار کی بغاوت ہے۔

۵) دھیر زمیندار صوبہ عظیم آباد کی بغاوت اور قتل

دھیر نامی زمیندار کچھ عرصے سے اس صوبے میں سرکشی کرتا تھا اور چند بار شہزادہ اور صوبے داروں کی فوج سے مقابلہ کر کے ان کو زک بھی دے چکا تھا۔ میر جملہ نے اپنی صوبے داری میں اس پر فوج کشی کی لیکن صوبے کا تمام خزانہ صرف کرنے پر بھی اس کی زمینداری پر قبضہ نہ ہو سکا۔ سر بلند خان کے آنے تک دھیر کی لوٹ مار سے صوبے کی تمام رعایا اور جاگیر داروں کا ناک میں دم آگیا تھا۔ سر بلند خان نے ایک بڑی جمعیت فراہم کر کے دھیر کا مقابلہ کیا۔ طرفین سے بہت آدمیوں کے مارے جانے پر بالآخر دھیر فرار ہو کر جنگلوں میں جا چھپا اور اچانک کسی رات منتخب اللہ باب حد ۲ صفحہ ۱۰۱۔ یہ بھی ممکن ہو کر خرقہ پوشی محض ڈھکوسلا ہو کیوں کہ سر بلند خان نے کئی لاکھ رپے جہاں دار شاہ کے زمانے میں دہائے تھے جو نوٹ صفحہ ۲۵۱ میں مذکور ہے۔

ہو کر آیا۔ سیر المتاخرین (جلد ۲ صفحہ ۹۳) میں اس کی صوبے داری کا زمانہ تحیناً
 ۳۱۱ھ کے قریب بتایا ہوا اور لکھا ہوا کہ "اس نے ایسی سختیاں کیں کہ تھوڑے ہی
 دنوں میں لوگ نالاں ہو گئے اور شیخ عبداللہ جو مدت سے عظیم آباد میں مرجع نام
 تھا اور گاہ گاہ بعض صوبے داروں کی نیابت بھی کر چکا تھا تنگ آ کر ننگا پار قلعہ
 سوانج میں جہاں اس کے زر خرید مواعضات بھی تھے پناہ گزیں ہوا لیکن فخر الدولہ
 نے پیچھا نہ چھوڑا، اور شیخ موصوف وہاں سے نکل کر برہان الملک صوبے دار
 اودھ کی پناہ میں چلا گیا۔ یہ ایذا رسانی شیخ موصوف تک محدود نہ تھی بلکہ شہر
 کے اور مشاہیر عظام بھی مورد بیداد ہوئے۔ انھی میں خواجہ معتمد برادر امیر الامراء
 بھی تھا جو شاخ ہند کے طور پر فقیرانہ زندگی نہایت آسودگی سے بسر کرتا تھا آزد
 ہو کر شاہ جہاں آباد چلا گیا اور عند المملکات امیر الامراء مصمام الدولہ کو سارا ماجرا
 کہنایا۔ مصمام الدولہ نے برہم ہو کر فخر الدولہ کو برطرف کرایا اور صوبہ بہار کو
 بنگالے میں شامل کر کے یہاں کی صوبے داری کی سند موتمن الملک نواب
 شجاع الدولہ شجاع الدین محمد خان ناظم بنگالہ کے نام بھجوا دی۔"

صاحب سیر المتاخرین نے یہ نہیں بتایا ہو کہ فخر الدولہ نے شیخ عبداللہ کو
 خواجہ معتمد کے ساتھ کیا تعدی کی اور اس کے کیا اسباب تھے۔ ممکن ہو کہ خود
 ان لوگوں نے صوبے دار کی کارروائی میں دخل در معقولات کیا ہو۔

راقم نے اس صوبے دار کے زمانے کا ایک کتبہ پایا تھا جس کو راقم کی
 درخواست کے مطابق انپکٹر جنرل پولیس بہار داؤد علیہ نے تھانہ خواجہ کلاں
 لی دیوار پر نصب کرا دیا ہوا اور بذریعہ چٹھی نمبر ۶۳۶۴ مورخہ ۸ جون ۱۹۳۲ء راقم
 کو بھی اس کی اطلاع دے کر مشکور فرمایا۔ کتبے کی عبارت
 یہ ہے۔ لے

بن بہادر شاہ تخت نشین کیے گئے۔ اور اسی اثنا میں مترسین ناگر (ملازم نیکو سیر) نے بعض امرا کو ملا کر نیکو سیر پسر اکبر بن عالم گیر کو اکبر آباد میں تخت نشین کر دیا۔ اور ان سب کم زور شاہان شطرنج کے بعد بالآخر ۱۱۳۲ھ میں روشن اختر پسر نجستہ اختر بن جہاں دار شاہ نے بادشاہ ہو کر ابو المظفر ناصر الدین محمد شاہ کا لقب اختیار کیا۔ یہ حسین علی خاں کے مارے جانے پر سید عبداللہ خان نے محمد شاہ کے علی الرغم محمد ابراہیم پسر رفیع الدولت کو تخت نشین کیا تھا لیکن وہ بھی مغلوب ہوا۔

فرخ سیر کی گرفتاری کے بعد ہی حسین علی خاں نے نظام الملک کو قول و قرار سے مطمئن کر کے بجائے عظیم آباد کے مالوکی صوبے داری پر راضی کیا تھا اس لیے نظام الملک ادھر نہ آیا۔

(۷) عقیدت خان ۱۱۳۳ھ تا ۱۱۳۶ھ (۱۷۲۳-۲۶ء)

۱۱۳۲ھ میں محمد شاہ بادشاہ نے پانچ لاکھ روپے پیش کش لے کر عقیدت خان پسر امیر خان صوبے دار معزول ٹھٹھہ کو عظیم آباد کا صوبے دار مقرر کیا۔ اس صوبے دار کے متعلق اس صوبے کا کوئی قابل تذکرہ واقعہ معلوم نہیں ہوتا۔

(۸) نواب فخر الدولہ ۱۱۳۶ھ تا ۱۱۳۷ھ (۱۷۲۵-۲۶ء)

عقیدت خان کے بعد نواب فخر الدولہ برادر حقیقی نواب روشن الدولہ بنے۔

۱۷ منتخب الباب حصہ ۲ صفحہ ۸۱۷۔

۱۸ منتخب الباب حصہ ۲ صفحہ ۹۳۸۔

باب ہفتم

بہار کابنگالے میں شامل ہونا اور صوبے داروں
کی منصوبے بازی

(۱) شجاع الدولہ شجاع الدین محمد خان اسد جنگ

۱۱۴۳ھ تا ۱۱۵۲ھ (۱۷۳۹-۳۱ء)

شجاع الدولہ قوم افشار یعنی خراسانی ترکوں کی نسل سے تھا اور جعفر خان
ملقب بہ نواب مرشد قلی خان ناظم بنگالہ (۱۱۵۲ھ تا ۱۱۶۲ھ) کا داماد تھا۔ مرشد
قلی خان نے اپنی نظامت میں شجاع الدولہ کو اڑیسہ کی صوبے داری دلوائی تھی۔
۱۱۶۲ھ (۱۷۶۳ء) کے قریب جب مرشد قلی خان کی زندگی کے دن آخر ہوئے
کو آئے تو اس نے اپنے نواسے علاء الدولہ مسر فر از خان پسر شجاع الدولہ کو اپنا
قائم مقام کرنا چاہا لیکن شجاع الدولہ بیٹے سے پہلے خود ہی حاکم بنگالہ ہونا چاہتا
تھا۔ اس نے اپنے عزیز و رفیق محمد علی وردی خان اور اس کے بھائی حاجی احمد
کی صلاح سے خفیہ ہندو بست کر کے دہلی سے اپنے نام سندھ صوبے داری منگولی
اور ۱۱۶۳ھ (۱۷۶۴ء) میں مرشد قلی خان کے مرنے پر مرشد آباد آکر مندارت
پر جلوس کیا۔ مسر فر از خان خود کو مرشد قلی خان کا ولی عہد جانتا تھا لیکن اپنی ماں

بندۂ نواب فخر الدولہ ممدوح زمان آں کہ در نامش حسن را با علی باشد قرآن
 ساخت دار العدل جانیکو بنا بر حسب داد در ہزار و یک صد و چل دو شمتر تاریخ آن
 داؤد خاں قزیشی کے زمانے کے بعد یہ دوسرا دار العدل ہے جو عظیم آباد میں
 قائم ہوا۔ اس سے نواب فخر الدولہ کی عدالت آرائی کا ثبوت ملتا ہے۔

شہر میں فخر الدولہ کی مسجد مشہور ہے لیکن اس کو اس صوبے دار سے کوئی
 تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ مسجد ایک بیگم نے ۱۲۰۲ھ میں (فخر الدولہ کے ساتھ
 برس بعد) بنوائی۔ مرشد آباد کے نوابوں کے خاندان میں اس کی تولیت فقی
 شاید انھی میں کوئی فخر الدولہ ہوگا۔ گورنمنٹ گزیٹیر اور دوسری تحریروں میں
 جو اس مسجد کو صوبے دار فخر الدولہ کی بنوائی ہوئی لکھ دیا ہے۔ مسجد کے کتبے کی
 عبارت کے مقابلے میں صحیح نہیں۔ اس کی مفصل کیفیت کتاب کے دوسرے
 حصے میں لکھی ہے۔

بہر حال فخر الدولہ کو صوبہ بہار میں سلاطین مغلیہ کا آخری صوبے دار کہنا
 چاہیے کیوں کہ اس کے بعد صوبے داروں نے اپنی منصوبے بازی سے بہار
 و بنگالے کی حکومت کو ذاتی و موروثی بلکہ قرار دیا اور سلطنت مغلیہ میں بھی
 اتنا دم نہ تھا کہ ان کی روک تھام کرتی۔

(ص ۲۹۸ کا حاشیہ ۱۱۔)

۱۔ کتاب MARTINE EASTERN INDIA صفحہ ۲۲ میں صرف اس قدر لکھا ہے
 کہ ۱۲۰۲ھ میں جو دار العدل بنایا گیا تھا اس کی یادگار صرف ایک پتھر باقی ہے۔

۱۲۲ھ میں جب صوبہ بہار بھی بنگلے میں شامل کر دیا گیا تو شجاع الدین محمد خان نے دربارِ دہلی سے علی وردی خان کے لیے سند صوبہ داری بہار و عظیم آباد (مع اضافہ منصب و پنج ہزاری و خطاب ہبابت جنگ اور پالکی جہاں دار و علم و تقارہ) حاصل کر کے خان موصوف کو اپنی طرف سے فوج دے کر عظیم آباد روانہ کیا۔ ۹۰
ہبابت جنگ نے عظیم آباد اگر درجہ جنگ کے پٹھانوں کو اپنی ملازمت میں رکھ لیا اور تھوڑی ہی مدت میں بتیا بھوج پور اور ٹکھاری کے راجاؤں اور زمینداروں کو مطیع کر کے اپنی ہبابت کی دھاک بٹھادی۔ عبدالکریم خاں روہیلہ پٹھان کو جو ڈیرہ ہزار پٹھانوں کا افسر اور خود بھی نہایت جری تھا اپنے گھر میں گھیر کر قتل کیا، اور بعض سرکشوں کو تہہ بیروں سے آپس میں لڑا کر کم زور کر دیا۔ شجاع الدین کو بھی اطاعت سے راضی رکھا۔

(۳) ہبابت جنگ کی فوج کشی اور سرفراز خان کا قتل

۱۲۳ھ مطابق ۱۲۴۰ء

۱۲۳ھ میں شجاع الدولہ ناظم بنگالہ نے انتقال کیا اور اس کا فرزند کاغذ الدولہ سرفراز خان مندرجین ہوا۔ اس وقت ہبابت جنگ نے اس کے باپ کے احسانات کو فراموش کر کے بنگلے کی حکومت کا حوصلہ پیدا کیا۔ ہبابت جنگ کا بھائی حاجی احمد سرفراز خاں کے معتمدوں میں تھا اس نے خفیہ کارروائیوں سے سرفراز خاں کے خلاف لوگوں کو ابھارنا شروع کیا اور دونوں بھائیوں نے مل کر سرفراز خاں کی مخالفت کے لیے بہت سے حیلے اور اسباب ظاہری پیدا کر لیے۔ اس کے

زینت النساء بیگم کی نہایت سے باپ کی اطاعت پر طوعاً یا کرہاً راضی ہو گیا۔
 جب فخر الدولہ محضول ہوا اور صوبہ بہار کی سندوبے داری بھی شجاع الدولہ
 کو مل گئی تو اس نے اپنے لڑکوں میں سے (یعنی محمد تقی خاں جو کسی غیر معروف
 عورت کے بطن سے تھا اور مسرور از خان جو زینت النساء بنت مرشد قلی خاں
 کے بطن سے تھا) ایک کو نائب مقرر کر کے عظیم آباد بھیجنا چاہا لیکن ان کی مادر
 نے ان کا جدا ہونا گوارا نہ کیا۔ شجاع الدولہ نے محمد علی وردی خاں کو لائق سمجھ کر
 بہار کی صوبے داری کے لیے منتخب کیا اور دربار دہلی سے اس کے لیے سندو
 خطاب کی استدعا کی۔

۱۳) نواب محمد علی وردی خاں مہابت جنگ ۱۱۳۳ھ تا ۱۱۵۳ھ (۱۷۴۰-۱۷۶۰ء)

محمد علی وردی خاں کے خاندان کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے
 کہ اس کا باپ میرزا محمد شہزادہ محمد اعظم پسر اورنگ زیب کا بکا دل تھا۔ میرزا احمد
 کے مرتے پر اس کے بڑے بیٹے حاجی احمد نے شہزادے کی بکا دلی اور جواہر خانے
 کی داد و غلے کا منصب پایا۔ لیکن شہزادے کے مارے جانے پر حاجی احمد اور
 علی وردی خاں نے اڑیسہ آکر شجاع الدین محمد خان نائب ناظم اڑیسہ کی رفاقت
 اختیار کی چونکہ ان کی ماں بھی قوم افشار سے تھی اور شجاع الدین محمد خان کی
 قربت مند تھی۔ اس لیے شجاع الدین محمد خان نے ان کو اپنا شیر خاص بنایا۔

۱۔ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۹۵۳ تا ۹۵۴ ریاض السلاطین صفحہ ۲۹۲۔

۲۔ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۹۲۔

اشیاء از قلم جواہرات وفیل واسپ وظروف طلائی ونقری دربار دہلی کو ارسال
کیں۔ اس کے بعد علی وردی خاں نے صوبہ بہار میں مستقل نائب مقرر کر کے
خود جنگالے میں قیام کیا۔

(۴) نواب زین الدین احمد خان ہیبت جنگ ۱۱۵۳ھ

۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸-۴۹ء)

مہابت جنگ نے دربار دہلی کو نقد و جنس بھیج کر اپنے اعزاز میں بھی اضافہ
کرایا اور اپنے بھتیجے اور داماد زین الدین احمد خاں کے لیے سند صوبے داری
عظیم آباد (مع منصب ہفت ہزاری و خطاب احترام الدولہ ہیبت جنگ)
حاصل کی۔ ہیبت جنگ نے رائے پنتامن داس کو جو مہابت جنگ کا قدیم
وفادار دیوان تھا اپنی سرکار میں لے لیا۔ اور نواب ہدایت علی خاں کو مہابت
جنگ نے جنگالے جلاتے وقت سرس کنٹھ کا فوج دار مقرر کیا تھا اسے پاس
بلوا کر فوج کا بخشی مقرر کیا۔ ہدایت علی خاں نے اپنے قرابت مند عبد العلی
خان کو سپہ سالاری دلوادی اور اپنے چھوٹے بھائی شہار مہدی خاں کو بھی
معزز عہدے پر بحال کیا۔

(۵) بھوج پور کی بدامنی اور ہیبت جنگ کی فوج کشی

انہی دنوں میں بھوج پور کے زمیندار ہورل سنگھ اور ادونت سنگھ

بعد مہابت جنگ نے بھوج پور کے سرکشوں کی تنبیہ کے بہانے سے عظیم آباد میں فوج جمع کرنی شروع کی اور دہلی میں اپنے قدیم آشنا موتمن الدولہ اسحاق خان (جو محمد شاہ بادشاہ کے مقرّبوں میں تھا) کی سازش سے نظامت بنگالہ (مع بہار و اڑیسہ) کی ایک سند اپنے نام اس شرط کے ساتھ منگوائی کہ بعد دخل یابی ایک کروڑ نقد اور تمام مال سرفراز خان کا جو ضبطی آئے گا شاہی دربار کو بھیجا جائے گا۔ اس بند و بست کے بعد مہابت جنگ نے آخر ذیقعد ۱۱۵۲ھ میں اپنے بھتیجے اور داماد زین الدین احمد خان پسر حاجی احمد کو عظیم آباد میں اپنا قائم مقام اور نائب مقرر کیا اور خود شہر سے باہر وارث خاں کے تالاب کے پاس قیام کر کے مصطفیٰ خان و شمشیر خان و سردار خاں و عمر خاں و رحیم خاں و کرم خاں و سراندان خاں و شیخ معصوم و شیخ جہاں یار و محمد ذوالفقار خاں و چھیدنا ہزاری و بخشی پہلو و مختار و سنگھ وغیرہ سرداروں سے وفاداری کا عہد و پیمان لے کر مرشد آباد کی طرف کوچ کیا۔ بعد کے واقعات کو بنگالے کی تاریخ سے تعلق ہے۔ صرف اس قدر بیان کر دینا ضروری ہے کہ سرفراز خاں نے ہر چند صلح کی کوشش کی لیکن مہابت جنگ نے ایسی شرطیں لکائیں کہ صلح ناممکن تھی۔ پھر مہابت جنگ نے بجائے قرآن کے اینٹ کو غلاف میں رکھ کر قول و قسم سے سرفراز کے ایلچی کو یقین دلایا کہ سوائے صلح کے کوئی دوسرا نشانہیں سرفراز خاں نے سادہ لوحی سے اس کا یقین کیا لیکن دوسرے ہی دن جنگ کی نوبت آئی اور سرفراز خاں مارا گیا۔ مہابت جنگ نے اس فتح کے بعد کروڑ پر نقد اور اس کے علاوہ سرفراز کے ضبط شدہ مال سے ساٹھ ستر لاکھ کی

۱۔ سیرالکھن جلد ۲ صفحہ ۱۱۵۔ ۲۔ میرالکھن جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ اور ریاض السلاطین

اس کو قتل کر ڈالا۔ روشن خان اس قدر فریبہ اور لجم تھا کہ قتل ہونے پر بھی سنگ
فرش کی طرح بیٹھا کا بیٹھا رہ گیا۔

(۷۱) مرہٹوں کا نرغہ اور ہیبت جنگ کا بنگالے جانا

۵۵-۵۴ھ (۱۸۳۱-۱۸۳۲ء)

ابھی ہیبت جنگ بھوج پور سے تاوان جنگ پورا کرنے کی فکر میں تھا کہ
ہدایت علی خان نے رام گڑھ سے اطلاع دی کہ بھاسکر پنڈت سپہ سالار رگھو جی
بھونسلہ (مرہٹہ) چالیس ہزار سواروں کے ساتھ چھوٹا ناگ پور کی راہ سے آتا ہے۔
ہیبت جنگ نے وہ خط بجنہ مہابت جنگ کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد ہی
یہ مرہٹے بھی بنگالے کی طرف پہنچ گئے۔ مہابت جنگ نے ہیبت جنگ کو عظیم آباد
کی فوج لے کر ملک میں مرشد آباد بلا دیا۔ ہیبت جنگ کو بھوج پور کی مہم کے بعد
سپاہ کی تنخواہ ادا کرنی اور صوبے کا انتظام نہایت ضروری تھا۔ نواب ہدایت علی خان
نے یہ کام اپنے ذمے لیا اور ہیبت جنگ صوبے کا انتظام خان مذکور کے سپرد
کر کے خود چھو سات ہزار سپاہ کے ساتھ مرشد آباد چلا گیا۔ اور اس کے بعد ہی بعد علی
خان بھی حتی المقدور سپاہ فراہم کر کے مہابت جنگ سے جاملایا۔

(۸۱) محمد شاہ بادشاہ سے ملک کی درخواست

اسی زمانے میں مرید خان بہادر بنگالے کا خراج لینے دہلی آیا تھا۔ مہابت
جنگ

کے ملاقوں میں ظلم و تعدی کے سبب مسافروں کا گزرنا دشوار ہو گیا تھا۔
 ہیبت جنگ نے ان مفیدوں کو زیر کرنے کے لیے عظیم آباد میں فوج جمع
 کرنی شروع کی۔ اس وقت بعض خیراندیشوں نے سمجھایا کہ جب ان زمینداروں
 کو شکست ہوگی وہ عفو تقصیر کے لیے ہدایت علی خان کو اپنا شفیع بنائیں گے
 اور مراسم سابقہ کے لحاظ سے ہدایت علی خان ان کی سفارش بھی ضرور کریں گے
 اس وقت رعایت و مروت میں تاوان جنگ وصول نہ ہو سکے گا ہیبت جنگ
 نے اس صلاح کے مطابق ہدایت علی خان کو لطایف الحمیل سے پرگنہ
 سنوت اور رام گڑھ کے انتظام کے لیے روانہ کیا اور شاہ جہدی کو اس کی جگہ
 پر فوج کا بخشی مقرر کر کے بھوج پور پر چڑھائی کی۔ خفیف سی لڑائی کے بعد
 بھوج پوریوں نے شکست کھائی۔

۱۶) روشن خان تراہی کا قتل

بھوج پور کی مہم حسب خواہ سر ہونے پر ضلع شاہ آباد (آرہ) کے نامی
 پٹھان سردار روشن خان تراہی نے ہیبت جنگ کو ان زمینداروں کے ساتھ
 بعض رعایات ملحوظ رکھنے کی صلاح دی اور یہ بھی کہا کہ آپ ابھی کم سن اور
 ناتجربے کار ہیں۔ اگر میری بات نہ مانیں گے تو خمیازہ اٹھائیں گے ہیبت جنگ
 کو یہ بات بہت بُری لگی خفیفہ اپنے جماعہ دار میر قدرت اللہ اور حسن بیگ
 خان قلعہ دار مونگیر کو حکم دیا کہ دوسرے دن روشن خان آئے تو اس کا کام
 تمام کر دینا۔ دوسرے دن عصر کے وقت روشن خان آیا تو ان دونوں نے

کا استقبال کرنا۔ ہدایت علی خان نے اپنے ساز و سامان کو صفدر جنگ کی آن بان کے مقابلے میں بے حقیقت تصویر کر کے مرید خان بہادر کا وسیلہ ڈھونڈا۔ مرید خان پہلے سے صفدر جنگ سے ملاقات رکھتا تھا۔ اس نے صفدر جنگ سے ہدایت علی خان کے نام طمانیت کا خط لکھوایا۔ اس کے بعد ہدایت علی خان منیر سے استقبال کر کے صفدر جنگ کو عظیم آباد لے آیا۔ قلعے میں اترتے ہی صفدر جنگ نے حکم دیا کہ ہیبت جنگ کا سامان ہٹا دیا جائے۔ ہدایت علی خان نے تمام اثاثہ اٹھوا کر اپنے مکان کے قریب کسی جگہ رکھوایا۔ چند دنوں کے بعد صفدر جنگ بڑی شان و شوکت کے ساتھ قلعے سے برآمد ہو کر اپنے جد بزرگوار سعادت خان کے مقبرے پر فاتحہ کو آیا۔

عظیم آباد میں صفدر جنگ نے ہیبت جنگ کے بعض منتخب ہاتھی اور چند ضرب بیش قیمت توپیں لے لیں اور ہدایت علی خان نے کچھ روک ٹوک نہ کی۔ ان حرکات کے سبب اور نیز اس سبب سے کہ صفدر جنگ کے آنے تک مہابت جنگ نے مرہٹوں کو پس پا کر دیا تھا۔ مہابت جنگ نے بادشاہ سے اتنا عاکی کہ صفدر جنگ کو واپس بلوایا جائے ورنہ اس سے بے لطفی کا اندیشہ ہے۔ محمد شاہ نے صفدر جنگ کی واپسی کا حکم صادر کیا لیکن اس کے قبل ہی صفدر جنگ کو خبر ہو گئی تھی اس لیے منیر کے قریب کشتیوں کا پل باندھ کر مع فوج ندی کے پار اتر گیا۔

۱۔ سعادت خان کا مقبرہ محلہ دھول پور سے کوئی سو قدم دھن ہے۔ یہ جگہ کئی بار کہا جاتی ہے۔ یہ سعادت خان برہان الملک سعادت خان بانی شہر فیض آباد کے پدر تھے۔ صفدر جنگ کا یہاں آناسیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ میں بھی مذکور ہے۔

۲۔ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۵۱۔

۲ اس کو عظیم آباد میں ٹھیرایا اور بادشاہ سے تانا انفصال جنگ مرہٹہ خراج روانہ کر کے مہلت اور اس کے ساتھ شاہی ملک کی درخواست کی۔ بادشاہ نے عہدہ الملک صوبے دار الہ آباد سے واقعے کی تصدیق چاہی۔ اس کے بعد ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ صوبے دار اودھ کو ملک کے لیے تاکید کی اور بالاجی راؤ سپہ سالار پیشوا کو لکھا کہ تم خود چوتھ بیٹے ہو پھر گھوجی بھونسلہ کون ہوتا ہو اور کیوں برسرِ فساد ہو۔

(۹) عظیم آباد میں صفدر جنگ کی آمد ۱۷۵۵ء (۱۷۴۲ء)

حکم شاہی کے مطابق صفدر جنگ سولہ سترہ ہزار فوج لے کر جس میں اکثر نادر شاہ کی باقی ماندہ فوج کے مغل تھے عظیم آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ہیبت جنگ نے اپنے نائب صوبے دار نواب ہدایت علی خان کو لکھا کہ مناسب طور پر صفدر جنگ سے سیر المتاخرین جلد ۴ صفحہ ۴۴۔ ۱۷۵۵ اورنگ زیب کے بعد مرہٹوں نے زور کر دیا تو اکثر علاقوں سے شاہی خراج کا چوتھا حصہ وصول کرنے لگے۔ جہاں یہ رقم نہ لی لوٹ اور غارتگری شروع کر دی۔ ۱۷۵۵ ابوالمنصور صفدر جنگ سعادت علی خان صوبے دار اودھ کا برادر زادہ اور اس کا قائم مقام تھا اور چچاہی کی لڑکی سے اس کی شادی بھی ہو چکی تھی۔ نادر شاہ کی غارتگری کے بعد جب پھر امن ہوا تو دربار دہلی میں صفدر جنگ کا طوطی بولنے لگا۔ نظام الملک نے جب احمد شاہ کی وزارت سے معافی چاہی تو منصور خاں کو قلم دان وزارت اور خطاب صفدر جنگ عطا ہوا اصل نام مرزا مقیم تھا اور حالات مائت الامرا اور تاریخ اودھ میں دیکھنا چاہیے۔ ۱۷ صوبہ بہار آئے پر صفدر جنگ کو قلعہ رہتاس و چنار گڑھ کی حراست بھی بطور انعام مرحمت ہوئی تھی۔ بہرام میں اس کی بنوائی ہوئی عمارتیں اب تک موجود ہیں۔

کی طرف رجوع کی۔ اکثر لوگ اپنے اہل و عیال کو لنگا پار بھیجنے کا ہتھیہ کر رہے تھے۔ لیکن شاہ علیہم اللہ نے جو اہل معرفت سے تھے لوگوں کو طینان دلایا کہ کوئی آفت اس شہر تک نہ آئے گی۔ اتفاقاً گوبند جی نامی بنارس میں ایک مہاجن تھا جو بالاجی کے قرابت مندوں میں تھا اور نواب ہدایت علی خاں کا ممنون احسان تھا۔ اس نے خان موصوف کی استدعا پر بالاجی کو عظیم آباد کا رخ کرنے سے باز رکھا۔ گوبند جی کے کہنے سے بالاجی نے ہدایت علی خاں کے پاس اپنی تحریر اور کچھ تحائف بھیج کر طینان دلایا اور خود بالا بالا عظیم آباد کی راہ کتراتا ہوا مونگیر و بھاگل پور ہو کر بنگالے چلا گیا۔

(۱۱) ہیبت جنگ کی واپسی اور نواب ہدایت علی خاں

کا بر طرف ہونا ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۲ء)

بنگلے سے مرہٹوں کے فرار کرنے کے بعد ہیبت جنگ بھی عظیم آباد

۱۱۵۶ھ شاہ علیہم اللہ کا وطن دہلی تھا۔ ترک علاقہ کر کے فقیری اختیار کی اور بیس برس مفقود الخیر رہنے کے بعد اپنے بیٹے نواب ہدایت علی خاں سے ملنے کو عظیم آباد آئے۔ اور ۱۱۵۵ھ میں اتفاقاً کیا۔ قبر محلہ نونگولہ سے متصل پورب جانب ہے۔ لوح مزار پر "مرقد اطہر سیر شاہ علیہم اللہ" اور سال تاریخ وفات "محذات" کندہ ہے۔ مفصل کیفیت کتاب کے دوسرے حصے میں درج کی گئی ہے ۱۱۵۵ھ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۵۲۔

۱۱۵۵ھ واضح ہو کہ رگھو جی بھوسلہ کی فوج ناگ پور سے اڑیسہ چھوٹا ناگ پور اور بنگالے کی طرف اچانک حملہ آور ہوئی تھی اور پشوا مرہٹہ کی فوج بادشاہی حکم سے رگھو جی کی فوج کی مدافعت کو آتی تھی۔

(۱۰) بالاجی راؤ مرہٹہ کی آمد اور اہل شہر کا ہراس

ابھی صفدر جنگ کا ہنگامہ کم ہوا تھا کہ یکایک بالاجی راؤ بادشاہ کے حکم کے مطابق ہایت جنگ کی ملک کے سلسلے میں حدود بہار تک آپہنچا۔ عظیم آباد میں صفدر جنگ کو بعض ہاتھی اور توپ دے دیئے گئے سبب اور شاید اس سبب سے کہ ہایت جنگ نے خود سرفراز خان کے ساتھ جو کچھ کیا تھا دوسروں سے بھی اپنے حق میں ایسی ہی توقع رکھتا ہو گا۔ ہایت جنگ اور ہیبت جنگ دونوں ہدایت علی خاں سے شکوک ہو گئے اور اس کو معزول کرنے کے قصد سے رائے چنتاسن داس کو اپنا نائب مقرر کر کے عظیم آباد بھیجا لیکن رائے مذکور یہاں آکر چند ہی دنوں میں مرگ مفاعبات سے مر گیا اس وقت عظیم آباد میں کوئی حاکم موجود نہ تھا۔ مرہٹوں کی آمد سے لوگ بہت متفکر ہوئے کیوں کہ ان مرہٹوں کا قاعدہ تھا کہ جدھر پہنچے پہلے زر و مال کا مطالبہ کیا اگر مل گیا خیریت رہی ورنہ لوٹ کر ملک تباہ کر دیا۔ زیادہ تر ہراس کا سبب یہ تھا کہ داؤد نگر (ضلع گیا) میں داؤد خان قریبی کا پوتا احمد خان بالاجی کے پاس حاضر ہوئے کے جرم میں تباہ کر دیا گیا تھا اور اس کا قلمہ جلا کر خاک کر دیا گیا تھا اور بالآخر پچاس ہزار روپے پیش کش دے کر اس نے جان چھڑائی تھی۔ ایسی حالت میں لوگوں نے ہدایت علی خان کی

۱۵۱ انگریز مورخوں کا بیشتر یہی خیال ہو دکھتے ہیں۔ HISTORY OF BENGAL

BIHAR ORISSA UNDER BRITISH RULE غلام حسین خان نے

اپنے والد ہدایت علی کی برات اور ہایت جنگ و ہیبت جنگ کے بے جا شکوک و شبہات

کا حال صفحہ ۱۵۲ سیر المتاخرین میں لکھا ہے ۱۲

(۱۳) مصطفیٰ خان سبر جنگ کی بغاوت ۱۱۵۵ھ (۱۷۴۲ء)

مصطفیٰ خان، مہابت جنگ کے فوجی افسروں میں سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ مہابت جنگ کے جنگل پر قبضہ کرنے کے زمانے سے مرہٹوں کی یورش کے وقت تک اس نے بہت سے کار نمایاں کیے تھے لیکن آخر زمانے میں اس سے مہابت جنگ سے ناچاقی ہو گئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ مرہٹوں کے مقابلے کے وقت مہابت جنگ نے ہم کے حسب خواہ سر ہونے پر مصطفیٰ خان کو بہادر کی صوبے داری دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم کے سر ہونے پر مصطفیٰ خان نے ایفائے وعدے پر اصرار کیا تو مہابت جنگ لیت و لعل کرنے لگا۔ کیوں کہ ہیبت جنگ سے چھین کر مصطفیٰ خان کو صوبے داری دینا اس کو شاق تھا علاوہ اس کے چند بار یہ بھی ہوا کہ مہابت نے مصطفیٰ خان کے ذریعے سے زاید سپاہ بھرتی کرائی لیکن کام نکل جانے پر خلاف وعدہ اس کو برطرف کر دیا جس سے پٹھانوں میں بددلی پیدا ہو گئی۔ اسی کے ساتھ ہیبت جنگ کا روشن خاں تڑپا کی کوڑا سی بات پر قتل کرانا اور ایک روز مہابت جنگ کے دربار میں مصطفیٰ خان کی حاضری کے قبل کچھ غیر معمولی طور پر مشتبہ بندوبست وقوع میں آنا بھی مزید کدورت کا باعث ہوا اور مصطفیٰ خان کو گمان ہوا کہ مہابت جنگ اس کو قتل کرانے کی فکر میں ہے۔

بہر کیف مصطفیٰ خان نے دہلی جانے کا بہانہ کر کے اپنی اور سپاہ کی تنخواہ کے سترہ لاکھ روپے وصول کیے اور مرشد آباد سے روانہ ہوا۔ مہابت جنگ نے ہیبت جنگ کو لکھ بھیجا کہ مصطفیٰ خان سپاہ کثیر کے ساتھ اوھر جا رہا ہے تم اس سے مقابلے کی

واپس آیا۔ اور چند دنوں کے بعد ہدایت علی خان سے کہا کہ ہابیت جنگ کو تمہاری جانب سے سو رطلن ہو اور مجھ کو ان کی استرضاء لازم ہو اس لیے کچھ دنوں کے لیے تم علیحدہ ہو جاؤ۔ جب ان کا منقذہ دور ہو گا پھر بدستور کام کرنا۔ ہدایت علی خان نے طور بے طور دیکھ کر سفر کا تہیہ کیا اور بارغ رائے بال کشن وکیل ناظم میں نقارہ کوچ بجا کر اودھ کی راہ لی اور صفدر جنگ کی رفاقت اختیار کی۔ اس کے بعد ہی شہر مہدی خان نے بھی آزرہ ہو کر ملازمت ترک کر دی۔

(۱۲) عظیم آباد کے حصار گلی کی مرمت ۵۶-۱۱۵۶ھ ۲۳-۲۴-۱۱۵۶ھ

مرہٹوں کے اچانک حملہ آور ہونے کا حال معلوم تھا، اس لیے ہدایت جنگ نے شہر کی پُرانی فصیل کو از سر نو مرمت کرنے اور اس کے گرد خندق کھود کر مٹی سے دیوار اور پشتہ بنانے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے حصار پر اور اس کے آس پاس مکان بنالیے تھے۔ انھوں نے سخت داویلا شروع کی مگر ہدایت جنگ نے ایک نہ سنی اور مکانوں کو منہدم کر کے حصار اور خندق کو درست کرالیا۔ بعد میں جب مرہٹوں کا زعمہ ہوا تو وہ لوگ بھی جن کے گھر منہدم ہوئے تھے اسی حصار کے اندر پناہ گزین ہو کر ہدایت جنگ کے مشکور ہوئے۔

۱۵ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۵۶

۱۵۶-۱۱۵۶ھ مطبوعہ ۱۹۲۳ء GOVERNMENT GAYETTER PATNA ۵۷

صفحہ ۲۶ میں مرمت کا زمانہ ۱۱۵۶ھ لکھا ہے لیکن سیر التاخرین کی رو سے ۱۱۵۶-۵۷ھ ہوتا ہے

جو راقم کے خیال میں صحیح ہے۔ اس کے مطابق ۱۱۵۶ھ ہونا چاہیے۔ ۱۲

میں مہینا کروں گا، اور اگر مہابت جنگ سے رفع ملال چاہو تو میں بہ ذات خود اس میں کوشاں ہوں گا۔ اور اگر مہاں کی صوبے داری کے لیے کوئی سند حاصل ہوئی ہو تو دکھاؤ کہ میں خود اپنی راہ لوں۔

مصطفیٰ خان نے جواب دیا کہ نہ مجھے مہمان رہنا ہوا اور نہ مہابت جنگ سے صفائی قلب کی حاجت ہو۔ عظیم آباد پر دخل کر لینا البتہ ضروری ہو۔ اور سند کے لیے جو پوچھتے ہو میرے پاس بھی ویسی ہی سند سمجھ لو جو سرفراز خان کے مقابلے کے وقت مہابت جنگ کے پاس تھی۔

اس جواب کے بعد ہیبت جنگ آمادہ جنگ ہو کر بیٹھا تھا کہ، "اصغر شاہ" کو مصطفیٰ خان فوج لے کر عظیم آباد میں دمدے کے پاس نمودار ہوا اور فوج کے ایک دستے کو بلند خان روہیلہ کی سرداری میں چھوڑ کر باقی فوج سے ہیبت جنگ کے لشکر پر حملہ آور ہوا اور کئی آدمیوں کو مقتول و مجروح کیا۔ راجا سند سنگھ کا داماد بھی مارا گیا اور راجا کیرت سنگھ خود زخمی ہوا۔ ہیبت جنگ کے پاس میدان خالی دیکھ کر مصطفیٰ خان نے اپنے آدمیوں کو لٹکارا کہ ہیبت جنگ کو زندہ گرفتار کر لو۔ ہیبت جنگ ستواتر عبدالمعلیٰ خان کو دمدہ چھوڑ کر اپنی طرف ہلاتا رہا لیکن وہ نہ آیا۔ اتفاق سے اسی ہنگامے میں مصطفیٰ خان کے فیل بان کو گولی لگی اور مصطفیٰ خان ہاتھی کے گریز کرنے کا اندیشہ کر کے اتر پڑا لیکن پٹھانوں نے اس کے زخمی ہونے کا گمان کیا اور میدان سے بھاگنے لگے۔ اسی طرح ہیبت جنگ کی فوج میں راجا سند سنگھ دگیرت سنگھ وغیرہم نے ہیبت جنگ کی طرف نرسہ دیکھ کر اس کے مقتول ہونے کا گمان کر کے اپنی اپنی راہ لی اور جو بھاگ نہ سکے ادھر ادھر جا چھے۔ اس دن اسی قدر جنگ ہو کر رہ گئی اور طرفین سے بہت آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔

لے اس جنگ میں غلام حسین خاں مولف میرالتاخرین خود بھی موجود تھے اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی۔

تاب نہ لاسکو گے۔ لہذا گنگا پار ہو کر مرشد آباد چلے آؤ۔ پھر ہم تم مل کر مدافعت کی تدبیر کریں گے۔ ہیبت جنگ اس وقت تربیت کی طرف تھا۔ اس نے عظیم آباد آکر بارغ جعفر خان میں مجلس مشورت منعقد کی اور خود اس کی اوزنثار مہدی خان کی صلاح سے یہ رے قرار پائی کہ ملک کو چھوڑ کر بھاگ جانا سخت نامردی ہے۔ اس لیے مقابلے کو تیار رہنا چاہیے۔ ہیبت جنگ نے بارغ جعفر خان سے شہر تک تمام دمدے پر توپیں چڑھوا دیں اور اپنے فوجی افسروں اور تمام علمائے کے زمینداروں اور سرداروں کو جن میں عبدالعلی خان بہادر، نثار مہدی خان، احمد خان قریشی، شیخ جہاں یار، شیخ حمید الدین، شیخ امیر اللہ، کرم خان، غلام علی جیلانی، خادم حسین خان، راجا گیرٹ سنگھ (راجا) رام نرائن لال، راجا سندرن سنگھ (لکاری) نام دار خان مع برادران سردار خان و کام گار خان و دن شاں و بشن سنگھ (زمیندار مسر سنگھ) و توبہ سنگھ (نہت) و ہرب سنگھ (ارول) وغیرہ شامل تھے جمع کر کے چودہ پندرہ ہزار سپاہ سے مقابلے کا بندوبست کیا۔ اس اثنا میں مصطفیٰ خان نے مونگیر پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کیا جن بیگ خان قلعے دار نے حتی المقدور مدافعت کی اور عبدالرسول خان (برادر مصطفیٰ خان) کے سر پر قلعے کی دیوار بے ایک پتھر گرا یا جس سے اس کا سر پھٹ کر مغز نکل پڑا۔ مصطفیٰ خان نے اس قلعے کا محاصرہ فضول سمجھ کر عظیم آباد کا عزم کیا۔ ادھر ہیبت جنگ نے اس کا مافی الضمیر دریافت کرنے کی غرض سے حاجی عالم کشمیری (المعروف بہ حاجی محمد خان) اور مولوی تاج الدین مدرس مدرسہ سیف خان وغیرہ کو مونگیر روانہ کیا اور مصطفیٰ خان کو یہ پیام دیا کہ تم نے ہبابت جنگ سے ترک رفاقت کی ہے ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں بطور مہمان خانہ افروز ہو اور بار برداری کے لیے جو انتظام ضروری ہوگا

۱۲۱ گڑھنی ر ضلع آ رہ میں دوسری جنگ اور مصطفیٰ خان کا مارا جانا ۱۱۵۸ھ

چند ہی ہینوں کے بعد برسات ختم ہونے پر مصطفیٰ خان نے دوبارہ چنار گڑھ میں فوج آراستہ کی۔ اور باباودونت سنگھ زمیندار جگدیش پور کے علاقے میں پہنچ کر پھر جنگ کا عزم کیا۔ اس کی خبر پا کر ہیبت جنگ بھی عظیم آباد سے مستعد ہو کر مقلبلے کو روانہ ہوا۔ گڑھنی کے میدان میں دونوں فوجیں مقابل ہو گئیں۔ عین یورش میں کسی طرف سے ایک گولی آ کر مصطفیٰ خان کے قلب کے پاس لگی اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ پٹھانوں نے مضطرب ہو کر فرار اختیار کیا۔ ہیبت جنگ نے ہاشم قلی خاں داروغہ دیوان خانہ کو حکم دیا کہ مصطفیٰ خان کا سر کاٹ کر نیزے پر پھراؤ اس کے بعد اس کی لاش کو عظیم آباد بھجوا دیا۔ اور ہاتھی کے پاتوں میں باندھ کر گھسیٹوایا پھر کمرے اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک حصہ پیچھم دروازے پر اور دوسرا پورب دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد جب دونوں حصے بوسیدہ ہو گئے تو اٹھوا کر دفن کیے گئے یہ افسوس ہو کہ چند سال کے اندر ہی خود ہیبت جنگ کی لاش کا بھی بجز یہی حال ہوا۔ مراد مرگ عدو جائے شادمانی نیست کہ زندگانی مانیز جاودانی نیست

اس کے بعد پانچ دن تک مصطفیٰ خان نے توہیں چلا کر یوں ہی سیچھڑ چھاڑ جاری رکھی لیکن چھٹے دن پھر آرموں کے بارغ سے برآمد ہو کر دمے کے قریب ہیبت جنگ سے ایک تیر کے فاصلے پر چلا آیا۔ اور دوسری طرف اس کا بیٹا ترضیٰ خان بھی آمادہ پیکار ہوا۔ اس یورش میں ہیبت جنگ کے اکثر آدمی مجروح ہوئے لیکن اتفاق سے ہیبت جنگ کی طرف فتح اللہ نامی ایک شخص ایسا مستقل مزاج اور بہادر نکلا کہ باوجود خود زخمی ہونے کے تفتنگیوں کی بندوبستیں بھر بھر کر ان سے چلوائیں اور مصطفیٰ خان کے نشان بردار کو بے نشان کر دیا اس وقت طرفین سے میدان کا رزار گرم تھا۔ عین ہنگامے میں مصطفیٰ خان کے داہنی آنکھ میں ایک گولی لگ کر بن گوش سے نکل گئی۔ پٹھانوں نے اس کو قریب الموت یا مردہ سمجھ کر لاش کو اٹھالیا اور اپنا تمام سامان اور عورتوں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے اور بیٹھے پور کے تالاب کے پاس خیمہ زن ہوئے۔ یہاں مصطفیٰ خان کو ہوش آیا تو ساری سرگزشت معلوم ہوئی۔ ہیبت جنگ نے پٹھانوں کا تعاقب ضروری نہ سمجھا لیکن دوردور سے اپنی فوج کی بھلک دکھاتا رہا۔ مصطفیٰ خان نقارہ کو بجھا کر نوبت پور چلا گیا اور وہاں سے محب علی پور ہوتا ہوا حدود ضلع عظیم آباد سے نکل گیا۔

ہیبت جنگ بھی پیچھے پیچھے محب علی پور تک گیا تھا کہ ادھر مہابت جنگ اس کی کمک کو بنگالے سے عظیم آباد پہنچا۔ ہیبت جنگ فوج کی نگرانی عبدالعلی خان کے سپرد کر کے خود مہابت جنگ کی ملاقات کو عظیم آباد چلا آیا۔ جنگ کا اختتام حرب خواہ ہو چکا تھا۔ اس لیے مہابت جنگ چند دنوں کے بعد بنگالے واپس گیا۔

(۱۶) پٹھانوں کی شورش اور ہیبت جنگ کا قتل

۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ء)

محب علی پور کی جنگ کے بعد بعض واقعات مرشد آباد اور بھگوان گولے میں ایسے ہوئے جن سے شمشیر خاں و سردار خاں و مراد شیر خاں وغیرہ پٹھانوں سے بواب تک مہابت جنگ کی ملازمت میں تھے نفاق کے آثار ظاہر ہوئے۔ ۱۱۵۹ھ میں سرراج الدولہ کی شادی محمد ایرج خاں کی لڑکی سے ہوئی۔ اس وقت ان پٹھانوں سے ایسی ناچاقی ہو گئی تھی کہ مہابت جنگ نے اس تقریب کے زمانے میں فوج کو ہر وقت مسلح رہنے کا حکم دیا تھا۔ اس شادی کے بعد ہی شمشیر خاں اپنی اور سپاہ کی تنخواہ کے ساتھ لاکھ روپے وصول کر کے اپنی جاگیر ضلع در بھنگہ میں چلا آیا۔ ہیبت جنگ نے اس کو نامی سردار جان کر یا کسی اور نیت سے مہابت جنگ کی صلاح سے لوکری کا پیام دیا۔ مگر شمشیر خاں ہیبت جنگ سے مطمئن نہ تھا۔ عبدالکریم خان اور روشن خاں تراہی کا ماراجا نامعلوم تھا۔ اس لیے پہلے ملازمت پر رضامند نہ ہوا۔ تب ہیبت جنگ نے آقا عظیم اور محمد عسکر خاں وغیرہ خاص مصاحبوں کو بھیج کر عمدہ پیمانے سے اس کو اطمینان دلایا۔ آخر ذی الحجہ ۱۱۶۱ھ میں شمشیر خاں اور اس کا بھانجہ مراد شیر خاں اور عبدالرشید خاں اور بخشی بہیلیہ وغیرہ پٹھان سپاہیوں کو لے کر عظیم آباد کے سامنے گنگا کے اس پار خیبر زن ہوئے۔ ان کو مزید اطمینان دلانے کی غرض سے ایک روز ہیبت جنگ ۱۱۶۱ھ تاریخ جدید صوبہ بہار و اڑیسہ صفحہ ۲۷۰ میں لکھا ہو کہ سرراج الدولہ کی شادی ہیبت جنگ کی لڑکی سے ہوئی۔ یہ قبیح غلطی ہو کیوں کہ ہیبت جنگ سرراج الدولہ کا باپ تھا۔ اسی طرح صفحہ ۲۸۶ میں ہیبت جنگ کو سرراج الدولہ کا چچا لکھ دیا ہے ۱۲

(۱۵) جنگ محب علی پور (ضلع عظیم آباد پٹنہ) ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۵ء)

محافظ خاں کے مارے جانے پر اس کا بیٹا مرقی خاں اور باقی ماندہ پٹھان سپہ سالار کی طرف بھاگ کر چلے گئے تھے۔ انھوں نے رگھوجی بھوسلہ سے استعانت چاہی۔ رگھوجی تو ایسے موقعوں کی تاک ہی میں رہا کرتا تھا۔ فوراً بیس ہزار فوج لے کر لوٹ مار کرتا ہوا چڑھ آیا اور پٹھانوں کو رہا کر دیا۔

جہا بٹ جنگ کو بھی مرہٹوں کے آنے کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ وہ مرشد آباد سے سراج الدولہ (نواسہ) اور سعید احمد خاں صولت جنگ (داماد) اور میر جعفر خان (ایزنہ) اور شمشیر خان و سردار خان وغیرہ سرداروں کو ساتھ لے کر عظیم آباد ہوتا ہوا ہدایت جنگ کی معیت میں نوبت پور پہنچا۔ اب تک مرہٹوں کا کچھ پتا نہ تھا۔ آگے بڑھ کر محب علی پور میں اچانک مرہٹوں سے ٹکھیر ہو گئی۔ رگھوجی کو گمان نہ تھا کہ جہا بٹ جنگ کی فوج بنگالے سے اس قدر جلد یہاں تک پہنچ سکے گی۔ میر جعفر اور شمشیر خاں کی سپاہ نے اچانک رگھوجی کو گھیر لیا۔ لیکن مرہٹے مدافعت کر کے اس کو چھڑا لے گئے۔ بہر کیف مرہٹے اور ان کے ساتھی پٹھان منہزم ہو گئے۔

اس معرکہ میں جہا بٹ جنگ کی فوج میں شمشیر خان و سردار خان وغیرہ پٹھان سرداروں سے منافقت اور بددلی ظاہر ہوئی بلکہ گمان تھا کہ رگھوجی کا محصور ہو کر نکل جانا بھی انھی کی سہل انکاری کے سبب وقوع میں آیا۔

پان سو پٹھانوں کو لے کر حاضر ہوا اور ہر ایک کا نام بتا کر ندریں پیش کرتا رہا ہیبت جنگ
 پوچھتا جاتا تھا کہ بھائی شمشیر خاں کب آئیں گے اور لوگ جواب دیتے تھے کہ حضور
 وہ بھی اب حاضر ہوتا ہو۔ اتنے میں شمشیر خاں تین چار ہزار پٹھانوں کے ساتھ
 قلعے کے پاس کو تو والی چوترے تک پہنچ گیا۔ اس وقت مراد شیر نے اپنے ساتھیوں
 سے کہا کہ جلد پان لے کر رخصت ہو۔ شاید پہلے سے مشورہ ہو چکا تھا کہ عبدالرشید
 خاں ہیبت جنگ کے قتل میں سبقت کرے گا۔ اس وقت اس کے بدن میں
 لرزہ تھا۔ رخصت کا پان اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ ہیبت جنگ نے اس کو
 دوسرا پان دینے کے لیے نظر نہی کر کے خاصہ ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس وقت
 عبدالرشید خاں نے کمر سے جھدر نکال کر ہیبت جنگ کے پیٹ میں مارا۔
 محمد عسکر خان وغیرہ نے "ہیں ہیں یہ کیا نمک حرامی ہو" شور و غل کیا۔ ہیبت جنگ
 اپنی تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈالا ہی چاہتا تھا کہ مراد شیر نے تیغ کا ایسا ہاتھ لگایا کہ
 شالے سے پہلو تک اُتر آئی۔ میر مرتضیٰ نے سینہ سپر ہو کر خود کو ہیبت جنگ پر
 گرا دیا۔ پٹھانوں نے اس کو پاش پاش کر دیا اور ہیبت جنگ کا سر کاٹ کر
 اس کے سینے پر رکھ دیا۔ میر محمد عسکر ہیبت جنگ کی تلوار لے کر لڑا اور اسی جگہ
 مقتول ہوا۔ مہتاب رائے زخمی ہو کر اسی جگہ بیٹھ گیا اور ہیبت جنگ کی لاش
 کے ساتھ اٹھا۔ رمضان فی تحویل دار اور سینتارام بھی حق نمک ادا کر کے مارے گئے۔
 مڑلی وھر ہر کارہ۔ میر بدر الدجی۔ راجا رام نرائن اور میر عبداللہ نے اپنی شال
 کٹار اور کمر بند وغیرہ دے کر جان بچائی۔ لیکن شاہ بندگی بے چارہ مار گیا۔ اس
 کے بعد پٹھانوں نے ہیبت جنگ کی لاش کو پورب دروازے میں لٹکا دیا۔
 پھر میر حیدر علی کو تو وال کی سعی سے سید محمد اصفہانی سے لاش کے ٹکڑوں کو
 یک جا کر کے یکم پور کے مقبرے میں دفن کیا۔

خود اپنے چھوٹے لڑکے کو ساتھ لے کر کشتی پر گنگا کے پار جا پہنچا۔ شمشیر خاں لب آب سے استقبال کر کے اس کو بھیجے میں لے گیا اور زندہ پیش کر کے ہیبت جنگ کے اصرار پر مؤذّب بیٹھ گیا۔ اس وقت پٹھانوں نے پنجتوزبان میں شمشیر خاں سے ہیبت جنگ کے قتل کا ایسا چاہا لیکن شمشیر خاں نے بات ٹال دی۔ ہیبت جنگ نے واپس آکر کشتی کے داروغہ کو پٹھانوں کے عبور کرانے کی ہدایت کی اور دوسرے روز شمشیر خاں پٹھانوں کے ساتھ عبور کر کے باغ جعفر خاں میں مقیم ہوا۔

اس کے بعد ہی ماہ محرم ۱۱۱۵ھ کے آخر ہفتے میں یوم ملازمت مقرر ہوا۔ شمشیر خاں نے ہیبت جنگ کو کہلا دیا تھا کہ آپ کے رفقا سے مجھ پورا اطمینان نہیں، اس لیے میری حاضری کے وقت یہ لوگ موجود نہ ہوں۔ ہیبت جنگ نے درباریوں کو منع کر دیا کہ اس دن کوئی نہ آئے روز معینہ سے پہلے سرفراز خاں اپنے ماتحتوں کے ساتھ ملازمت کو حاضر ہوا اور حسب دستور رخصت کا پان لے کر واپس گیا۔ دوسرے روز پھر ہیبت جنگ اپنی نو ساختہ عمارت چہل ستون میں مسند آرا ہوا۔ اس وقت محمد عسکر خاں۔ میر تقی۔ میر بدر الدجی۔ مرلی دھر ہرکارہ۔ رمضان تھیل دار۔ سلاح خانہ۔ بیتارام مشرف۔ توپ خانہ دستی۔ میر عبداللہ صفوی۔ شاہ بندگی۔ مجاور قدم رسول۔ مہتاب رائے کھتری۔ راجارام نرائین دیوان اور چند متصدی و خدمت گار وغیرہ سب ملاکر پچاس ساٹھ آدمیوں سے زیادہ نہ تھے لیکن سوائے رمضان تھیل دار کے کسی کے پاس تلوار نہ تھی۔

اب شمشیر خاں کی آمد آمد شروع ہوئی۔ سب سے پہلے ایک ہزار پھیلیوں نے آکر مجرا کیا اور رخصت کا پان لے کر واپس گئے۔ ان کے بعد مراد شیر خاں نے یہ عمارت مدرسے کی مسجد کے چھم جانب تھی اب اس کا نشان باقی نہیں لیکن پورب جانب بعض عمارتوں کے آثار کسی قدر باقی رہ گئے ہیں۔

پسر گھوجی بھونڈ اور اس کا دارالہمام میر جیب پٹھانوں سے ساز باز رکھتا تھا۔
 مہابت جنگ کے روانہ ہوتے ہی انھوں نے شمشیر خاں کی مدد کو عظیم آباد کا
 رخ کیا اور راہ میں مہابت جنگ کی سپاہ سے چھڑ چھاڑ اور بستیوں میں لوٹ
 مار کرتے ہوئے پیچھے پیچھے چلے آئے۔ مہابت جنگ کے آنے کی خبر پا کر شمشیر خاں
 نے ہدیت جنگ کی بیوی آمنہ بیگم (دختر مہابت جنگ) اور اس کی چھوٹی لڑکی
 کو کھلے رتھ میں بٹھا کر شہر میں تشہیر کرایا، اور اس کے بعد ان کو اپنے پاس قید
 رکھا۔ جب مہابت جنگ مونگیر کے قریب پہنچا راجا سند سنگھ دہلوان سنگھ
 وکامگار خاں وغیرہ بہار کے اکثر زمیندار اپنی جمعیت کے ساتھ مہابت جنگ کے
 ساتھ ہو لیے۔ مہابت جنگ باڑہ کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ پٹھانوں نے
 گنگا کے دیارے پر جس کے دو جانب پانی تھا تو پ خانہ بنا رکھا ہے مہابت جنگ
 نے ایک کوس اور چھم اگر کسی زمیندار کی مدد سے گنگا کو عبور کیا اور اچانک توپ خانے
 پر قبضہ کر کے پٹھانوں کو منتشر کر دیا اور شب کو ہمیں قیام کر کے دوسرے دن
 آگے بڑھا۔ اور شمشیر خاں کو بھی پڑ پڑ خبریں مل رہی تھیں۔ یہ بھی اپنی فوج آگے
 کر کے مقابلے کو بڑھا۔ اتفاقاً اسی وقت شمشیر خاں اور میر جیب میں بگڑ گئی۔ شاید
 ان دونوں میں یہ معاہدہ ہوا تھا کہ ہدیت جنگ سے لڑنے میں جو فوجی مصارف
 ہوں میر جیب پڑا کرے اور بعد فتح شمشیر خاں بہار کا صوبے دار اور میر جیب
 ناظم بنگالہ ہو۔ شمشیر خاں نے ستر لاکھ روپے کا مطالبہ کیا اور میر جیب کو گھیر لیا۔
 میر جیب نے فی الفور دو لاکھ روپے کا تمک لکھ دیا اس پر بھی چھٹکارا نہ ہوا۔ تب
 اس کے ایک رفیق مرزا صالح نے یکا یک غل مچا دیا کہ مہابت جنگ کی فوج
 لے میر جیب شجاع الدین محمد خان کے وقت میں اعلیٰ فوجی منصب رکھتا تھا اس کے بعد
 مہابت جنگ کے خلاف مرہٹوں کا رفق ہو گیا تھا۔

ہیبت جنگ کے قتل کے بعد پٹھانوں نے عظیم آباد پر قبضہ کر لیا۔
 مراد شیر جمل ستون میں رہنے لگا اور ہیبت جنگ کے زمانہ محل پر پہرہ پٹھا
 دیا۔ حاجی احمد پدر ہیبت جنگ پٹھانوں کی قید میں آکر مر گیا اور اس کے مال
 سے تقریباً ستر لاکھ روپے (نقد و جنس) پٹھانوں کے تصرف میں آئے۔ عبدالعلی
 خان بہادر جو ہیبت جنگ کی فوج کا سپہ سالار تھا، میر عبد الرسول بلگرامی
 کے مکان میں روپوش ہوا تھا۔ پٹھانوں نے اس کو بھی گرفتار کیا لیکن پھر کچھ
 قول و قرار لے کر چھوڑ دیا۔ شمشیر خاں اپنی سپاہ کے ساتھ بلخ جعفر خان میں
 مقیم رہا۔

(۱۱) جنگ رانی سرانے (ضلع عظیم آباد) ۱۱۶۲ھ (۱۷۴۸ء)

چند ہی دنوں میں ہیبت جنگ کے سانحہ کی خبر بنگالے میں مہابت جنگ
 کو پہنچی اس نے اپنی فوج کو جو اس وقت مرہٹوں کے مقابلے کے لیے تیار
 ہو رہی تھی سامراجراکھ منایا۔ اور ان سے جان نثاری کا وعدہ لے کر چوبیس ہزار
 سپاہ کے ساتھ پٹھانوں سے انتقام لینے کو عظیم آباد کی طرف روانہ ہوا۔ جانوجی

(صفحہ ۲۱۹ کا نوٹ) یہ مقبرہ پٹنہ سٹی ریلوے اسٹیشن کے سامنے دکن پیچم ایک وسیع چار
 دیواری کے اندر اب تک قابل دید ہے۔

۱۔ پورا بیان سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۹ تا ۱۸۷ سے ماخوذ ہے یہی روایت مختصر طور پر
 ریاض اللطین صفحہ ۲۵۷ میں بھی مذکور ہے۔

(۱۸) آمنہ بیگم زوجہ ہدیت جنگ کی رہائی

رائی سرانے کی جنگ میں پٹھان اور مرہٹوں نے مل کر پورا زور لگایا تھا لیکن مہابت جنگ نے اس معرکے میں دونوں کو فاش شکست دی۔ ان کے بھاگنے پر آمنہ بیگم زوجہ ہدیت جنگ جو مع اپنے لڑکے اور اور لڑکی کے نہایت ذلت کی حالت میں اسیر تھی آزاد ہو کر اپنے باپ مہابت جنگ سے آئی۔

(۱۹) شمشیر خان کے اہل و عیال کے ساتھ مہابت جنگ کا سلوک

فتح کے بعد مہابت جنگ نے شمشیر خان کے مال و اسباب کی ضبطی کے لیے چند معتمدوں کو در بھنگ روانہ کیا اور اس کے اہل و عیال کو بھی حاضر کرنے کی تاکید کی۔ اس اثنا میں شمشیر خان کے اہل و عیال بتیا کے راجا کے پاس پناہ گزیں ہوئے تھے۔ راجا نے تین لاکھ روپیہ پیش کر کے امان چاہی لیکن مہابت جنگ نے ایک نہ مانی اور ان کو بلاکر چھوڑا۔ ان کے عظیم آباد آئے پر مہابت جنگ نہایت حسن و سلوک سے پیش آئے۔ ہدیت جنگ کے زنا مکان میں نہایت احترام سے ان کو اتارا، اور ہر شخص کو ان کی خاطر اور دل جوئی کرنے کی تاکید کی۔ سراج الدین کو بھی حکم دیا کہ بغیر پردہ کرائے زنا مکان میں نہ جائے۔ تھوڑے دنوں کے

نیچے گاہ تک آگئی۔ اس وقت پٹھان گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگے اور میر حبیب
 ان کے زرخے سے نکل گیا۔ بہر کیف باڑہ اور فتوحہ کے درمیان رانی سر اٹھ
 (بیکٹھ پور) میں مہابت جنگ اور پٹھانوں میں مقابلہ ہو گیا اور طرفین سے توپیں
 چلنے لگیں۔ اتفاقاً پہلے ہی گولے میں سردار خاں کا سر اڑ گیا۔ اس واقعے سے
 شمشیر خاں کا آدھا لشکر سراپسد و منتشر ہو گیا۔ پٹھانوں نے جنگ کو جلد ختم کرنے
 کے خیال سے ایک بارگی یورش کر دی اور مہابت جنگ کی فوج کو مصروف پیکار
 دیکھ کر دوسری طرف سے مرہٹوں نے اس کی خیمہ گاہ میں لوٹ چمادی۔ اس
 وقت سراج الدولہ نے جو مہابت جنگ کے قریب ہی دوسرے ہاتھی پر تھا
 گھبرا کر مہابت جنگ سے مرہٹوں کی مدافعت کے لیے کہا لیکن مہابت جنگ
 نے اس کو سمجھا دیا کہ اس وقت ہمارے حریف پٹھاں ہیں مرہٹوں سے پھر سمجھ
 لیا جائے گا اور ساری فوج سے پٹھانوں پر حملہ کر دیا۔ میں معرکہ میں میر محمد کاظم خان
 برادر میر جعفر خاں اور دوست محمد خان اپنے ہاتھی کو بڑھا کر مراد شیر خاں کے ہاتھی
 کے برابر لگے اور میر مند کور نے اس کے تختہ ہودج پر ہاتھ رکھ کر اندر گھسنا چاہا
 لیکن مراد شیر نے ایسا تیغ مارا کہ میر موصوف کی کئی انگلیاں کٹ گئیں۔ دوسری
 طرف سے دوست محمد خان اُچک کر ہودج میں چلا ہی گیا اور مراد شیر کے سینے
 پر چڑھ بیٹھا اور میر محمد کاظم اور دوست محمد خان نے مل کر مراد شیر کا سر کاٹ ڈالا۔
 اسی دار و گیر میں کسی طرح شمشیر خاں ہاتھی سے زمین پر آ رہا تھا حبیب
 بیگ نامی نے جو مہابت جنگ کا ملازم اور دلیر خاں پسر عمر خاں کی مصاحبت
 میں تھا موقع پا کر شمشیر خاں کا سر کاٹ ڈالا اور اس کو مہابت جنگ کے ہاتھی

۱۔ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۲۔ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ میں رانی سر اٹھ اور ریاض السلاطین
 صفحہ ۳۵۹ میں بیکٹھ پور ہر حقیقت دونوں مقام قریب ہیں۔

اسی سال ۱۱۶۱ھ میں محمد شاہ بادشاہ نے انتقال کیا اور احمد شاہ بادشاہ ہوا۔
مرشد آباد واپس جانے کے بعد مہابت جنگ نے نواب سید خان فوج واپس
پوربندہ کے مرے پر اس کے بیٹے فخر الدین حسین خاں کے عوض صولت جنگ
کو پوربندہ کا فوج دار مقرر کیا۔

(۲۱) عظیم آباد میں سراج الدولہ کا ہنگامہ ۱۱۶۳ھ (۱۷۵۰ء)

سراج الدولہ ناناکے ساتھ مرشد آباد گیا تو شاربہدی خاں بھی وہاں پہنچا۔
اس کی بے باکی سے اندیشہ ناک ہو کر مہابت جنگ نے اس کو سراج الدولہ کی
رفاقت سے چھڑانا چاہا۔ شاربہدی خاں نے اس رمزے آگاہ ہوئے ہی
سراج الدولہ کے دل نشین کر دیا کہ تمہارے ناناکو تمہاری جدائی گوارا نہیں اور
چاہتا ہوں کہ بچوں کی طرح تم کو تاج فرماں رکھے لیکن تم کچھ بچے نہیں کہ اس قسم
کی اطاعت ضروری ہو۔ اپنے باپ کی جگہ عظیم آباد میں خود مختار حکومت کر دو۔
جاگتی رام مفلوک الحال ملازم ہوا اس کو نکال دینا کچھ بات نہیں اور اس کے
بعد مہابت جنگ بھی تمہاری دل جوئی کے سوا کچھ نہ کرے گا۔ یہ نقش جاکر
شاربہدی خاں عظیم آباد چلا آیا اور سراج الدولہ بھی فرصت کا منتظر رہا۔ تھوڑے
ہی دنوں کے بعد مہابت جنگ کے مدنی پور جانے پر سراج الدولہ کچھ جلد کر کے
خفیہ عظیم آباد کی طرف روانہ ہوا۔ دوسرے ہی دن اس کے ارادے کا حال معلوم
ہوا تو شہامت جنگ وغیرہ قراہت مندوں نے اس کو راہ سے واپس بلانے

بعد شمشیر خان کی ایک کنواری لڑکی کی شادی اپنے خرچ سے شاہ محمد آفاق خاں نامی ایک سردار سے جو قاسم سلیمان افغان درویش کی نسل سے تھا (جس کی قبر قلعہ چنار گڑھ کے پچھم طرف ہے) کرادی اور چند مواضعات بطور جاگیر دے کر درہنگہ جلعان کی اجازت دے دی۔^{۵۱}

(۲۰) لالہ جانی رام نائب صوبے دار عظیم آباد ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۲ھ (۱۷۵۱-۵۲ء)

شہر اور صوبے میں امن ہونے پر مہابت جنگ تھکا رکھنے چند ہفتوں کے لیے عظیم آباد سے حاجی پور کی طرف گیا اور سعید احمد خاں صولت جنگ کو یہاں اپنا نائب چھوڑا۔ صولت جنگ کو توقع ہوئی کہ عظیم آباد کی صوبے داری مستقل طور پر میرے ہی سپرد رہے گی اور شاید مہابت جنگ کا بھی یہی منشا ہو لیکن سراج الدولہ بھی یہیں موجود تھا۔ بنار بھاری خاں نے اس کے ذہن نشین کر دیا کہ یہ تمہارے باپ کی جگہ ہے اور دو مائتاتم ہی اس کے مستحق ہو۔ سراج الدولہ چل گیا کہ اگر مجھ کو یہ صوبہ ملے گا تو نہ ہر کھالوں گا۔ صولت جنگ بھی صوبے داری چھین جانے کے خیال سے آزر رہا ہو کر ترک وطن کر کے شاہ جہاں آباد چلے کو آمادہ ہوا۔ مہابت جنگ کو عجب کش مکش درپیش ہوئی۔ آخر اس نے فرط محنت سے عظیم آباد کی صوبے داری کے لیے سراج الدولہ کو نام زد کیا۔ اور اپنے قدیم وفادار ملازم راجا جانی رام کو مرشد آباد سے بلوا کر نائب مقرر کیا اور صولت جنگ کو کچھ سمجھا بھگا کر اپنے ساتھ مرشد آباد لے گیا۔

۵ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ - ۵ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۹

۵ ریاض السلاطین ۲۶۰ -

سے زمینداروں اور جماعہ داروں کو متوقع مراعات کر کے طلب کیا۔ سراج الدولہ نے جاکئی رام کو بھی حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ سخت متفکر ہوا کہ یہ معاملہ ملک گیری کا ہو اگر حاضر ہو جائے تو جہابت جنگ کا مورد عتاب ہو اور اگر مقابلہ کرنے میں سراج الدولہ کو کوئی ضرب پہنچے جب بھی یہی نتیجہ ہو۔ آخر مصطفیٰ اقلی خان کو راجہ سراج الدولہ کا سر ہوتا تھا) سراج الدولہ کے پاس اس کا مافی الغمیر دریافت کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ سراج الدولہ نے نادانی سے اپنا سارا منصوبہ ظاہر کر دیا اور مصطفیٰ اقلی خان نے جاکئی رام کو آگاہ کر دیا۔ جاکئی رام نے حاضری کا عزم فرج کر کے شہر میں پہرے پٹھا دیے۔ سراج الدولہ کو جہابت جنگ کا اندازہ ہونے کا غرہ تھا اس نے اسی دن قلعہ عظیم آباد کو بہ زور لینے کا عزم کیا۔ نثار مہدی خاں نے دودن اور ٹھہرنے کی صلاح دی تو سراج الدولہ نے کہا کہ مجھ کو یہاں ٹہلا کر اب تم جی چراتے ہو۔ نثار مہدی خاں کو الزام پہننے کی تاب کہاں اس نے جواب دیا کہ حضور نے رخنہ اندازوں کو محرم راز بنا کر خود سب کام بگاڑ ڈالے اور جاکئی رام کو ہوشیار کر دیا اس وقت ساتھ ستر آدمی موجود ہیں اگر فوج کی فراہمی کا انتظار گوارا نہیں تو مجھ کو بھی جان دیے ہیں عذر نہیں۔ یہ کہہ کر انھی آدمیوں کے ساتھ سراج الدولہ کو بیگم پور میں اس کے باپ ہیبت جنگ کے مقبرے پر لے گیا اور وہاں سے اپنے گھوڑے پر سوار کر کے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت قلعے سے توپیں چلنے لگیں۔ نثار مہدی خاں رانی پور کے قریب پہرے والوں سے مقابلہ کر کے مع رفقاہ حصار شہر میں داخل ہو گیا اور سراج الدولہ کو بیچ میں لے ہوئے حاجی گنج تک پہنچا۔ یہاں جاکئی رام ہاتھی پر سوار توپ خانہ دستی کے ساتھ موجود تھا اور تین چار ہزار آدمی بھی اس کے گرد تھے۔ سراج الدولہ کے گرد وہ سے امانت خاں نیزہ لے کر گھوڑا بڑھاتا ہوا حاجی تانار کی مسجد کے قریب اس لشکر پر چھپٹ پڑا۔

کی کوشش کی لیکن سراج الدولہ نے اپنی دھن میں کسی کی نہ سنی۔ مہابت جنگ کو معلوم ہوا تو اس نے بذریعہ خط اظہارِ محبت و دکل جوئی کر کے اس کو واپس آنے کی ترغیب دی لیکن سراج الدولہ نے جواب دیا کہ حضور میرے دشمنوں کے ساتھ اس قدر شفقت رکھتے ہیں اور میرے چچا ان کو اس قدر منصب اقتدار دے رکھا ہو لیکن میرے لیے محض زبانی عنایات ہیں اب حضرت اداصر آنے کا قصد نہ کریں ورنہ یا میرا سر جناب کے ہاتھی کے زیرِ پا ہو گیا یا جناب کا سر مبارک میرے دامن میں۔ قاصد کو بھی تاکید کی کہ یہی پیام زبانی بھی کہنا۔ مہابت جنگ کو پیام زبانی پہنچا تو قاصد پر سخت غضب ناک ہوا کہ تجھ سے یہ کیوں کر کہا گیا کہ سراج الدولہ کا سر میرے ہاتھی کے زیرِ پا ہو گا۔ اس کے بعد سراج الدولہ کو دوسرا خط لکھا کہ تمہارا دھم بے جا ہو۔ میری تو آرزو ہر کسی ساری حکومت و فراں رعنائی تم کو ملے اور آخر میں دستِ خاص سے یہ رباعی حسبِ حال تحریر کی۔

غازی کے پڑ شہادت اندر تگ و پو ست غافل کہ شہیدِ عشق فاضل تر از دست
فردائے قیامت میں باں کے ماند کہیں کشتہ دشمن است و آن کشتہ دومت
بہر کیف سراج الدولہ نے باڑہ پہنچ کر نثار مہدی خاں کو لکھا کہ میں تمہارے بھروسے پر سلطنت چھوڑ کر آیا ہوں اب اپنے قول و قرار پر مستعد رہو ہر چند نثار مہدی خاں کو بعض خیر اندیشوں نے منع کیا اور سمجھایا کہ راجا جانی رام مہابت جنگ کا ملازم ہو۔ مہابت جنگ اور سراج الدولہ پھر مل جائیں گے تم کیوں اپنے سر پر بلا لاتے ہو لیکن خان موصوف نے جواب دیا کہ میں وعدہ کر چکا ہوں اور موت تو اپنے وقت پر آتی ہے اس کا اندیشہ کیا۔ اس کے بعد سراج الدولہ کو باڑہ سے عظیم آباد لاکر باغِ جعفر خاں میں ٹھہرایا اور تمام اطراف

طرح مصطفیٰ اقلی خان کے مکان پر پہنچا اور اس کے رنقارے بھی اسی طرح اپنی اپنی راہ لی۔ جسوقت ناگر باوجود زخمی ہونے کے مہابت جنگ کے خیال سے اسی وقت مصطفیٰ اقلی خان کے گھر آیا اور اس سے سراج الدولہ کے صحیح و سلامت پہنچنے کی ہنری تحریر حاصل کی۔

جانبی رام نے نثار مہدی خاں کا سر کٹوا کر پورب دروازے پر لٹکوا لیا لیکن تھوڑی دیر بعد بعض لوگوں کے کہنے سے تھینڈو ٹکھین کی اجازت دے دی خان موصوف اور امانت خان و مرزا سنگی وغیرہ جو اس معرکے میں قتل ہوئے تھے محلّہ نون گولے میں شاہ عظیم الشاہ نثار مہدی خاں کی قبر کے جوار میں مدفون ہوئے۔

یہاں یہ واقعہ گزرا اور ادھر مہابت جنگ سراج الدولہ کی محبت میں بے قرار ہو کر باڑہ تک پہنچ گیا۔ یہاں آکر سراج الدولہ کی خیریت معلوم ہوئی تو جان میں جان آئی۔ اپنے ایک مصاحب کو روانہ کیا کہ کسی طرح سراج الدولہ کو منا کر لے آئے اور خیمے کی فنائت اٹھوا دی کہ دُور ہی سے اس کی سواری پر نظر پڑے۔ سراج الدولہ آیا تو مہابت جنگ اس کو گلے لگا کر بہت خوش ہوا اور اس کو ساتھ لے کر عظیم آباد آیا اور یہاں جانبی رام سے معذرت کرائی اور اس کو بدستور بحال رکھ کر مرشد آباد واپس گیا۔ اس کے بعد جانبی رام نے دو برس تک حکومت کر کے اجل طبعی سے جان دی۔

لے سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰ میں مفصل کیفیت ہے۔ PATNA

GAYETTEES ۱۹۲۳ء صفحہ ۴۷ میں محض مختصر ذکر ہے ۱۲ لے شاہ عظیم الشاہ کی قبر

کے دکن پورب متعدد قبریں ہیں جن میں بعض نگہ مرمر اور نگہ موسیٰ کی بنی ہوئی ہیں مگر ان پر کوئی کتبہ موجود نہیں لوگوں نے اس گورستان کو کوئیری کے ساتھ بندوبست کر دیا ہے اس سے اور بھی خراب ہو رہا ہے لے سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۳۱۔

اور جمعیت کو پریشان کر دیا۔ لیکن یہ لوگ دکانوں اور مکانوں میں چھپ چھپ کر بندوبست چلانے لگے۔ اتفاقاً اس وقت کسی طرف سے ایک گولی آکولانت خان کے لگی اور وقتاً اس کی رُوح پرواز کر گئی۔ اس کے مرتے ہی اس کے بیٹے اور داماد اور بعض رفقاء نے فرار کیا۔ مخالفوں نے بھی ان کو راہ دے دی اور نثار مہدی خاں کی ہمت افزائی کچھ کام نہ آئی تب نثار مہدی خاں تلوار لے کر خود آگے بڑھا۔ اس وقت بعض دوستوں نے پھر سمجھا بھٹا کر اس کو باز رکھنا چاہا۔ لیکن اُس نے تیکھے پن سے جواب دیا کہ یہ وقت اس طرح کی دوستی و خیر خواہی جتانے کا نہیں جو مجھ کو عزیز رکھتا ہو چاہیے کہ میرے آگے چلے۔ اسی جگہ ہمت جسونت ناگر اقرابت مند را جادیا بہادر کا پیہرہ تھا اس نے پکار کر کہا کہ میرا صاحب آپ نے یہ کیا غضب کیا کہ میرے پہرے کی طرف چلے آئے مجھ کو رسوا نہ کیجیے اور خود کو تہلکہ میں نہ ڈالیے۔ نثار مہدی خاں نے جواب دیا کہ اس وقت فضول باتیں نہ بناؤ ہم تم حریف ہیں کچھ تم اپنے ہنزدکھاؤ کچھ میں اپنے جوہر دکھاؤں۔ ناچار ہمت مذکور پیادہ پا ہو کر سامنے آیا۔ نثار مہدی خاں نے گردن پر تلوار ماری مگر اس وقت بھی سراج الدولہ اور اس کے مصاحبوں نے ذرا جرأت نہ کی برخلاف اس کے ناگزیر صوف کی طرف سے مرزا مدار بیگ نے پشت کی جانب سے آکر ایک تلوار ایسی ماری کہ خان مرقوم کا پائوٹ کٹ گیا اور اس کے گرتے ہی جسونت ناگر نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس شاہدے سے سراج الدولہ گلیوں میں گھس کر کسی لہ ناگر برہمنوں کی ایک قلم ہر جو بیشتر گجرات کی طرف رہتے ہیں۔ دیارام اور چھیلارام ناگر دو بھائی شہزادہ عظیم الشان کی موبلے داری کے زمانے میں دیوانی کے عہدے پر مقرر تھے۔ فرخ سیر کی تخت نشینی کے جھگڑے میں چھیلارام نے کسی لاکھ روپیہ فرخ سیر کو ہٹنے میں دلوائے۔ اور اس کے قتل میں کٹرہ جہان آباد کی فوج داری پائی۔ آثار الامرا صفحہ ۳۲۹-۱۲

اموہن لال جو سراج الدولہ کا خاص دیوان مقرر ہوا تھا) کی اطاعت کا حکم ہوتا تھا۔

بات کا زخم ہر تلوار کے زخموں سے سوا کیچے قتل مگر منہ سے کچھ ارشاد نہ ہو غرض چار ہی دن میں دربار کا یہ حال ہو گیا کہ جو شخص سلام کو آتا تھا اپنی جان و آبرو سے ہاتھ دھو لیتا تھا۔ اور جو شخص جان و آبرو سلامت لے کر واپس جاتا تھا خدا کا شکر یہ ادا کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے چند سفلوں کے جنہوں نے مصالحت میں اقتدار پایا تھا اکثر اکین نظامت دشمن ہو گئے۔ سراج الدولہ نے اپنی خال گھسیٹی بیگم کی الماک ضبط کر لی تھی۔ اور اسی زمانے میں شوکت جنگ پسر صولت جنگ سے پورینہ کی حکومت چھین لینے کا قصد کیا تھا۔

گھسیٹی بیگم کی الماک کے محاسب میں راج بلجہ دیوان (جو اس کے شوہر شہامت جنگ کے وقت سے عہدے دار تھا) نظر بند کیا گیا تھا۔ اس کا بیٹا کتن بلجہ اپنے باپ کا مال لے کر مسٹر ڈریک (DRAKE) فیرا علی ایسٹ انڈیا کمپنی کی پناہ میں کلکتہ پہنچا۔ سراج الدولہ نے انگریزوں کو اپنے مخالفوں کا مددگار اور پشت پناہ سمجھ کر پورینہ کا قصد ملتوی کیا اور پہلے کلکتہ کی طرف

لے حقیقتاً اس زمانے میں سوسائٹی کا حال ناگفتہ بہ تھا۔ خود جلگت بیٹھ میر جعفر اور اکثر عوامین انٹرپرائز دازی اور خفیہ سازش میں لگے رہتے تھے۔ اخلاقی حالت بھی نہایت خراب ہو رہی تھی۔ اور انگریزوں کا بھی یہ حال تھا کہ کلا یونے آئین چند کی ضرورت کے جواب میں فریب و جعل سازی کو روا رکھا۔

۱۷ ریاض السلاطین صفحہ ۲۶۴۔

۱۸ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ میں یہ بھی لکھا ہے کہ میر جعفر وغیرہ گھسیٹی بیگم کے ساتھ میں سراج الدولہ کے ظلم کو وہ چند بڑا حاکم انگریزوں سے کہتے تھے۔

(۵۳-۶۳ء)

۲۲۱ راجا رام نرائن کی صوبے داری ۱۱۶۶ھ تا ۱۱۶۷ھ

راجا رام نرائن پسر رنگ لال مہابت جنگ کا پروردہ تھا اور اپنے باپ کی جگہ پر دیوان بھی رہ چکا تھا۔ جاٹکی رام کے مرنے پر مہابت جنگ نے اس کو عظیم آباد کا صوبے دار مقرر کیا۔ مرلی دھر ہر کارہ بھی اس کی رفاقت میں کام کرنے لگا۔ مہابت جنگ کی زندگی تک راجا رام نرائن کی صوبے داری میں کوئی خرخشہ واقع نہ ہوا۔ بعد کے حالات کو سراج الدولہ میر جعفر اور میر قاسم کی حکومت سے تعلق ہے اس لیے سلسلہ بہ سلسلہ بیان کیے جائیں گے۔

۲۲۲ نواب سراج الدولہ کی حکومت ۱۱۶۹ھ تا ۱۱۷۰ھ

۹ جمادی الاول ۱۱۶۹ھ کو مہابت جنگ نے مرض استقامیں مبتلا ہو کر انتقال کیا اور اس کا نواسہ سراج الدولہ حکمران ہوا۔ منہ نشینی کے وقت اس کی عمر تائیس سال تھی۔ نوجوان نواب نے دیرینہ اور ذی اقتدار ملازموں کو ہر طرف کر کے نااہل مصاحبوں کو اعلیٰ عہدوں پر مرفراز کیا۔ اس وقت تک قدیم دولت خواہوں نے فقط علیحدگی اختیار کی تھی۔ لیکن چند ہی دنوں میں سرور بار درشت گوئی استہزار اور تمسخر بھی ہونے لگا۔ کبھی میر جعفر کی حویلی کے سامنے توپ لگانے کا حکم ہوتا تھا، کبھی راجا دولہ رام اور دوسرے افسروں کو ایک ادنیٰ اقتصادی

خود اپنے لیے کوئی مقام تجویز کر کے مجھ سے اس کی سند طلب کرو اور دارالامارت کے خزانے واسباب میرے آدمیوں کے سپرد کرو۔ سرراج الدولہ نے اس کے جواب میں ایک فوج شوکت جنگ کے استیصال کے لیے روانہ کی اور عظیم آباد میں راجا رام نرائن کو بھی لکھا کہ بہار کی فوج لے کر فوراً ملک میں چلے آؤ۔ راجا مذکور عظیم آباد کی فوج اور زمینداروں کی جمعیت کے ساتھ سرراج الدولہ کی فوج سے جا ملا۔ ۱۲ محرم ۱۱۵۷ھ کو فیہاری اور نواب گنج کے درمیان مقام بلڈی باڑی میں تھوڑی سی جنگ کے بعد شوکت جنگ مارا گیا اور اس کے سارے مال واسباب پر راجا سونہن لال (دیوان سرراج الدولہ) نے قبضہ کیا۔ اس جنگ میں غلام حسین خاں مؤلف سیر المتاخرین بھی موجود تھے۔ اس وقت وہ شوکت جنگ کے ملازم تھے۔

باب ہندوہم

حکومت میں انگریزوں کا داخلہ و رسوخ

۱۱ سرراج الدولہ کی شکست اور نظامانہ قتل ۱۱۵۷ھ

(۱۷۵۸ء)

کرنل کلائیون نے مدراس سے آکر کلکتہ کی شکست کا بدلہ لیا۔ جنوری ۱۷۵۷ء کو

متوجہ ہوا اور انگریزوں کو شکستِ فاش دے کر فورٹ ولیم پر قبضہ کر لیا۔

۲۴۱ شوکت جنگ کی شکست اور قتل ۱۸۵۷ء

(۱۸۵۷ء)

کلکتے کی فتح کے بعد سرراج الدولہ نے راس بہاری پسر راجا جانی کی معرفت شوکت جنگ کو پروا نہ بھیجا کہ پورنبہ کے پرگنات ہم نے اپنی خاص جاگیر میں لیے ہیں اس لیے راس بہاری کو وہاں کے انتظام پر مامور کر کے بھیجتا ہوں تم اس کو دخل دے دینا۔ شوکت جنگ کے باپ صولت جنگ نے مہابت جنگ کی زندگی کے آخری دنوں میں دربارِ دہلی میں وزیر الممالک کو ملا کر اپنے نام مہابت جنگ کی جانشینی اور بنگالو بہار و اڑیسہ کی صوبے داری کی سہ کے لیے کوشش کی تھی لیکن صولت جنگ خود مہابت جنگ سے کچھ پہلے مر گیا۔ اس لیے اب وہ نہ شوکت جنگ کو حاصل ہوئی تھی۔ شوکت جنگ نے سرراج الدولہ کو لکھا کہ تم

۱۸۵۷ء اسی لڑائی کے متعلق انگریزوں کا بیان ہے کہ ایک سو چھیالیس انگریز اٹھارہ فٹ لمبے اور چودہ فٹ چوڑے کمرے میں جس میں ہوا کے لیے صرف دو کھڑکیاں (سلاخ دار) تھیں بند کر دیے گئے اور صبح کو جب دروازہ کھولا گیا تو تیس آدمیوں کے سوا سب مردہ پائے گئے۔ اسی کو بلیک ہول BLACK HOLE کہتے ہیں لیکن میرا تاخیرین اور ریاض السلاطین جو اس زمانے کے حالات کی نہایت مستند تاریخیں ہیں ان میں شمتہ بھی اس کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگریز بھاگ کر جہاز پر چلے گئے تھے اور سرراج الدولہ پر محض اتہام رکھا گیا ہے۔ بہر حال اومالی صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں ذواب کا کوئی قصور نہ تھا بلکہ اس کے کسی جامعہ دار نے ذاتی عداوت سے ایسا کیا۔ اللہ اعلم۔ یہ واقعہ ۲۰ جون ۱۸۵۷ء کا بیان کیا جاتا ہے۔

لیے خفیہ عہدہ بچا کر لیا۔ امین چند نے دھکی دی کہ اگر معاہدہ نامے میں میرے لیے تیس لاکھ روپے نہ لکھے جائیں گے تو میں سراج الدولہ سے راز فاش کر دوں گا۔ کلایو نے اس کے جواب میں ایک جعلی دستاویز تیار کی اور اس میں امین چند کے لیے تیس لاکھ روپے لکھ دیے۔ لیکن واٹسن نامی امیر بھرت نے اس جعلی وثیقے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ تب کلایو نے خود اپنے ہاتھ سے واٹسن کے جعلی دستخط بنا کر امین چند کو دستاویز دکھائی۔ اس کے بعد حسب قرار داد کلایو اپنی مختصر سی فوج لے کر سراج الدولہ کے استیصال کو پلاسی چلا آیا۔ بد نصیب نواب کے لشکر کے مقابلے میں اس کے مخالفوں کا گروہ محض حقیر تھا۔ لیکن نواب کی فوج میر جعفر کی سازش میں تھی اور ان میں جو وفادار تھے ان کو خود سراج الدولہ نے میر جعفر اور بعض سرداروں کے فریب میں آکر لڑنے سے باز رکھا۔ اور خود چند رفقا کو ساتھ لے کر میدان جنگ سے روانہ ہو گیا۔ کلایو جو سراج الدولہ سے ہراساں ہو رہا تھا اور میر جعفر پر بھی پورا بھروسہ نہ رکھتا تھا نہایت آسانی سے کام یاب ہوا۔ انگریزی تاذخوں کے مطابق پلاسی کا واقعہ ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو پیش آیا۔

سراج الدولہ پلاسی سے نکل کر عظیم آباد کے قصد سے پورنبہ کی طرف آیا۔ راہ میں موضع بہراں میں دانا شاہ نامی ایک درویش معورت نے اس نادان کو بہانہ رکھ کر وہاں سے میر قاسم داماد میر جعفر کے حوالے کر دیا۔ میر قاسم نے اس کی جان بچانے کے فریب سے اس کی بیوی کے بواہرات و زیورات کا

۱۷۵۷ء میر الشاخوان جلد ۲ صفحہ ۲۸۶ تا ۲۸۷ء ریاض السلاطین صفحہ ۲۷۰ء HISTORY OF

BENGAL BIHAR GRISSAUNDER BRITISH RULE

صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۴ء سے پورا بیان ملتا ہے۔

سکلتے پر پھر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور سراج الدولہ نے تاوان دینا قبول کر کے صلح کر لی۔ اس زمانے میں انگریز اور فرانسیسی برسرِ جنگ تھے۔ اتفاقاً جین لا فرانسیسی جس کو شاہ عالم نامے میں موسی لاس اور سیر المتاخرین میں موثر لاس لکھا ہے۔ چند نگر میں شکست کھا کر اپنی جماعت کے ساتھ سراج الدولہ کی پناہ میں آیا۔

کلا یونے سراج الدولہ کو لکھا کہ صلح نامہ کے مطابق آپ میرے دشمنوں دشمنوں کو پناہ نہیں دے سکتے۔ نواب نے جواب دیا کہ فرانسیسی جماعت کو میں نے نوکر رکھا ہے اس میں دوستی اور دشمنی کا کوئی معاملہ نہیں۔ اس کے ساتھ ہی نواب نے مصلحتاً جین لا کو عظیم آباد جانے کا حکم دیا۔ لا مذکور نے ہر چند نواب کو سمجھایا کہ آپ کے دربار دار انگریزوں کی سازش میں ہیں اور میرے چلے جانے پر آپ کو تباہ کر دیں گے۔ لیکن سراج الدولہ نے جواب دیا کہ عنقریب تم کو پھر بلا لوں گا۔ لا مذکور نے یہاں تک کہا کہ میرے چلے جانے پر پھر شاید میری آپ کی ملاقات نہ ہو۔ لیکن نواب نے پھر یہی جواب دیا کہ اس وقت تمہارے جانے میں مصلحت ہے۔ ناچار جین لا اپنی جماعت کے ساتھ عظیم آباد کی طرف روانہ ہوا۔

سراج الدولہ نے میر جعفر علی کو فوج کی بخشی گری سے برطرف کیا تھا اور جگت سیٹھ بھی سراج الدولہ سے بیزار ہو رہا تھا اور کلا یون بھی سراج الدولہ کے استیصال کی فکر میں تھا۔ ان سب نے مل کر سراج الدولہ کے خلاف خفیہ سازشیں شروع کیں۔ میر جعفر نے جگت سیٹھ کے کارپرداز امین چند کے ذریعے سے انگریزوں کو پونے دو کروڑ روپے دینے کے وعدے پر اپنی عمارت کے

پنڈارک آئے پر گوروں نے شراب نہ ملنے کے سبب آگے بڑھنے سے انکار کیا۔ مجبوراً گوٹ نے انھیں وہیں چھوڑا اور ویسی سپاہیوں کو ساتھ لے کر ۱۶ جولائی کو عظیم آباد چلا آیا۔ بعد میں گورے بھی کشتی سے یہاں پہلے آئے اور بدست ہو کر انگریزی کوٹھی میں حرکات ناشائستہ کرنے لگے۔ گوٹ نے تیس گوروں کو ان کی شرارت پر خوب پٹوایا۔ اس پر تیسرے دن گوروں نے ہتھیل ڈال دیے۔ مگر پھر گوٹ ان کو سمجھا، سمجھا کر جین لاکا تلاش میں قصبہ منیر تک لے گیا۔ جین لا اس کے قبل ہی چھپرہ کی طرف چلا گیا تھا۔ اس لیے انگریزی فوج کو مناسہ ہندی تک جا کر پھر عظیم آباد واپس آئی۔

۱۳۱ میر جعفر کی امارت ۱۱۷۲ھ تا ۱۱۷۴ھ (۱۷۶۰-۶۱ء)

پلاسی کے ہنگامے کے بعد ۱۱۷۲ھ (۲۹ جولائی ۱۷۵۷ء) کو میر جعفر نے کلايو کے آئے پر منصور گنج میں اپنی حکومت کی منادی کرائی اور اپنے نام کے ساتھ علی دروی خان کے تمام خطابات کا اضافہ کر کے ہری فرمان جاری کیے اور اپنے بیٹے میر صادق علی خاں و عرف میرن اکوڑ جو شاہ خانم ہمشیرہ مہابت جنگ کے بطن سے تھا، شہاست جنگ کے لقب سے مخاطب کیا۔ اس نوابی کے صلے میں انگریزی حکام نے میر جعفر سے کروڑوں روپے نذر لیے خاص کر کلايو نے

HISTORY OF BENGAL & BIHAR ۲۹۹ صفحہ

GRISSAUNDER BRITISH RULE ۱۲۲ صفحہ GAYETTEER

PATNA ۲۹۹ صفحہ

صند و قچہ جس کی قیمت تخمینے سے باہر چھین لیا اور سراج الدولہ کو گرفتار کر کے
میرن پسر میر جعفر کے پاس مرشد آباد بھیج دیا۔ اس ظالم نے سراج الدولہ کی
خاندان کے پروردہ ملازم کے ہاتھوں اس کو قتل کروا کے اس کی لاش کی تشہیر
کرائی۔ یہ واقعہ ۱۹ شوال ۱۲۵۷ مطابق ۳ جولائی ۱۸۷۱ء کا ہے۔ میرن نے
سراج الدولہ کی ماں، خالہ، بھائی اور معصوم بچے کو بھی بے تصور قتل کیا۔
سراج الدولہ کے بعد جہابت جنگ کے خاندان کا چراغ گل ہو گیا۔
در خاک سے نخت آن گل دولت کیلغ ملک با صد ہزار ناز پرورد در برش
انصاف کا تقاضا ہے کہ جہاں سراج الدولہ کی بعض بُرائیاں معرض بیان
میں آگئی ہیں اس کی خوبیاں بھی فراموش نہ کی جائیں۔ اس کے مخالفوں نے
نمک حرامی، دغا، فریب، جعل سازی و بے مروتی کی۔ لیکن سراج الدولہ کا کیرکڑ
اس قسم کے کینہہ اوصاف سے پاک نظر آتا ہے۔

(۲) انگریزی فوج کا عظیم آباد آنا ۱۲۵۷ھ (۱۸۷۱ء)

پلاسی سے چلتے وقت سراج الدولہ نے جین لافرائسی کو واپس بلا بھیجا
تھا۔ لیکن اس کو خرچ راہ کے لیے راجا رام نرائن سے رُپیہ وصول کرنے میں
دیر لگی اور اس عرصے میں سراج الدولہ کا کام تمام ہو گیا۔ جب لاندکور راج
محل کے قریب پہنچا تو اس کو اس سانحہ کی اطلاع ہوئی۔ ناچار اس نے پھر
عظیم آباد کی طرف معاودت کی۔ یہاں گمان تھا کہ راجا رام نرائن اپنے آقا کے
انتقام کو آمادہ ہوگا۔ اسی اثنا میں کلایوٹے میجر کوٹ (Major Eyre Coote)
کو دو سو تیس گورے اور پلچ سو دسی سپاہیوں کے ساتھ جین لاکے تعاقب میں
ردانہ کیا۔ ۲۳ جولائی ۱۸۷۱ء میجر کوٹ دریا پور (مقامہ) پہنچا۔ دوسرے دن

اس نے میر جعفر کو ممانعت کی اور کہا کہ میں نے اس باپے میں خود تمھارے سفارشی خط کی بنا پر وعدہ کر لیا ہے۔ میر جعفر نے خط کو منگو کر دیکھ تو خود نادام ہوا اور گنڈا ل اور نشی پر غصہ کرنے لگا اور یہ لوگ خود اسی پر الزام رکھنے لگے۔

(۵) بعض خیر و لا خیریت کا ذکر

عظیم آباد میں میر جعفر نے عمارت چہل ستون میں قیام کیا اور فقرا کو بلا کر ان کو کھانے کھلوائے اور ایک ایک رپیہ صدقہ دیا۔ اس کے بعد رنگین کپڑے پہن کر جشن میں مصروف ہوا۔ ہولی کا زمانہ آپہنچا تھا۔ خود بدولت نے گنگا کے پار ریت پر خیمے نصب کرائے اور تین دن وہاں رہ کر رنگ ریزی و عبیر بیزی کے ساتھ سراپروے میں دل کھول کر ہولی کھیلی۔

چند دنوں کے بعد میر جعفر بہار ہو کر مرشد آباد روانہ ہوا۔ بہار میں مخدوم شرف الدین احمد منیری کے مزار اور بعض مزاروں کی زیارت کی۔ اس کے بعد یہاں کے تیل کے تلے ہوئے کھانے اور کباب جو تاڑی نوشوں کا گڑک ہوا اور میر جعفر کو بھی ان سے رغبت تھی فرمائش کر کے منگوائے اور لانے والوں کو انعام دے کر بڑے ذوق و شوق سے تناول کیے۔

میر جعفر نے نظامت کا کاروبار اپنے بیٹے میرن پر چھوڑ دیا تھا اور خود ناچ رنگ اور صحبت نسواں میں بسر کرتا تھا۔ میرن نے بھی باپ کے دتیرے اختیار کیے تھے۔ تھوڑے دنوں میں تمام نظم و برہم ہو گیا اور سپاہ کی تنخواہ تک ادا نہ ہوئی۔ اس وقت عبدالہادی خاں جامعہ داوڑ نے میر جعفر کے قتل کی

چالیس لاکھ روپے زیادہ حاصل کیے۔

(۳) میر جعفر اور راجا رام نرائن نائب ناظم بہار

بنگلے میں حکومت قائم ہو جانے پر میر جعفر نے عظیم آباد میں راجا رام نرائن کو مطیع کرنے کے لیے دل جوئی کے خطوط لکھے۔ یہاں چین لائبریری کے بعد راجا سندرنگھ (ٹکاری) اور اکثر زمیندار سراج الدولہ کے خون کا بدلا لینا چاہتے تھے۔ انھوں نے راجا رام نرائن کو ابھارنا چاہا۔ لیکن اس نے زمانہ سازی ہی میں فائدہ دیکھا اور میر جعفر کو بناوٹ کی باتیں لکھتا رہا۔ اس عرصے میں میر جعفر کے عظیم آباد آنے کی خبر اڑی۔ رام نرائن میر جعفر کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ اس لیے گینڈا ل کو اپنا وکیل بنا کر کلايو سے اپنی آبرو اور عدم وابستگی کا اعلان چاہا۔ لیکن میر جعفر سے خائف تھا اس لیے عیاری سے میر جعفر ہی کا معرفتی خط حاصل کیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ وکیل مذکور نے خوشامد سے ایک معمولی معرفتی خط کی التجا کی، اور جب سودہ درست کرنے کا حکم ہوا انشی کو ملا کر اپنے مطلب کا مضمون لکھوا لیا اور ایسے وقت میں دستخط کے لیے پیش کر دیا کہ میر جعفر نشہ بنگ میں بہوش تھا۔ اس خط کو لے کر رام نرائن نے کلايو سے ملاقات کی اور اپنی محافظت کا اطمینان حاصل کر لیا۔

میر جعفر نے ۱۷۵۸ء میں عظیم آباد آکر چند دن عیش و عشرت میں بسر کیے۔ اس کے بعد یہاں کی صوبے داری اپنے بھائی میر محمد کاظم کو دینے کا قصد کیا اور راجا رام نرائن سے صوبے کے مداخل کا محاسبہ چاہا۔ رام نرائن نے اسی دن کے لیے کلايو سے اپنی برائت کا وعدہ لیا تھا معاً کلايو کے پاس پہنچا اور

تم نہیں جانتے کہ کرنل کون ہے اور اس کا کیا رتبہ ہے۔ مرزا نے عرض کی حضور والا میری کیا مجال کہ کرنل کے آدمیوں سے مقابلہ کروں، میں تو روزانہ اس کے گدھے کو سلام کرتا ہوں۔ حاضرین دربار منہ پھیر کر مسکراتے لگے لیکن میر جعفر نے اپنی سادگی سے نہ سمجھا کہ اس گدھے سے خود بدولت ہی کی ذات مراد تھی۔ کھنپوں کے گدھے کا لطیفہ سیر المتاخرین کے علاوہ 'ٹیلز فرام انڈین ہسٹری' TALES FROM INDIAN HISTORY وغیرہ انگریزی تاریخوں میں بھی مذکور ہے۔

(۱) شہزادہ عالی گوہر اور جنگ عظیم آباد ۱۱۷۳ھ (۱۷۵۹ء)

۱۱۷۴ھ (۱۷۵۹ء) میں احمد شاہ بادشاہ دہلی نے انتقال کیا اور عالم گیر ثانی تخت نشین ہوا۔ بہار و بنگالے کی بد نظمیوں کے اخبار اور دھرم پنیپتے رہتے تھے محمد قلی خان صوبے دار الہ آباد نے (جو صفدر جنگ کا بھتیجا تھا) شجاع الدولہ نواب وزیر اودھ سے بہار و بنگالے کی تسخیر کے لیے مشورہ کیا۔ شجاع الدولہ چاہتا تھا کہ محمد قلی خان کسی طرح الہ آباد سے دفع ہو۔ اس نے صلاح دی کہ شہزادہ عالی گوہر ولی عہد عالم گیر ثانی کو متفق کر کے تم بوقت کرو پھر میں بھی آملوں گا۔ یہاں صوبہ بہار میں پنا جاند سنگھ و پہلوان سنگھ و کامکار خاں وغیرہ میر جعفر ناظم بنگالہ سے سراج الدولہ کے خون کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ انھوں نے بھی شہزادے کو پُرچک دی۔ شہزادے نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور نواب ہدایت علی خان بہادر اسد جنگ، نواب منیر الدولہ بہادر نادر جنگ،

سازش کی لیکن بھید کھل گیا اور عبدالہادی خان خود قتل کیا گیا۔

(۶) مرزا شمس الدین اور کلاویو کے گدھے کا لطیفہ

مرزا شمس الدین میر جعفر کے قدیم یاروں میں تھا اور میر جعفر کی پریشانی کے زمانے میں مرزا نے اس پر بعض احسان کیے تھے یا شاید کچھ ٹپ پر قرض دلوائے تھے۔ اب میر جعفر کو امارت ملنے پر مرزا حقوق سابقہ کے معاوضے کا متوقع تھا لیکن دینا دلانا تو وہ کفار میر جعفر اس کو پاس پھٹکنے کا بھی روادار نہ ہوتا تھا۔ ایک روز مرزا نے کسی طرح خلوت میں بار پایا تو میر جعفر اس کی زبان بند رکھنے کو خود ہی کہنے لگا کہ مرزا صاحب میں نے آپ کے احسانات فراموش نہیں کیے۔ لیکن کیا کروں کہ انگریزوں کو زر موعود دینے اور دوسری ضروریات سے فراغت نہیں ہوئی۔ زنا بکھڑوں سے نجات ہو تو آپ کی خدمت کروں۔ مرزا دل جلا تو تھا ہی۔ کہنے لگا بس اب زیادہ بیان نہ فرمائیے مجھے رقت آتی ہو۔ افسوس کہ سراج الدولہ نے میرا گھر لوٹ کر بے خانماں کر دیا ورنہ اس وقت بھی میں آپ کی خدمت سے قاصر نہ ہوتا۔ اس وقت میر جعفر دونوں ہاتھوں میں کئی جواہریں سمیٹیں اور گلی میں تین چار مالامروارید پہنے ہوئے تھا جو سراج الدولہ کے مال سے ہاتھ لگے تھے، مرزا کہنے لگا، یہ سنگ ریزے بھی ایسے قیمتی نہیں کہ خود بدولت کے کام آئیں ہاں اگر انھی ہاتھوں سے اس مخلص کے طمانچے لگائے جائیں تو اس کا دل خوش ہو۔ انھی دنوں میں کلاویو بھی آیا ہوا تھا، کسی نے میر جعفر سے لگا دی کہ مرزا نے کلاویو کے آدمیوں سے دن لگا کیا ہے۔ میر جعفر نے مرزا کو بلوایا اور ضمانت کر کہنے لگا

شہزادے سے یوم ملازمت مقرر کرایا۔

ہر چند غلام حسین خان نے متنبہ کیا کہ رام نرائن عیار ہر۔ جب حاضر ہوا اس کو ساتھ لے کر فوراً شہر پر قبضہ کر لینا چاہیے لیکن ہدایت علی خاں نے کہا کہ اب تک خاندان تیموریہ نے کسی سے دغا نہیں کی۔ اور محمد قلی خان کو یہ زعم تھا کہ میری تلوار کے آگے کسی کی عیاری کیا چلے گی۔

۱۹ رجب کو شہزادہ داؤد نگر سے روانہ ہوا اور قصبہ پھلواری کے قریب خیمہ زن ہو کر ہرن، مور و سرخاب کے شکار میں مشغول ہوا۔ اسی جگہ رام نرائن بھی شہزادے کے پاس حاضر ہوا۔ یہاں رسوم دربار کے مطابق وہ آداب و کورنش بجالانی پڑی جو عمر بھرنہ دیکھی۔ رنگ فاق، چہرہ اداس، لب خشک حیران رہ گیا۔ نذر کی اشرفیاں پیش کر کے خلعت (سر تعج) و خیمہ مرصع کلنی جو شہزادوں کے لیے مخصوص تھی حاصل کیا لیکن شہزادے کے ساند سامان کو اپنے نگاہ سے کم دیکھ کر دل میں پشیمان ہوا اور کھلے کا حیلہ کر کے خیمہ گاہ سے واپس چلا آیا اور قلعے کے استحکام میں مصروف ہوا۔

چند دنوں کے بعد شہزادہ بارغ جعفر خاں میں آکر ٹھہرا اور فوج و توپ خانہ کو شہر سے دھن جلتی کی طرف رکھا۔ اس وقت تک رام نرائن ظاہراً مدارات کرتا رہا۔ اس عرصے میں میر جعفر نے اول قصد کیا کہ کچھ رُپوے کر شہزادے کو جنگ سے باز رکھے لیکن اس کا سامان نہ ہو سکا۔ تب کلا یو سے مشورہ کر کے میرزا اور کرنل کیلاڈ کو فوج لے کر بنگالے سے روانہ کیا۔ ان کے آنے کی خبر

۱۷ شاہ عالم نام صفحہ ۵۰۔

HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA UNDER BRITISH RULE

مدار الدولہ بہادر (پسر خواجہ موسیٰ خاں) فضل اللہ خان بہادر، ممتاز الدولہ و بہادر علی خان بہادر و دولت خان وغیرہ چند ذی رتبہ لوگوں کو ساتھ لے کر اعتماد الدولہ محمد قلی خان کی معیت میں ۱۲ رجب ۱۱۳۲ھ کو کرناٹک مناسہ ندی کو عبور کر کے جہان آباد ہوتا ہوا داد نگر میں وارد ہوا۔

اتفاقاً اسی زمانے میں راجا ندر سنگھ کو ایک سردار نے محض معمولی سی تکرار پر مار ڈالا تھا اس لیے وہ شہزادے کا ساتھ نہ دے سکا۔

شہزادے کے آنے سے راجا رام نرائن بہت گھبرایا۔ اس نے میر جعفر سے فوج لے کر آنے کی استدعا کی اور انگریزی فوج مقیم عظیم آباد کے انسر سیمپل کوٹ سے بھی مشورہ کیا۔ آخر یہ رائے قرار پائی کہ اگر انگریزی فوج آجائے تو شہزادے سے جنگ کی جائے ورنہ جیسا وقت پڑے مناسب کارروائی کی جائے۔

اس اثناء میں میر جعفر نے رام نرائن کو لکھا کہ غلام حسین خاں ۱۱ مؤلف سیر المتاخرین) وغیرہ کو گرفتار کر لیں کیوں کہ انھی لوگوں نے نواب ہدایت علی خان کو ترغیب دے کر یہ فتنہ برپا کیا ہوگا۔ غلام حسین خاں نے اپنی برائت اور لاعلمی کا یقین دلایا کہ رام نرائن اور مرلی دھر ہر کارے سے اپنی سلامتی کا وعدہ لیا۔

بہر کیف شہزادہ آپہنچا تھا۔ شہر میں اس کی آن بان اور شان و شوکت کا شہرہ تھا۔ انگریزی فوج کا بھی اب تک کچھ پتا نہ تھا۔ رام نرائن نے مرعوب ہو کر اپنے مصاحب خاص محمد شاکر کی معرفت ایک سو ایک اشرفی شہزادے کے پاس مع عرضداشت روانہ کی اور حاضری کا قصد ظاہر کیا اور محمد قلی خان سے مل کر شاید کچھ متوقع کر کے اس کو اپنا طرف دار اور مداح بنالیا اور اس نے

۱۱ شاہ عالم نامہ صفحہ ۷۱۔ جہان آباد سے غالباً بھجوا جہان آباد مراد ہے۔

دینے کا وعدہ کر کے شہزادے کو روکنا چاہا لیکن اس کے معمولی زمیندار ہونے کے سبب شہزادے نے اس طرف التفاف نہ کیا اور کلایو کو لکھ بھیجا کہ چار مصارف ادا کر دو تو ہم یہاں سے ہٹ جائیں گے اور انگریزی تجارت کے لیے رعایتیں بھی ملحوظ رکھیں گے۔ شاید اسی زمانے میں عالم گیر ثانی نے بھی اپنے وزیر عماد الملک کے دباؤ سے کلایو کو لکھ بھیجا تھا کہ شہزادہ باغی نہ ہو جائے اس کی خبر لینا۔

کلایو نے بادشاہ اور شہزادہ دونوں کی خاطر ملحوظ رکھ کر شہزادے کے پاس خیر اللہ خاں اور چند اشخاص کی معرفت پانچ سو اشرفیاں بھیج دیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو حدود بہار سے نکالنے کے لیے ایک فوج بھی روانہ کیا۔ بہر کیف شہزادہ نواح عظیم آباد سے چل کر ۵ شعبان کو موضع مہولی پہنچا۔ ۹ شعبان کو داؤد نگر واپس گیا اور ۱۳ شعبان کو ہسرام ہوتا ہوا کرمناسہ ندی کے کنارے پر وارد ہوا۔ اسی جگہ شہزادے نے نوبت خاں کو اس دغا و فریب کی پاداش میں قتل کرایا۔

(۸) شہزادے کا بادشاہ ہونا اور رام نرائن اور انگریزوں

کی شکست ۱۷۶۳ء (۱۱۰۶ھ)

شہزادہ کرمناسہ ندی تک پہنچا تھا کہ اس کو باپ (عالم گیر ثانی) کے مارے

پاتے ہی رام نرائن نے تیور بدل دیے۔ محمد قلی خان کے آدمیوں کو جو صوبے کے کاغذات دیکھنے کو آئے تھے نکلوا دیا اور کہلا بھیجا کہ آپ کیا سمجھ کر حکم کرتے ہیں بندہ ناظم بنگال کا ماتحت ہی کچھ آپ کا نوکر نہیں۔ اب تک جو کچھ کرتا رہا برسم مہمان داری کرتا تھا۔

یہ سنتے ہی شہزادے نے قلعہ عظیم آباد کی تسخیر کا حکم دیا۔ دوسرے ہی دن فوج نے محاصرہ کر لیا۔ رام نرائن نے قلعے سے گولہ باری شروع کی اور شہزادے کی فوج نے پوری مدافعت کی۔ لیکن محمد قلی خان کے سوء تدبیر کے سبب قلعہ مفتوح ہوتے ہوتے رو گیا۔

سوء اتفاق سے عین سر کے کے وقت محمد قلی خان کو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ نے اس کی غیبت میں قلعہ الہ آباد پر قبضہ کر لیا ہے۔ ہر چند لوگ سمجھتے رہے لیکن محمد قلی خان دوسرے ہی دن الہ آباد کی طرف روانہ ہو گیا اور شہزادے کو لڑائی بند کر دینی پڑی۔

اسی کے بعد جن لافرنسیسی بھی شہزادے کے پاس حاضر ہوا۔ شہزادے نے اس کو نیمہ آستین اور اس کے ساتھیوں یعنی میر سیف اللہ و عبداللہ بیگ وغیرہ کو دستار و جامہ محمودی چکندوڑی دے کر رخصت کیا اور ان سے کہہ دیا کہ محمد قلی خان کے چلے جانے کے سبب فی الحال جنگ ملتوی رہے گی۔

محمد قلی خان کے جانے پر پہلوان سنگھ زمیندار کٹنبھہ نے جنگ کا خرچ

۱۔ شاہ عالم نامہ صفحہ ۷۷ کے مطابق ایک کڑور اور چند لاکھ پڑوا جا رام نرائن کے فتنے مایہ ہوتے تھے۔ ۲۔ سیر المتاخرین میں مفصل کیفیت مذکور ہے۔ شاہ عالم نامے میں لکھا ہے کہ شہزادے کی طرف بعض لوگ راجا رام نرائن کی سازش میں آ گئے تھے۔

کا اشارہ کیا۔ لیکن ان بہادروں نے جواب دیا کہ فیل کیا اگر آسمان بھی پھر جائے تو ہم لڑائی سے پیٹھ نہیں پھیرتے۔ آخر انھوں نے رام نرائن اور انگریزوں کے لشکر کو مغلوب کیا۔ لیکن خود بھی تیس سواروں کے ساتھ مارے گئے (سیرالتاخرین کے مطابق ان کی قبریں موضع فتوحہ اور بیکٹھ پور کے درمیان ہی عین معرکے میں کامگار خاں نے اپنا گھوڑا رام نرائن کے ہاتھی کے برابر بڑھا کر نیزے سے راجا مذکور کو سخت مجروح کیا بلکہ اپنی دافست میں اس کو مار ڈالا تھا لیکن اس نے تختہ ہودج کی آڑ میں لیٹ کر کسی طرح جان بچائی۔ اثنائے جنگ میں رام نرائن نے ایک فیل مست شاہی فوج کی طرف چھوڑ دیا تھا۔ جس سے عاقل خاں و محراب خاں و لطف اللہ خاں و ہاشم علی خاں و میر مقیم وغیرہ کسی نامی سردار پائمال ہو کر مر گئے۔ آخر بادشاہ نے خود خنجر و تیرے اس ہاتھی کو ہلاک کیا۔

اس جنگ میں رام نرائن اور انگریزوں نے شکست فاش کھائی۔ انگریزوں نے افسروں میں حیرت و اکثر غلغلہ بعض زخمیوں کو ساتھ لے کر صحیح و سلامت واپس ہوا۔ بادشاہ نے غلام شاہ و رحیم خاں و مرلی دھرو وغیرہ کو جو گرفتار ہو کر آئے تھے ازراہ نوازش خلعت دے کر رہا کر دیا۔

سیرالتاخرین کے قول کے مطابق یہ جنگ دھواتالے کے قریب ہوئی۔

ہسٹری آف بنگال بہار اینڈ اڑیسہ انڈر برٹش رول
(HISTORY OF) (BENGAL BIHAR ORISSA UNDER BRITISH RULE) (صفحہ ۱۳۸)

کے مطابق موضع محن پور میں ہوئی اور پٹنہ گزیٹ (PATNA GAZETTEER) ۱۹۲۴ء میں جگہ مذکور نہیں۔ شاہ عالم نامے میں بھی خاص جگہ مذکور نہیں۔ لیکن گڈھی دہری میں بادشاہ کا قیام کرنا لکھا ہے۔

جانے کی خبر ملی۔ ولی عہد تو تھا ہی اب بادشاہ ہو کر اس نے شاہ عالم لقب اختیار کیا (ابوالمظفر جلال الدین سلطان عالی گوہر شاہ عالم ثانی) اور دربار کر کے امرار کو مناصب و خطابات سے سرفراز کیا۔ انھی دنوں میں مدار الدولہ کی سعی سے محمد بلند خان کو موضع مید آباد ویتوپرگنہ سارن بطور التعمیر محنت ہوا اور محمد بخشی خان کو پرگنہ تلاڑہ کی فوج داری عنایت ہوئی۔

۱۷ صفر ۱۱۰۰ھ کو کامگار خاں نے اپنے معتمد اللہ داد و نثار ام کو بھیج کر بادشاہ کو بہار و بنگالہ فتح کرنے کی ترغیب دی اور جنگ کے مصارف کا ذمہ لے کر عظیم آباد بلایا۔ صوبہ بہار کے زمیندار جو میر جعفر اور میرن کی حرکات سے بیزار تھے بادشاہ کے ساتھ ہو گئے۔

اس وقت راجا رام نرائن کی فوج دھواٹالے کے قریب جمع تھی اور پکتان کا کرین جس کو کلایو نے انگریزی فوج متعینہ عظیم آباد کا افسر اعلیٰ مقرر کیا تھا رام نرائن کی کمک میں موجود تھا۔ بادشاہ اور کامگار خاں کے پاس کئی ہزار سپاہ تھی جن میں اصالت خان بہادر و دلیر خاں بہادر بھی شامل تھے، بادشاہ نے اصالت خاں و دلیر خاں کو فوج کی ہراولی اور کامگار خاں کو ایلمتش اور ممتاز الدولہ و مدار الدولہ کو جر انغار و برانغار اور کھانڈی ساؤ کو طلایہ پر متعین کر کے یکم جمادی الثانی ۱۱۰۰ھ (۲۸ جنوری ۱۷۸۷ء) کو جنگ کا حکم دے دیا۔ پکتان کا کرین چاہتا تھا کہ جنگ کچھ دن اور ملتوی رہے۔ کیوں کہ میجر کیلاڈا اب تک بنگالے کی فوج لے کر نہیں پہنچا تھا۔ لیکن رام نرائن کی طرف سے یکایک غلام شاہ نے توپ چلا دی جس سے التوا کا موقع نہ رہا اور اس کے بعد ہی گھمان لڑائی چھڑ گئی۔ انگریزوں نے گولیوں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ بادشاہی فوج کے نشان کے ہاتھی نے گریز کیا اور بعض لوگوں نے اصالت خاں و دلیر خاں کو واپس ہونے

تغاقب میں بنگالے جا چکے تھے۔ اس لیے راجارام نرائن نے متفکر ہو کر جعفر نامی ایک شخص کو جس کے مکان میں لاندہ کو رکھ کر اسے دار رہ چکا تھا اس کا مافی الضمیر دریافت کرنے کی غرض سے اس کے پاس بھیجا۔ لاموصوف نے تمام استفسار کے جواب میں یہ شعور بڑھا۔

ازما حذر کنید کہ مادل شکست ایم خاکسترایم دبر سر آتش نشست ایم اور اپنا یہاں رہنا بے سود سمجھ کر بہار کی طرف چلا گیا۔ اسی وقت بادشاہ بھی بہار واپس آیا تھا، اس نے لافرانسیسی کو قلعہ عظیم آباد کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ راجارام نرائن اور شتاب رائے نے حتی المقدور سپاہ فراہم کر کے مدافعت کی۔ لیکن جین لا اور زین العابدین خان نے پُر در پُر حملہ کر کے دیوار میں رخنہ کر دیا۔ بلکہ کامگار خاں کی فوج کے کچھ لوگ قلعے میں داخل بھی ہوئے اور طرفین کو یقین ہوا کہ اب یہ قلعہ مفتوح ہوا چاہتا ہے۔

اتفاقاً علی الصباح گنگا کے پار کچھ سپاہی نظر آئے۔ پہلے سے معلوم تھا کہ خادم حسین خاں فوجدار پور نیر بادشاہ کی مدد کو آئے والا ہے۔ گنگا کے پار سپاہیوں کی جھلک دیکھ کر اہل قلعہ کے ہاتھ پاتھ پھول گئے۔ لیکن بغور دیکھنے پر بعض لوگوں نے (جن میں غلام حسین خاں مولف میر المتاخرین بھی تھے) معلوم کیا کہ انگریزی فوج ہے۔ انھوں نے اسی وقت ڈاکٹر فلرٹن کو اطلاع دی۔ اور ڈاکٹر موصوف نے گشتیوں کا بندوبست کر کے فوج کو عبور کرایا۔ اب معلوم ہوا کہ کپتان رینڈ فرلی ناکس جس کی قبر باقی پورا احاطہ عدالت میں پورب جانب ہے، دو سو تخت گورے اور ایک دیسی پلٹن اور دو توپیں ساتھ لے کر تیرہ دن میں بردوان سے یہاں آیا ہے۔ اس کے آنے سے اہل قلعہ اور انگریزوں کی جان میں جان آگئی۔

۹) قلعہ عظیم آباد پر شاہ عالم کا دوسرا حملہ اور شکست

(۱۷۶۰ء - ۱۷۶۱ء)

دعواتالار کی شان دار فتح کے بعد بادشاہ نے بنگالے کا رخ کیا۔ اس اثناء میں میرن اور میجر کیلاڈ کے ادھر آنے کی خبر بھی معلوم ہوئی۔ شاہ عالم نے میرن کو ملا لینے کی غرض سے کاظم بیگ کو بھیج کر میرن کو بہت کچھ جاہ و منصب کی توقع دلائی۔ لیکن غالباً انگریزوں کی موجودگی کے سبب یہ کوشش رائیگاں ہوئی۔ میرن نے شاہ عالم کے پیام کے جواب میں کاظم بیگ پیغام بر کو قتل کر ڈالا۔

شاہ عالم تھوڑی ہی دُور گیا تھا کہ ۹ فروری ۱۷۶۱ء کو میرن اور میجر کیلاڈ کی فوج سے مقابلہ ہو گیا۔ پہلے ہی حملے میں میرن جس نے کبھی کوئی معرکہ نہ دیکھا تھا زخمی ہو کر بھاگ چلا تھا لیکن انگریزی توپوں نے شاہی فوج کو پس پا کیا۔ شاہ عالم پلٹ کر پھر بہار آیا اور تین دن یہاں قیام کر کے جنگل کی راہ سے مرشد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ میرن کو بھی اس کی بھنک پہنچی۔ اس نے فوراً میر جعفر کو آگاہ کیا اور خود بھی دھیرج نرائن برادر راجارام نرائن کو ساتھ لے کر مرشد آباد روانہ ہوا۔ اس اثناء میں مرہٹے بھی بنگالے کے قریب بادشاہ سے مل گئے تھے۔ لیکن مخالفوں کے بندوبست اور کثرت افواج کا حال معلوم کر کے یا کسی اور سبب سے شاہ عالم نے مرشد آباد پر چڑھائی نہ کی اور پھر بہار کی طرف معاونت کی۔ اس عرصے میں جین لاء عظیم آباد میں وارد ہوا۔ انگریز اور میرن شاہ عالم کے

۱۷۶۱ء شاہ عالم نار منفر ۱۳۵ھ

۱۷۶۱ء سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۶۱۔ شاہ عالم نار منفر ۱۳۲ھ -

کے قصد سے خادم حسین خاں کی خیمہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن اتفاق سے ہرکارہ راستہ بھول گیا۔ اس لیے شب خون کے ارادے سے باز آکر کپتان کو ایک جگہ ٹھہر جانا پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد خادم حسین خاں کا لشکر نمودار ہوا۔ ابھی صبح بھی نہ ہوئی تھی کہ اس لشکر کی پورس سے کپتان کی بن گاہ میں بھور ہو گئی۔ قریب تھا کہ انگریزی فوج میں سخت انتشار پیدا ہو لیکن کپتان ناکس اور شتاب رائے نے نہایت استقلال سے قدم جما کر توپوں سے گولہ باری شروع کرائی۔ خادم حسین خاں نے اپنے بخشی میر افضل کو ایک بارگی پوری فوج سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جوں ہی سوار آگے بڑھے انگریزی فوج نے گولیوں کی بوچھاڑ سے ان کو مجروح اور نکلا کر دیا۔ بالآخر خادم حسین خاں کی ناتجربے کار اور تھکی ماندی فوج اپنے پرانے حریفوں سے انگریزی توپوں اور بند دتوں کا مقابلہ نہ کر سکی اور سوئے تدبیر کے سبب مہزوم ہو کر بیا کی طرف بھاگ گئی۔ اس کے چار سو آدمی مقتول ہوئے۔ اور تین ہاتھی اور چار ضرب توپیں بھی انگریزوں کے ہاتھ آئیں۔ شام کے قریب جب کپتان اور شتاب رائے واپس آئے تو پہلے کسی نے ان کی فتح کا یقین نہ کیا لیکن بعد کو واقعہ خود ہی ظاہر ہو گیا۔ حقیقتاً اسی جنگ سے بادشاہ کا زوال اور انگریزوں کا عروج شروع ہوتا ہے۔

۱۱۱) خادم حسین خاں کا تعاقب اور میرن کی موت

۱۱۶۳ھ (۱۷۶۰ء)

جس وقت خادم حسین خاں پورنیہ سے روانہ ہوا تھا میرن اور کرنل کیلاڈ

۲۹ اپریل ۱۷۶۰ء کو کپتان ناکس نے اچانک بادشاہ کی فوج پر حملہ کیا۔ بادشاہ محاصرہ چھوڑ کر کچھ دُور ہٹ گیا اور تیسرے دن کامگار خاں کے ساتھ مان پور (ضلع گیام) کی طرف چلا گیا۔ مرہٹوں کی فوج بھی جوہلسہ کے قریب تھی اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔

(۱۰) بیر پور کی جنگ اڈم حسین خاں کی شکست

۱۱۷۳ھ (۱۷۶۰ء)

شاہ عالم کے جانے کے بعد ہی اڈم حسین خاں فوجدار پورنیہ آٹھ دس ہزار آدمیوں کے ساتھ عظیم آباد کے سامنے گنگا کے پار آ پہنچا۔ بادشاہ کے جانے کے بعد عظیم آباد میں انگریزوں کو کوئی خیر نہ تھا۔ اڈم حسین خاں کے آنے پر کپتان ناکس نے راجا رام نرائن سے کچھ فوج گنگا پار بھیجنے کو کہنا اور شباب رائے سے یہ مشورہ ہوا کہ انگریزی فوج تھوڑی ہو اس لیے بہتر ہو کہ بجائے جنگ کرنے کے شب خون مار کر اڈم حسین خاں کو منہزم کر دیا جائے۔ رام نرائن کے جماعہ دار اپنی مختصر جماعت کو اڈم حسین خاں کے لشکر کے مقابلے میں محض حقیر تصور کرتے تھے۔ انھوں نے شباب رائے کو بھی کپتان ناکس کا ساتھ دینے سے منع کیا۔ لیکن شباب رائے نے دو تین سو سوار فراہم کر کے کپتان کی معیت اختیار کی اور دو دو ٹوپہ دو ہزار فوج کے ساتھ آدھی رات گئے گنگا پار جا کر شب خون

لہ میرالقا حسین جلد ۲ صفحہ ۳۱۲۔ ریاض السلاطین صفحہ ۲۷۹

۱۹۲۳ء صفحہ ۳۰۔ مرہٹوں کا مقام ہند میں

GATEWAY, PATNA

دہناریاض السلاطین میں مذکور ہے۔

کشتی پر سوار ہوئیں اور ان کو ڈیوئے جانے کا یقین ہوا تو گناہوں سے توبہ کر کے انھوں نے دعا کی کہ خدا میرن سے بدلے لے لیا اس پر کشتی بجلی گرے (اتفاقاً اسی شب یا اس کے بعد ہی میرن پر بجلی گری۔

تیسرا ازادہ منظوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال می آید میرن نے ایک فہرست میں ڈیڑھ دو سو آدمیوں کے نام لکھ رکھے تھے کہ خادم حسین خاں کے تعاقب کے بعد ان کو بھی ہلاک کرے۔ لیکن کاتب قدرت نے پہلے خود اسی کی زندگی کا دفتر تمام کر دیا۔ کیلاڈ نے میرن کی موت کو غصی رکھنے کے خیال سے اس کی آنتیں نکلوا کر دفن کرا دیں اور مجھے کو ہاتھی پر رکھا کر اس کی بیماری کا بہانہ کر کے بنگالے بھجوا دیا۔

۱۱۲) میر جعفر کی معزولی اور میر قاسم علی کی امارت

۱۱۶۲ھ تا ۱۱۷۱ھ (۱۷۶۲-۶۱ء)

میر جعفر کا امور نظامت سے غافل رہنا اور پر مذکور ہو چکا ہے۔ میرن کے جوانی میں سے تمام کاروبار اور بھی ابتر ہو گیا۔ اس وقت کلایو بھی ولایت چلا گیا تھا اور ہنری ونسٹرٹ (HENRY VANSETTART) انگریزی کمپنی کا افسر اعلیٰ تھا۔ میر جعفر نے اپنے داماد میر قاسم علی پسر میر مرتضیٰ حسین بن اتیا ز خاں (خالص تخلص) کو جو مہابت جنگ کے وقت میں شہامت جنگ کی سرکار میں چند سواروں کا

۱۱۷۱ھ میں المتاخون بلد ۲ صفحہ ۲۶۸ کے مطابق یہ واقعہ ۹ رذیقہ ۱۱۷۱ھ شنبہ چوبیس کا ہے۔

(۲ جولائی ۱۱۷۱ھ) اس وقت میرن کی عمر کیس سال تھی۔ ماثر الاما میں اس واقعے کی تاریخ

"بنگالہ برق افتادہ بہ میرن" لکھی ہے۔ ۱۲

۱۱۶۲ھ میں المتاخون بلد ۲ صفحہ ۲۶۹۔

بھی عظیم آباد کی طرف آ رہا تھا۔ ان کے یہاں آنے سے پہلے ہی خادم حسین خاں
شکست کھا کر اطراف ترہت میں روپوش تھا، اس لیے یہ دونوں خادم حسین خاں
کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ آدمی صاحب لکھتے ہیں کہ میرن کی فوج مہر کے
کے وقت ہمیشہ لڑنے والوں سے ایک میل پیچھے رہا کرتی تھی۔

بہر کیف انگریز اور میرن کے لشکر سے خائف ہو کر خادم حسین خاں نے
فرار کی راہ تلاش کی لیکن ہنی اسرائیل کے گروہ کی طرح سانسے گنڈک ندی اور
عقب میں دشمن کی فوج تھی۔ بے سرو سامانی میں ندی کو عبور کرنا محال تھا۔ اس
لیے عالم جیسں بیسں میں خادم حسین خاں زندگی سے ہاتھ دھو کر سر پہ
روانہ ہوا۔ پیچھے پیچھے میرن بھی تعاقب میں بڑھتا آتا تھا۔ اتفاق سے دو گھڑی
رات گزرنے پر سخت بارش اور طوفان شروع ہوا۔ میرن نے بڑے نیچے کو چھوڑ کر
ایک چھوٹی راڈی میں شب بسر کرنے کا تہیہ کیا۔ تھوڑی رات گزرنے پر بجلی
گرنی اور میرن مع چند رفقاء کے ہلاک ہوا۔ میرن کے اخیرین میں مذکور ہو کہ میرن کے
سر میں گدی کی طرف پانچ چھو باریک سوراخ ہو گئے تھے اور تمام جسم نیلا ہو گیا
تھا۔ قریب میں تلوار تھی اس میں بھی تین سوراخ تھے۔

میرن نے مرشد آباد سے چلتے وقت کسی معتمد کو خفیہ حکم دیا تھا کہ گھسیٹی
بیگم اور آمنہ بیگم (سراج الدولہ کی خالہ اور ماں) کو جہاں گیر نگر سے مرشد آباد
لے جانے کے حیلے سے کشتی پر بٹھا کر بیچ ندی میں غرق کر دینا۔ جب یہ عورتیں

(۱۱۳) جنگِ سیوان (بہار) اور عظیم آباد میں شاہ عالم کی

تسخت نشینی ۱۷۷۲ء (۱۱۶۱ھ)

شاہ عالم کا مان پور رگیا کی طرف جانا ان پر مذکور ہو چکا ہے۔ اس وقت قلعہ عظیم آباد کے باہر اطراف گیا تک تمام علاقے بادشاہ کے قبضے میں تھے اور شاہی حملے قلعے کے دروازے تک اگر مال گزاری وصول کرتے تھے۔
۱۲ دسمبر ۱۷۷۲ء کو یہجر کارنک انگریزی فوج متعین عظیم آباد کا انسر مقرر ہو کر آیا۔ اس نے بادشاہ کا مع فوج اس قدر قریب رہنا مخدوش جان کر جنگ مانتیہ کیا اور ۱۵ جنوری ۱۷۷۲ء کو فوج آراستہ کر کے باغ جعفر خاں سے کوچ کیا۔ قصبہ بہار سے نو میل دکن موضع شیوان کے قریب شاہ عالم کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ بادشاہ کی خستہ حال فوج نے ہر چند بہادری دکھائی لیکن بالآخر ہنرم ہو کر پس پا ہوئی اور جین لافرانسیسی بھی انگریزوں کی قیادت میں آگیا۔ شاہ عالم نے پھر گیا کی طرف معاودت کی۔ اس وقت تک کامیاب رہاں شاہی فوج کا کفیل تھا۔ لیکن اس شکست کے بعد اس نے بھی ترک رفاقت لی۔ اس اثنا میں شجاع الدولہ نواب وزیر نے اودھ سے بادشاہ کو عرضداشت بھیجی کہ یہاں آپ کے نام کا سکہ جاری ہو گیا جلد تشریف لائیے کہ امور سلطنت درست کر لیے جائیں۔ انگریز پہلے سے صلح کے جو یا تھے اور راجا شتاب رائے کے ذریعے سے پیام بھی دے چکے تھے لیکن شاہ عالم نے کامیاب رہاں کے کہنے سے ٹال دیا تھا اب

افسر تھا اور اسی زمانے سے ہر جگہ آمد و رفت اور رسوخ رکھتا تھا اور میر جعفر کے زمانے میں ضلع رنگ پور کا فوج دار مقرر ہوا تھا۔ یہ ضرورت چند بار صاحب موصوف کے پاس نکلتے بھیجا۔

میر قاسم نے میر جعفر کا کچا چٹھا صاحب موصوف سے بیان کر دیا۔ انگریزوں کو اس وقت تک میر جعفر سے نصف رقم موعود بھی وصول نہ ہوئی تھی اس لیے ان کو ایسے مشتاق امارت کی حاجت تھی جو باقی رقم فوراً ادا کر دے۔ میر قاسم کا ٹھکانا پورا نکلا۔ انگریزوں نے میر جعفر سے جو قول و قرار کیے تھے ان کو بالائے طاق رکھ کر میر قاسم سے معاملات حل کر لیے اور ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۰۳ھ روز دو شنبہ کو میر جعفر کو معزول کر کے میر قاسم کو بہار و برنگلے واڑیہ کی مندر نظامت پر متمکن کیا۔ نئے نواب نے اپنے لیے نصیر الملک اقیاز الدولہ (میر قاسم علی) خان بہادر نصرت جنگ کا خطاب پسند کر کے بادشاہ سے اس کی درخواست کی اور اسی طرح اپنے قرابت مندوں اور مقربوں کو بھی خطابات سے سرفراز کیا۔ نظامت پر قابض ہوتے ہی میر قاسم نے میر جعفر اور میرن کے ملازموں، مصاحبوں حتیٰ کہ کینیزوں اور رنڈیوں سے بھی تمام زرد مال جو انھوں نے بطور انعام حاصل کیے تھے بے تشدد واپس لیے اور اس لوٹ کھسوٹ سے ڈر کر برس کے اندر ہی کافی رپڑ فراہم کر کے سپاہ کی تنخواہ اور انگریزوں کی باقی ادا کر دی اور اپنے رفیق و وزیر نواب علی ابراہیم خاں کو نئی فوج کی بھرتی کے لیے مامور کیا اور گریگوری (GREGORY) نامی ایک ارمنی کو سردار بنا کر یورپین اصول پر قواعد کی تعلیم شروع کرادی۔

یہ سیرالتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۷۴ HISTORY OF BENGAL BIHAR

صفحوں ۱۲۲ تا ۱۴۱ اسے ماخوذ ہوا۔ حالانکہ

سلطنت دار لکھ جائیں گے۔

(۱۳) رام نرائن جنرل کوٹ اور میر قاسم کا معاملہ

شاہ عالم کے جیلے پر میر قاسم نے راجا رام نرائن سے صوبے کے محاصل کا محاسبہ چاہا۔ رام نرائن جیلے حوالے کرنے لگا۔ اتفاقاً اسی زمانے میں (مسی ۱۸۳۸ء) جنرل آئر کوٹ (KEYRE COOTE) انگریزی فوج کا سردار مقرر ہو کر عظیم آباد آیا تھا۔ رام نرائن نے محاسبہ سے بچنے کے لیے جنرل مذکور سے ارتباط پیدا کیا اور خفیہ میر قاسم کی شکایتوں سے اس کے کان بھرنے شروع کیے۔ یہاں تک کہ ایک دن جنرل کو یقین دلایا کہ نواب انگریزی لشکر پر چھاپہ مارنے کا قصد رکھتا ہو۔ نادان جنرل نے اس کو باور کر کے اپنی فوج آماسہ کی اور اچانک نواب کی خرگاہ میں چلا آیا۔ نواب اس وقت خواب راحت میں تھا اور اس کی فوج بھی غافل پڑی تھی۔ جنرل پر رام نرائن کی فتنہ انگیزی کا حال کھلا تو نہایت پریشان ہوا اور اپنے ایک ماتحت کو معذرت کے لیے چھوڑ کر واپس گیا۔ میر قاسم کو جنرل کی یہ حرکت بہت بڑی لگی۔ اس نے کلکتے کی کونسل میں اس کی شکایت لکھ بھیجی کونسل نے جنرل کو واپس بلا لیا۔ اور میر قاسم کو لکھا کہ رام نرائن کے معاملے میں تم خود مختار ہو۔ اب میر قاسم نے جمع خرچ کا حساب طلب کر کے دیکھا تو بعض خیانتوں کا پتا چلا۔ رام نرائن نے سرشتہ کا محاسبہ کم کرنے کی

(۲۵۰ کا بقیہ ماشیہ)

PATNA GAYETTEER ۱۸۳۸ء BENGAL BIHAR ORISSA

۱۹۲۶ء صفحہ ۲۲ سے ماخوذ ہو۔ سیر المتاخرین میں مفصل طور پر مذکور ہو۔

۱۵ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۹۲۔

شاہ عالم نے خود شتاب رائے کو بلوا کر صلح کی گفتگو چھیڑی۔ انگریز جانتے تھے کہ احمد شاہ ابدالی اور تمام امراء ہندستان شاہ عالم کو تخت سلطنت کا وارث تسلیم کر چکے ہیں اور اگرچہ بعض معرکوں میں بادشاہ نے شکست کھائی ہے لیکن امن اور فائدے کی صورت صلح میں ہے۔ انھی اسباب کی بنا پر مہاراجہ جگر شاہ جاکر شاہ عالم کے پاس حاضر ہوا اور نہایت عزت اور احترام کے ساتھ بادشاہ کو عظیم آباد لے آیا۔ شاہی لشکر بیٹھے پور کے تالاب کے قریب فرود ہوا اور انگریزی فوج باقی پور کی چھاؤنی میں ٹھہری۔ ۱۲ مارچ ۱۷۵۷ء کو محل زاریا کی انگریزی کوٹھی میں تخت نشینی کا انتظام ہوا۔ کھانے کی میز پر دست بچھائی گئی۔ انگریز صف باندھ کر مودب کھڑے ہوئے اور شاہ عالم نے شاہانہ وضع سے جلوس کیا۔ میر قاسم ناظم بنگالہ نے بھی حاضر ہو کر ایک ہزار اشرفیاں نذر دیں۔ بادشاہ نے ہر ایک کو علی قدر مرتبہ خلعت دیدی۔ راجا رام نرائن اور راجا بلیم بھی شرف یاب ہوئے۔

رسومات کے بعد دوسرے کمرے میں جاکر بہار و بنگالہ وارڈیس کے کاغذات پیش ہوئے۔ تینوں صوبوں کا شاہی خراج مبلغ چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ مقرر ہوا اور میر قاسم نواب ناظم نے بلا عذر یہ رقم سکاری۔ اس وقت اسی قدر معاملات طے کر کے شاہ عالم نے چند دن قلعے میں قیام کیا اور آخر ذیقعد ۱۱۷۲ھ کو اودھ کی طرف روانہ ہوا۔

۱۷۵۷ء کی کوٹھی ایون گودام کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں آٹھ پچھم جانب گنگے کے قریب وہ کمرہ جس میں شاہ عالم تخت نشین ہوا تھا اب تک موجود ہے۔ ایون گودام کی عمارتوں میں فی الحال سرکاری چھاپے خانہ اور سرسے آفس وغیرہ ہیں۔

فتح سنگھ گرفتار ہو کر عظیم آباد میں محبوس کیے گئے۔ اس کے بعد بھوج پور کے راجائے بھی اطاعت قبول کی۔ میر قاسم نے مدت مدید پھر ان ملاقوں سے مال گزاری وصول کی تھی۔

(۱۶) میر قاسم کی طرزِ حکومت اور حسن تدبیر

ایک انگریز مورخ کا بیان ہے کہ میر قاسم کی دادرسی اور انصاف بہترین حکام اسلام کے رویہ کے مطابق تھا۔ سیر المتاخرین کا بیان ہے کہ اگرچہ میر قاسم پناہ برنگائے کی بے وفائی اور عام طور پر شاہیر ملک کی بے اعتباری کو دیکھ کر اخذ مال اور قتل و قید میں بے باک تھا لیکن ملکی معاملات اور انفصال قضایا اور قندہانی علماء میں بے نظیر تھا۔ ہفتے میں دو روز خود بر سر عدالت مَدعی و مَدعا علیہ کا اظہار سنتا تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ رشوت لے کر کچھ جھوٹ سچ لگا سکے۔ تحقیقات کے بعد خود مقدمے کو فیصلہ کرتا تھا۔ اور حکم کی تعمیل کے لیے فوراً سزا دل تعینا کیے جاتے تھے۔

میر جعفر نے نام کی نوابی کو معراج سمجھا تھا لیکن میر قاسم باقاعدہ حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ہر طرف پورا بندوبست کر کے قلعہ مونگیر میں سکونت

۱۷ میر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۹۶ تا ۳۹۸۔

۱۸ HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA UNDER

BRITISH RULE صفحہ ۱۳۵

۱۹ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۹۹۔

غرض سے بعض متصدیوں کو روپوش کرا دیا۔ لیکن میر قاسم نے رام نرائی کے گھر سے سات لاکھ روپے نقد اور تھینا اسی قیمت کی جنس برآمد کر کے لے لی باقی رقم لوگوں کے گھروں میں چھپا دی گئی تھی ان کا کچھ پتا نہ ملا۔ مرلی دھر بہارہ نثار رام بہاجن اور بعض معطلے دار بھی جو رام نرائی کے شریک تھے گرفتار ہو کر جھبوس ہوئے۔ راجا شتاب رائے بھی لپیٹ میں آگیا تھا۔ لیکن یہ بدلت خاص جواب دہ نہ تھا اس لیے اس نے اپنی داشت سے آب و وقائم رکھی۔ انگریزوں نے بھی اس کے حقوق خدمات کے لحاظ سے اس کو نجسات دیوائی اور اس کا معاملہ انگریزی کونسل کے فیصلے پر موقوف رکھا گیا۔ شتاب رائے عرصے تک کھلتے ہیں اپنے مقدمے کی پیروی میں پریشان رہا۔ آخر کونسل نے اس کو بے قصور قرار دیا لیکن میر قاسم کی حکومت سے نکل جانے پر مجبور کیا۔ میر قاسم نے شاہی سرمنگو اکبر ہتاس کی قلعہ داری عظیم آباد کی دیوانی اور مصنام الدولہ کی جاگیر جو شتاب رائے کے انتظام میں تھی اپنے دخل میں لے لی۔

۱۱۵) صوبے کے جنوبی علاقوں اور بھوج پور کا انتظام

عظیم آباد میں ناظر خواہ بندوبست کر کے میر قاسم نے نوبت رائے کو نائب مقرر کیا اور خود جنوبی علاقوں میں کام گارخاں (نرہٹ سمائے) بنیلونگھ و نونگھ (ٹکاری) اور بشن سنگھ زمیندار پوری کو مطیع کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ کام گارخاں پہاڑی علاقوں میں جا چھپا اور بشن سنگھ بھاگ کر بنارس چل دیا۔ بنیاد سنگھ و

ایسا پیشمان ہوا کہ عالی جاہ کو منہ دکھانا نہ چاہتا تھا۔ عالی جاہ کو حال معلوم ہوا تو نواب علی ابراہیم خاں کو بھیج کر اس کو بلوا لیا اور فوراً عظیم آباد کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

(۱۸) عالی جاہ اور انگریزوں کی مخالفت (۱۷۶۳ء)

عالی جاہ نے بیدار مغزی اور ہوشیاری سے اپنے سب کام بنائے اور تینوں صوبوں میں حکومت و صولت قائم کر لی لیکن انگریزوں سے اس کی نہ بنی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ انگریزی کمپنی کے ملازم نواب کو اپنا بندہ بے دام بنائے رکھنا چاہتے تھے اور عالی جاہ کو اپنی جاہ و منصب کا خیال تھا۔ کمپنی کے علاوہ کمپنی کے ملازم انگریز بھی اپنا خاص تجارتی مال بلا محصول ادھر ادھر لے جاتے تھے۔ بتایا جائے سے پہلے عالی جاہ نے مونگیر میں ہنری ڈسٹر کمپنی کے افسر اعلیٰ سے عند الملاقات اس بات کی شکایت کی اور افسر مذکور نے وعدہ کیا کہ اس بارے میں مناسب حکم جاری کیا جائے گا۔ چنانچہ خود اس کا قول تھا کہ شاید ہی کوئی دن گزرتا ہو گا کہ کمپنی کے ملازم محض ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر حیل نکال کر نواب کی حکومت کی پامالی اور اس سے علوں کو گرفتار کر کے اس کی توہین نہ کرتے ہوں۔ بہر حال سٹروڈسٹرٹ کی خواہش تھی کہ کسی طرح یہ معاملہ آپس کی رضامندی سے طر پاجائے لیکن کلکتے کی کونسل نے ناحق کمپنی کے ملازموں

۱۸ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۰۵۔

اختیار کی اور گرگین ارمنی کی نگرانی میں توپ بندوق اور اسلحہ جنگ بنانے کے کارخانے قائم کیے گئے۔ اور باضابطہ فوج بھرتی کر کے ماہ بہ ماہ تنخواہ ادا کی۔ اس کے بعد بادشاہ کو نذر بھیج کر اعلیٰ منصب و خطاب کی استدعا کی۔ اہتدائے ۱۱۷۱ھ میں شاہ عالم نے حسب درخواست منصب ہشت ہزاری اور خطائے "نواب عالی جاہ" عنایت کیا۔

۱۱۷۱ھ بتیا سے نیپال کی طرف فوج کشی ۱۱۷۱ھ (۱۷۵۳ء)

عالی جاہ نے بتیا کے علاقے پر تسلط پایا تھا اور گرگین نے ٹٹا تھا کہ نیپال میں بڑی دولت ہو۔ اس نے بعض پادریوں سے جو اس طرف سے ہو آئے تھے کچھ حالات دریافت کر کے عالی جاہ کو نیپال پر فوج کشی کے لیے ابھارا۔ عالی جاہ نے گرگین کو تھوڑی فوج کے ساتھ کوچ کا حکم دیا اور بتیا کے انتظام کا بہانہ کر کے خود بھی اس طرف روانہ ہوا۔ خود عالی جاہ نے بتیا میں قیام کیا۔ اور گرگین نیپال کی طرف روانہ ہوا۔ مقام کوانی پور کے قریب پہنچ کر گرگین کے سپاہیوں نے گھائی سے گزرنا چاہا۔ گرگھے (GURKHAS) مزاحم ہوئے۔ لیکن سپاہیوں نے کسی طرح پہاڑ کی ایک چوٹی پر قبضہ کر لیا۔ گرگھوں نے رات کو ہجوم کر کے بطور شب خون حملہ کیا۔ طرفین سے تیر و بندوق چلنے لگی بالآخر گرگین خان کا لشکر منہزم ہو کر افتان و خیزاں واپس آیا۔ اس شکست سے گرگین

۱۱۷۱ھ اسی زمانے سے اب تک موٹلی میں لومہ کی چیزیں بنتی ہیں۔ اور بندوق بھی تیار کی جاتی ہے۔ ۱۱۷۱ھ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۔

(۱۹) قلعہ عظیم آباد پر انگریزوں کا قبضہ کرنا اور اسی دن

بے دخل ہونا ۱۱۷۱ھ (۱۷۶۳ء)

مسٹر اس نے چھڑ نکال کر عالی جاہ کو لکھا کہ میرے سپاہی دیوان محلے کی کھڑکی سے شہر میں جا کر چھپ جاتے ہیں اس لیے اس دروازے کو بند کرنا چاہیے۔ ہر چند عالی جاہ کی طرف سے اس کو کھلا رکھنے کے لیے معقول وجوہ پیش کی گئیں۔ لیکن اس اپنی بات پر اڑ گیا۔ بالآخر عالی جاہ نے کھڑکی بند کرادی اور اس جگہ ایک چبوترہ بنوا کر توپ چڑھا دی۔ اس کو یہ نیا شگوفہ ہاتھ لگا۔ اس نے کونسل کو لکھ بھیجا کہ لو اب جنگ کے لیے آمادہ ہو اس لیے مجھ کو بھی جنگ کی اجازت دی جائے۔ کونسل نے اس کی درخواست کے مطابق جنگ کی اجازت دے دی۔

انہی دنوں میں کونسل کی طرف سے گفتگو کے لیے دو انگریز مسٹر امیٹ اور سے نامی عالی جاہ کے پاس مونگیر آئے تھے۔

ابھی کوئی گفتگو نہ پائی تھی کہ انگریزوں کی ایک کشتی جس میں اور سامان کے علاوہ پانچ سو ہندو قیں کلکتے سے عظیم آباد بھیجی گئی تھیں مونگیر کے قریب پہنچی۔ ہندو قیں بھیجنے سے انگریزوں کے ارادے کا حال کھل گیا۔ عالی جاہ نے مسٹر امیٹ کو رخصت دے دی لیکن مسٹر سے کو یہ کہہ کر روک لیا کہ جب تک انگریز میرے گماشتوں کو رہا نہ کریں گے تم نہیں جا سکتے۔ امیٹ نے چلتے وقت اس کو

سے شہر کا صدر راستہ بچھم دروازے سے تھا۔ دیوان محلے کے موڑ پر جہاں سے سرگ دکن

کو مڑ گئی ہو۔ ایک معمولی سا کٹرے دار دروازہ لگا ہوا تھا۔ ۱۲

کی طرف داری کی۔ اور عالی جاہ نے اپنے گماشتوں کو حکم دیا تھا کہ کونسل کا حکم آنے تک کسی جیلے کپنی کے مال کے سوا اور مال کو بدوک رکھنا۔ عالی جاہ کے گماشتوں نے روک ٹوک شروع کی تو الیس ELLIS نامی نے جو ۱۷۹۲ء سے پیشکی کوٹھی کا افسر علی تھا اور عالی جاہ سے ذاتی عداوت رکھتا تھا اور عالی جاہ کے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ بتیا سے واپس ہوتے ہوئے عالی جاہ کو اس کا حال معلوم ہوا تو سخت جھلایا اور اپنے آدمیوں کو انگریزی گماشتوں کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ خود محل نارباغ کے قریب گنگا کو عبور کر کے عظیم آباد آیا اور ستراس سے ملاقات نہ کر کے بیدھا بلاغ جعفر خاں میں آکر مقیم ہوا۔ اور نوبت رائے کو برطرف کر کے میر مہدی علی خاں کو عظیم آباد میں نائب مقرر کیا۔ اور خود مونگیر روانہ ہوا۔

ونسٹرٹ اور وارن ہیٹنگس نے (جو بعد میں گورنر جنرل ہوا) کونسل سے عالی جاہ کے حسب خواہ فیصلہ کرائے کی کوشش ضرور کی لیکن کونسل کا فیصلہ عالی جاہ کے خلاف ہوا اور کپنی نے اپنے گماشتوں کی رہائی اور انگریز ملازموں کو محصول سے معاف رکھنے کے لیے بلیغ اصرار کیا۔ عالی جاہ نے آزدہ ہو کر مرے سے محصول ہی کو اٹھا دیا اور چوں کہ دیسی تاجر بھی محصول اٹھ جانے سے برابر شتفع ہوتے تھے۔ اس لیے انگریزوں کو یہ امر بھی نہایت شاق ہوا۔

۱۷ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶۔

۱۷ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ HISTORY OF BENGAL

۱۷ BIHAR ORISSA UNDER BRITISH RULE صفحہ ۱۵۱

جو اس وقت عالی جاہ کی طرف سے بکسر میں مقیم تھا ادھر جا کر مقام مانجھی کے قریب ان انگریزوں کو گرفتار کر لیا۔

(۲۰) میر جعفر کی دوبارہ مسند نشینی اور عالی جاہ اور انگریزوں

کی جنگ ۱۷۶۳ء (۱۷۶۳ء)

عالی جاہ اور انگریزوں کی مخالفت اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ طرفین کے لیے سوائے جنگ کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ عالی جاہ نے احکام جاری کیے کہ انگریز جہاں پائے جائیں قتل کیے جائیں۔ امیٹ مونگیر سے مرشد آباد اگر گرفتار ہوا اور اس کا سر کاٹ کر عالی جاہ کے پاس بھیجا گیا۔ انگریزوں نے معزول شدہ نواب میر جعفر کو دوبارہ مسند نشین کیا اور عالی جاہ سے انتقام لینے کو ایک زبردست فوج تیار کی اور جنگ کر کے مرشد آباد پر قبضہ کر لیا۔ جب انگریزی فوج صوبہ بہار کی طرف بڑھی تو عالی جاہ نے راج محل کے قریب ادھوانا نامی مقام میں

(۳۵) کا بقیہ حاشیہ

آکر کبھی انگریزوں کے ساتھ اور کبھی ان کے خلاف فرامیسیوں کی طرف سے لڑتا رہا۔ انھیں لوگوں نے سبھو (Sohbh) کہنا شروع کیا جس کو ہندوستانیوں نے سحر کر لیا۔ اس وقت میر قاسم کی فوج کے ایک دستے کا اصرار تھا۔ میر قاسم کی شکست کے بعد بادشاہ دہلی کا ملازم ہوا۔ اور جاگیر حاصل کر کے نوابوں کی طرح زندگی بسر کی۔

۱۷۶۵ء ادھوانا راج محل کے جنوبی پہاڑوں سے جاری ہو کر گنگا میں ملا ہوا اس کے کنارے پر خاردار گھنے درختوں کا جنگل تھا۔ اور بجز ایک پل کے دوسری راہ ادھر سے گزرنے کی نہ تھی۔ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۲۲۔

ملکہ بھیجا کہ معاملہ دگرگوں جو تم سے جو کچھ بن پڑے کرنا۔ اس تو ایسے موقعے کی تاک ہی میں تھا اس نے ڈاکٹر فلرٹن کو جو حصار شہر کے اندر بخشی گھاٹ میں رہتا تھا فوراً اپنے پاس بلالیا اور دوسرے ہی دن (۱۲ ذی الحجہ ۱۰۷۱ھ مطابق ۵ جون ۱۶۷۲ء) علی الصباح انگریزی فوج کی پانچ کمپنیاں اور تین دیسی پلٹیں ساتھ لے کر اچانک حملہ نوذر کٹرہ (دیوان محلے کی کھڑکی کے قریب تھا) اور پچھم دروازے سے دھاوا کر کے قلعہ عظیم آباد پر قبضہ کر لیا۔ میر مہدی نائب صوبے دار اور فوج متعینہ حصار قلعے نے توپ اور بندوقوں کی آواز سے بیدار ہو کر مقابلہ کیا لیکن جلدی میں کچھ بنائے نہ بنی اس لیے تھوڑی سی لڑائی کے بعد قلعہ چھوڑ کر مونگیر کی راہ لی۔ اس کی فوج نے میدان خالی پا کر شہر میں لوٹ چادی اور دوپہر ہوتے ہوتے کتنے گھروں کو تباہ کر دیا۔ اس نے قلعے کے حصار پر توپیں لگا دیں۔ لیکن امین خان نامی میر مہدی کے جانے پر بھی عمارت چہل ستون میں بند ہو کر مدافع پر آمادہ رہا۔ میر مہدی قلعے سے نکل کر فتوحہ تک پہنچا تھا کہ اس کو عالی جاہ کی فرستادہ فوج مل گئی۔ اس فوج کو ساتھ لے کر پھر عظیم آباد واپس آیا تو دیکھا کہ انگریزوں کی فوج کچھ تو لوٹ کھسوٹ میں لگی ہوئی اور کچھ شراب پی پی کر بد اطواریاں کر رہی ہے۔ عالی جاہ کا فوجے یکایک حملہ کر دیا اور سہ پہر ہوتے ہوتے تمام انگریزی فوج قلعے سے بھاگ کر اپنی کوشی میں چلی گئی۔ نواب کی فوج نے کوشی پر توپ چلائی شروع کی تو انگریزوں نے گول زار بارخ سے نکل کر باقی پور میں پناہ لی۔ لیکن یہیں بھی پیچھا نہ چھوٹا۔ آخر بھاگ کر چھپرہ کی طرف چلے گئے۔ سمو نامی پور پیر، افسر نے

۱۰ میر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۴۱۵۔

۱۱ سمو جرجس یا فرانیسی نژاد تھا۔ اصل نام ڈاکٹر ریناڈیا رینہارڈٹ تھا۔ ہندستان (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۵ پر)

(۲۲) انگریز اسیروں کا قتل ۱۷۷۷ء (۱۷۶۳ء - ۱۷۷۷ء)

جنگ یٹھ وغیرہ کے قتل ہونے تک مالی جاہ نے کسی مصلحت سے
پٹنہ میں انگریز اسیروں کو رہنے دیا تھا۔ عظیم آباد پہنچ کر اس کو انگریزی فوج کے
ادھر آنے کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اس وقت اس نے انگریز اسیروں کے قتل کا حکم
دیا۔ ۵ اکتوبر ۱۷۷۳ء کو سمروئے حاجی احمد کی حویلی میں ان قیدیوں کو نہایت
بے رحمی سے ہندوؤں کی گولیوں کا نشانہ بنایا۔ اور اسی طرح بعض انگریز جن میں
مجرد و اور مریض بھی تھے چھل ستون میں قتل کیے گئے۔ صرف ڈاکٹر فلرٹن
(FULLERTON) سابق میں مالی جاہ کا معالج رہنے کی رعایت سے چھوڑ دیا
گیا۔ ویسی سپاہیوں نے بے چارے قیدیوں کو قتل کرنا عار سمجھ کر اس کام
سے انکار کیا۔ تب سمروئے یہ کام خود اپنے ذمے لیتا۔ مقتولوں کی تعداد میں
اختلاف ہے۔ ادوالی صاحب نے اپنی تاریخ میں ان کی تعداد ۱۹۸۸ (اٹھارہ
ہجرتی) بتائی ہے۔ لیکن ہٹاریکل ریکارڈس کمیشن کے جلسے (دسمبر ۱۹۳۷ء) میں سر
ایوان کاٹن۔ ام۔ اے نے ایک مضمون پڑھا جس میں بیان کیا تھا کہ اکثر اشخاص
کے نام غلطی سے شامل ہو گئے ہیں اور صرف باون اشخاص کا مارا جانا سرکاری

۱۷ حاجی احمد برہمیت جنگ کی حویلی محل گودھ میں اس جگہ تھی جہاں اب انگریزوں کا گورنمنٹ
ہے۔ اس کی کچھ زمین پیچھم جانب ہسپتال میں بھی شامل ہو گئی ہے۔ سیر (مستشرقین) بلڈ ۲

صفحہ ۲۶۹ - اور HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA

صفحہ ۱۵۳ -

HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA UNDER

BRITISH RULE صفحہ ۱۶۰

جو سب سے زیادہ مستحکم اور محفوظ مقام تھا اپنی فوج متعین کر دی۔ یہاں
 عالی جاہ کی فوج کے ارمنی یا یورپین ملازموں نے دغا کر کے شکست دلوادی۔
 اب انگریز کلکتے سے کٹواتک قابض ہو گئے۔ عالی جاہ نے گھبرا کر مونگیر سے
 عظیم آباد کی راہ لی۔ اس کے چلے آنے پر قلعے دار مونگیر نے انگریزوں سے کچھ
 رپے لے کر یہ قلعہ بھی ان کے حوالے کر دیا۔

من از بیگان گان ہرگز نہ نالم کہ بامن آں چہ کرد آں آشنا کرد

(۲۱) راجا رام نرائن اور جگت سیٹھ وغیرہ کا قتل ۱۱۷۷ھ

(۱۷۶۳ء)

عالی جاہ نے راجا رام نرائن، فتح سنگھ و بنیاد سنگھ وغیرہ کو پہلے سے قید
 کر رکھا تھا۔ انگریزوں سے مخالفت ہونے پر جگت سیٹھ، سروپ چند اور
 راج بلجہ وغیرہ جو غنیہ انگریزوں کی سازش میں تھے۔ اور ان میں سے بعضوں
 نے انگریزوں کے نام خطوط بھی لکھے تھے عالی جاہ کے حکم سے قید کر لیے
 گئے تھے۔ عالی جاہ نے مونگیر سے باڑہ کے قریب پہنچ کر راجا رام نرائن کے
 گلے میں ریت کا گھڑا بندھوا کر گنگا میں غرق کر دیا۔ اور جگت سیٹھ، سروپ چند
 راجا راج بلجہ، فتح سنگھ و بنیاد سنگھ وغیرہ کو بھی قتل کر دیا۔

۱۷ ریاض السلاطین صفحہ ۳۸۴

۲۵ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۳۱۔

۱۷ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۲۲۔ و ریاض السلاطین صفحہ ۳۸۵

چلا گیا۔ لیکن یہاں بھی قدم نہ جما۔ آخر انگریزوں کے تعاقب سے خائف ہو کر کرم ناسہ ندی کے پار شجاع الدولہ نواب وزیر اودھ کی حدودِ مملکت میں چلا گیا۔

۱۲۴) عالی جاہ۔ نواب وزیر اور بادشاہ کا متحد ہونا

۱۱۷۷ھ (۱۷۶۲ء)

انگریزوں سے ان بن ہونے پر موٹگیہی سے عالی جاہ نے شجاع الدولہ نواب وزیر سے آس لگا کر خط کتابت شروع کی تھی لیکن شجاع الدولہ نے اس امر کو زیرِ تجویز رکھا تھا۔ اب خود بنارس بھیج کر عالی جاہ نے اپنے خانِ ساما میر سلیمان کو یاد دہانی کے لیے روانہ کیا۔ اس وقت بادشاہ اور نواب وزیر دونوں الہ آباد کی طرف تھے۔ ناسہ و پیام کے بعد عالی جاہ نے خود بھی ان سے ملاقات کی اور بعض قیمتی تحائف دے کر دونوں کو اپنا مددگار بنایا اور شجاع الدولہ کی ماں کو بھی بعض قیمتی زیورات جو لاکھ روپے کم کے نہ تھے۔ تحفہ آدے کر باں بیٹے کا رشتہ قائم کیا۔ شجاع الدولہ نے انگریزوں سے بنگالہ و بہار کی حکومت منسوخ کر کے عالی جاہ کو دیے کا وعدہ کیا لیکن اس وقت بندیل کھنڈ کی ہیم درپیش تھی اس لیے پہلے اس کو سر کر لے کا عذر پیش کیا۔ اس ہیم کے حوالہ سے سر ہونے پر شجاع الدولہ اور بادشاہ فوج لے کر عالی جاہ کے ساتھ بنارس آئے۔

۱۱۷۷ھ (۱۷۶۲ء) PATNA DISTRICT GAZETTEER

۱۹۲۶ء (صفحہ ۳۳) HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA

صفحہ ۱۵۵ میں بھی کسی قدر اختصار کے ساتھ مذکور ہے۔

اور غیر سرکاری کاغذات سے ثابت ہوتا ہے۔

۱۲۳۱ عالی جاہ کا صوبہ بہار سے نکلنا ۱۱۷۷ھ (۱۷۶۳ء) ۱۶

عالی جاہ کو انگریزی فوج بہ ماتحتی میجر اڈمس و میجر ناکس عظیم آباد کی طرف آنے کی خبر ملی تو اوّل ڈاکٹر فلرٹن کو بلوا کر صلح کی خواہش ظاہر کی لیکن ڈاکٹر مذکور نے صاف کہہ دیا کہ معاملہ اس حد کو پہنچ چکا ہے کہ صلح کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اس کے بعد فلرٹن نے چند دن ولندیزیہ کوٹھی میں قیام کیا۔ اور خفیہ کشتی کا انتظام کر کے گنگا پار جا کر انگریزوں سے جا ملا۔

جب انگریز مونگیر سے عظیم آباد کی طرف روانہ ہوئے عالی جاہ نے بارغ جعفر خاں سے اٹھ کر قصبہ پھلواری میں قیام کیا۔ انگریزی فوج کچھ اور قریب آئی تو عالی جاہ ہٹ کر بکرم چلا گیا۔ آخر ۲۸ اکتوبر ۱۷۶۳ء کو انگریزی فوج نے عظیم آباد پہنچ کر معروف گنج میں غلیل کی حوٹلی کے پاس گولہ باری شروع کی۔ قلعے کے اندر سے کچھ یوں سی مدافعت ہوتی رہی۔ بالآخر ۵ نومبر ۱۷۶۳ء کو قلعے کی دیوار میں رخہ کر کے انگریزی فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ میر ابو علی عالی جاہ کا چچا زاد بھائی چند ہزار سپاہ کے ساتھ قلعے کی حفاظت کے لیے متعین تھا۔ انگریزوں کے پہنچنے ہی قلعہ چھوڑ کر اس بدحواسی سے بھاگا کہ اس کے اکثر سوار جلتے میں غرق ہو کر ہلاک ہو گئے۔ عالی جاہ اس شکست سے مضطرب ہو کر بکرم سے مجب علی پور اور مجب علی پور سے تلوتھو (رہتاس کے قریب) لے

لے ولندیزیہ سے ہالینڈ اور ڈچ مراد ہیں۔ ان کی کوٹھی محلّہ تن گھاٹ سے متصل پچھم نہایت خوش نما بنی ہوئی تھی جو ولندیزیہ کے پٹنے کے نام سے مشہور ہے۔ لپ دریا اس کے بعض کھنڈاؤں کے موجود ہے۔

۱۱ رمضان ۱۱۶۳ھ (۲۱ مئی ۱۷۶۳ء) کو شجاع الدولہ نے میٹھے پورے کے تالاب کے پاس فوج آراستہ کی۔ دوسری طرف میجر کاربنک اور میر جعفر کی فوج کا ایک دست افضل خاں کے باغ کے قریب متعین تھا۔ اور باقی فوج حصار شہر کے قریب تھی۔ شجاع الدولہ نے موقع پا کر باقی پورے سے باغ جعفر خاں تک پرے جمادیے۔ اور اس شدت سے حملہ کیا کہ تیسری یورش میں قریب تھا کہ انگریزوں کے قدم اکھڑ جاتے۔ مگر عالی جاہ نے باوجود اصرار کے ذرا بھی پیش قدمی نہ کی بلکہ سحر کو بھی شجاع الدولہ کے پاس جانے نہ دیا۔ انگریزوں نے موقع پا کر اسی وقت قدم جمالیے اور شجاع الدولہ کو پس پا کیا۔ شاید اس جنگ میں شجاع الدولہ کو کوئی زخم بھی لگا تھا۔ اس کی اس نے چنداں پروا نہ کی لیکن عالی جاہ کی بزدلانہ حرکت اس کو سخت ناگوار ہوئی۔ جنگ کا کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوئے پایا تھا کہ شجاع الدولہ نے دسویں دن کوچ کر کے بکسوں میں مقام کیا۔ اس وقت انگریزوں نے بھی تعاقب کا خیال نہ کیا۔ اس جنگ میں میر مہدی نے عالی جاہ کی رفاقت ترک کر کے انگریزوں کی معیت اختیار کی۔

(۲۶) بکسر کی جنگ ۱۱۶۳ھ (۱۷۶۳ء)

اگست ۱۱۶۳ء میں میجر کٹرمنز (جو بعد کو سر کٹرمنز ہوا) انگریزی فوج کا سردار ہو کر آیا۔ ۲۲ اکتوبر ۱۱۶۳ء کو اس نے بکسوں میں شجاع الدولہ سے جنگ کر کے کرم ناسہ ندی تک پورے صوبہ بہار پر قبضہ کر لیا۔ اس معرکہ میں انگریزی فوج

اور یہ بات طر پائی کہ جنگ کے مصارف کے لیے گیارہ لاکھ روپیہ ہوا رعالی جاہ کو دینا ہوگا۔ قول و قرار کے بعد بادشاہ نواب وزیر اور عالی جاہ کا متحدہ لشکر بنارس سے صوبہ بہار کی طرف روانہ ہوا۔

(۱۲۵) آخری جنگ عظیم آباد ۱۱۷۷ھ (۱۷۶۳ء)

میر جعفر اور انگریزوں کی فوج جو عالی جاہ کے تعاقب میں کرم ناسندی تک گئی تھی، اس کے بنارس چلے جانے پر کسری میں مقیم تھی۔ بادشاہ اور نواب وزیر کے آنے کی خبر پاکر مہرکار تک سخت ہراساں ہوا اور اپنی فوج لے کر کسری سے عظیم آباد چلا آیا۔ بادشاہ اور نواب وزیر کی فوج جس کی تعداد چالیس ہزار سے کم نہ تھی اور اس میں پانچ ہزار کے قریب نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کی پس ماندہ فوج کے مغل میں بھی شامل تھے لوٹ کھسوٹ کرتی ہوئی قصبہ پھلواری تک چلی آئی یہاں متعدد کشتیاں ہونے پر بھی اتنی بڑی فوج کے لیے جو کئی میل تک پھیلی ہوئی تھی پانی کافی نہ ہوا۔ اس لیے نئے کشتیاں بنوانے کی حاجت ہوئی۔

اس لشکر کے حدود عظیم آباد میں داخل ہونے کے قبل تک لوگ انگریزوں سے بیزار ہو کر بادشاہ اور نواب وزیر کی خیر منائی تھے لیکن اب ان کے لشکر کی دست برد سے تنگ اگر انگریزوں ہی کے حق میں دُعا خیر کرنے لگے۔

تو نے جو قہر خدا یاد دلایا مومن
شکوہ جو ربتاں دل سے فراموش ہوا

گیرے کپڑے پہن کر درویشوں کی سی وضع بنائی۔ شجاع الدولہ کو معلوم ہوا تو اس نے خود آگرہ عالی جاہ کو کہ سن کر اس کے کپڑے بدلوائے لیکن رپڑ وصول ہونے کی کوئی صورت نہ ہوئی تھی اس لیے میر سلیمان وغیرہ عالی جاہ کے ملازموں کو ملا کر اس کا مال و اسباب اٹھوا لیا اور خود عالی جاہ کو بھی قید کر لیا۔ اور اس کے رفیقوں کے پاس جو کچھ تھا وہ بھی ضبط کر لیا۔

جب شجاع الدولہ اور انگریزوں میں صلح کی گفتگو شروع ہوئی۔ اس وقت انگریزوں نے چاہا کہ عالی جاہ کو ان کے حوالے کر دیا جائے لیکن شجاع الدولہ نے کسی مصلحت سے یا شاید اس سبب سے کہ اس کے قید رکھنے میں کوئی نفع نہ تھا، عالی جاہ کو ایک لنگرٹے ہاتھی پر سوار کر کے رخصت کر دیا۔ یہ غریب ادھر ادھر مارے پھرنے کے بعد شاہ جہان پور پہنچا۔ اس کی تند مزاجی یا دوبار کے سبب رفتہ رفتہ اس کے مصاحبوں نے بھی ترک رفاقت کی۔ بالآخر ۱۱۹۱ھ میں موضع کوتوالی (دہلی کے قریب کوئی غیر معروف مقام ہے) میں نہایت کسہری اور بے سروسامانی کی حالت میں انتقال کیا۔

۱۷ میر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۴ تا ۲۵ چھپرے میں نواب منیر الدولہ اور ہمارا اجاںتاب رائے کی وساطت سے انگریزوں اور شجاع الدولہ اور بادشاہ کے درمیان یہ صلح طو پائی تھی۔

۱۸ میر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۵۔

۱۹ میر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۸۹ موضع کوتوالی کا ذکر باثر الامرا کے انگریزی ترجمے میں علی درمیاں کے حالات کے سلسلے میں فٹ نوٹ میں مذکور ہے۔

کے سات ہزار آدمیوں میں سے تقریباً ایک ہزار آدمی مجروح یا مقتول ہوئے^۵
 اس جنگ میں بادشاہ کو حقیقتاً مالی جاہ کے معاملے سے کوئی دل چسپی نہ تھی
 اس لیے وہ انگریزوں سے صلح کرنے کو آمادہ تھا۔ مگر اس وقت شجاع الدولہ کی
 مرضی کے بغیر صلح ممکن نہ تھی۔

(۲۷) عالی جاہ کی تباہی اور موت

بکسر کی شکست کے بعد شجاع الدولہ نے واپس جا کر عالی جاہ سے گیارہ لاکھ
 روپے ماہوار کے حساب سے مصارف جنگ کا مطالبہ کیا اور بادشاہ کی طرف سے بھی
 نظامت کے بقایا کا تقاضا شروع کیا اور عمر کو بھی بہکا دیا کہ اپنی اور سپاہ کی تنخواہ
 طلب کرے۔ اس نیک حرام نے عالی جاہ کو گھیر لیا۔ روپے موجود نہ تھے۔ مجبوراً عالی جاہ نے
 محل مل سے اشرفیاں وغیرہ منگو کر اس سے جان چھڑائی اور کہا کہ فی الحال میں تم کو
 نوکر نہیں رکھ سکتا اس لیے اسلحہ وغیرہ سامان جو تم کو دیا گیا ہے حوالے کر دو۔ اس
 نے بے باکی سے جواب دیا کہ ہتھیار جس کے ہاتھ میں ہو اسی کا ہو۔

نواب وزیر کا مطالبہ ادا نہ ہوا تھا اس لیے عالی جاہ کے وزیر علی ابراہیم خاں
 نے عالی جاہ کی تہی دستی کا عذر کر کے مہلت مانگی اور اجازت چاہی کہ عالی جاہ بنگلے
 جا کر روپے کا بن روست کرے لیکن شجاع الدولہ نے ایک نہ مانی اور فوراً روپے ادا کرنے
 کے لیے اصرار کیا۔ روپے موجود نہ تھے اس لیے عالی جاہ اور اس کے رفیقوں نے

۵ DISTRICT GAZETTEER PATNA ۱۹۲۶ء صفحہ ۳۵-۳۶ اور

HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA UNDER

BRITISH RULE صفحہ ۱۵۷-۵۸ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۳۲

باب نوزدہم

انگریزی حکومت بحیثیت دیوانی

(۱) انگریزی کمپنی کو دیوانی ملنا اور لارڈ کلایو کا بندوبست

۶۵-۱۷۶۷ء

۱۷۶۷ء (۱۷۶۷ء) میں کلایو لارڈ کلایو ہو کر ہندستان واپس آیا۔ اس وفد کمپنی کے اس کو مدارالہام بنا کر تمام امور کی اصلاح کے لیے متعین کیا تھا۔ اس زمانہ میں عظیم آباد کی انگریزی کوٹھی میں اور اسی طرح بنگالے میں بھی کمپنی کے ملازموں نے ناجائز ذریعوں سے روپیے لے کر نظم میں فتور پیدا کر دیا تھا۔ پٹنہ کی کوٹھی کا افسر بھی اس قیسم کی نازیبا حرکت کا مرتکب ہوا تھا۔ کلایو کے آنے کی خبر سے ہراساں ہو کر اس نے خودکشی کر لی۔ انگریزی انتظام کی خرابی اس حد کو پہنچی ہوئی تھی کہ سیر المتاخرین کا بیان ہو کہ حکام نے رعایا کے حالات پر کچھ توجہ نہ کی اور اپنے مقرر کیے ہوئے عالموں کے ہاتھوں خلق کی ایذا رسانی اور تباہی

۱۷۶۷ء دیوانی کے متعلق صوبے کی مال گزراہی (رہنوی) کا محکمہ سپرد تھا اور نظامت کے متعلق حکومت کا نظم و نسق تھا۔

۱۷۶۷ء سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۶۷ DISTRICT GAZETTEER PATNA

۱۹۲۷ء صفحہ ۳۵۔

(۲۸) میر جعفر کی وفات اور اس کے جانشینوں کا حال

۱۳ شعبان ۱۱۵۹ھ (جنوری ۱۷۷۵ء) کو میر جعفر نے مرشد آباد میں انتقال کیا۔
 اصحاب کونسل (کلکتہ) نے رُپے لے کر اس کے مجہول النسب بیٹے میر پھلوری کو
 نجم الدولہ کے لقب کے ساتھ مندر نشین کیا۔ نوجوان ناظم بنگالہ وہار واریس
 کا وظیفہ چوں لاکھ رُپے سالانہ مقرر ہوا۔ اس نے خوش ہو کر کہا کہ اب خدا کے
 فضل سے میں جتنی طوائیفوں کو چاہوں رکھ سکتا ہوں۔ نجم الدولہ کی طرف سے
 میر محمد رضا خاں مظفر جنگ نائب ناظم مقرر ہوا اور صوبہ بہار میں میر محمد کاظم
 خاں (برادر میر جعفر خاں) نائب ہو کر کام کرنے لگا۔ اور دھیرج نرائن (برادر راجا
 رام نرائن) اس کا دیوان مقرر کیا گیا۔ راجا شتاب رائے جو عالی جاہ کے وقت
 میں خارج البلد ہوا تھا پھر اپنی سابق حیثیت سے عظیم آباد چلا آیا۔
 ۲۲ ذیقعد ۱۱۵۹ھ کو نجم الدولہ نے انتقال کیا اور انگریزوں نے اس کے
 بھائی سیف الدولہ کو اس کا جانشین کیا۔ ماہ ذی الحجہ ۱۱۶۰ھ میں سیف الدولہ نے
 بھی انتقال کیا اور اس کا چھوٹا بھائی مبارک الدولہ مندر نشین ہوا۔ میر جعفر کے
 وقت سے جو انگریزی تسلط شروع ہوا تھا یہاں تک بڑھا کہ ناظم بنگالہ کی حکومت
 بالانتقال انگریزی حکومت ہو گئی اور ناظمان بنگالہ محض نام کی نوابی کو بھی
 فہمیت جان کر باعدیت فخر سمجھتے رہے۔

۱۱ HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA UNDER

BRITISH RULE صفحہ ۱۰۰۔

۱۲ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۶۵۔ ۱۳ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۴۶۔

کے سوا دوسروں سے مخفی رکھا گیا تھا۔ جہاز پر سوار ہونے کے ایک ہفتے بعد کپتان مذکور نے اعتصام الدین کو اطلاع دی کہ شاہ عالم کا خط کلايو نے اپنے پاس رکھ لیا ہے اور آئندہ سال وہ خط مع شاہی تحائف ساتھ لے کر خود ولایت آئے گا۔ اعتصام الدین یہ سن کر سخت آزرده ہوا۔ آخر ولایت پہنچ کر ڈیڑھ برس انتظار کرنے کے بعد کلايو وہاں پہنچا۔ لیکن شاہ جارج ثالث کے لیے جو شاہی تحفے ساتھ لے گیا تھا اس کو کلايو نے بجائے شاہ عالم کے خود اپنی طرف سے بادشاہ بیگم کے نذر کر دیا اور تحائف کے ساتھ لاکھ روپیہ نقد بھی لے گیا تھا۔ اس کا بھی کلايو نے کوئی ذکر نہ کیا اور کپتان سوئن ٹن نے اعتصام الدین سے کہا کہ تمہارا خیال صحیح تھا۔ کلايو نے ہم لوگوں کو دھوکا دیا اور شاہی خط کا کچھ پتانہ چلا۔ ایک سو تین لکھا ہے کہ "پلاسی کے ہیرو اور امین چند کے دوست (یعنی کلايو) کے دتیرے کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بیان بالکل قابل یقین معلوم ہوتا ہے۔"

(۲) صوبہ بہار میں دیوانی کا نظم

لارڈ کلايو نے دیوانی حاصل کرنے پر میر محمد کاظم خاں کو معزول کر کے دھیرج نرائن برادر راجا رام نرائن کو نائب صوبے دار مقرر کیا اور میر محمد کاظم خاں کے لیے ایک لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ انگریزوں کی طرف سے عظیم آباد پٹنہ میں مہاراجا شتاب رائے نائب دیوان ہوا اور کام کرنے کے لیے یہ دستور قرار پایا کہ قلعہ عظیم آباد کے صدر کمرے میں ایک سند برد گاؤ تیکے اور اس کے سامنے ایک کرسی رکھی گئی۔ مندر پر شتاب رائے

دہر بادی کا تماشا دیکھا کیے۔

کلا یو نے عظیم آباد اگر میر محمد کاظم نائب ناظم اور شتاب رائے اور دھیرج نرائن سے ملاقات کی اور ان تینوں کی صلاحیتوں کا موازنہ کر کے شتاب رائے کو ساتھ لے کر الہ آباد روانہ ہوا۔ اس وقت شاہ عالم الہ آباد ہی میں مقیم تھا۔ کلا یو نے شتاب رائے کی وساطت سے گفتگو کر کے ہنگالہ و بہار و اڑیسہ کی دیوانی مبلغ چھبیس لاکھ روپے سالانہ پر لکھوالی۔ بادشاہ کو نواب ناظم اور صوبے داروں سے شاہی خراج بہ شکل وصول ہوا کرتا تھا اور انگریزوں سے باقاعدہ وصولی کا اطمینان تھا۔ اس لیے یہ کام بہت جلد اور نہایت آسانی سے طر پا گیا۔ اس وقت بادشاہ نے شتاب رائے کو ہمارا جاکا خطاب عنایت کیا اور خواجہ اعتصام الدین نے اپنی کتاب ”شگرف نامہ ولایت“ میں لکھا ہے کہ شاہ عالم نے دیوانی عطا کرنے کے ساتھ کلا یو سے یہ وعدہ لیا تھا کہ ہندستان میں بادشاہت قائم کرنے میں انگریزی فوج امداد کرے گی۔ اور اگرچہ یہ شرط لکھی ہوئی تھی لیکن ہر ایک کو منظور تھی۔ چونکہ فوجی امداد کمپنی کے لیے بعض قباحتوں سے خالی نہ تھی اس لیے یہ ضروری معلوم ہوا کہ بادشاہ انگلینڈ سے اس کی منظوری لے لی جائے۔ شاہ عالم نے نواب منیر الدولہ اور راجا شتاب رائے کو کلا یو کے ساتھ کلکتہ روانہ کیا اور ان دونوں نے بادشاہ کی جانب سے شاہ انگلینڈ کے نام ایک خط کا مسودہ درست کیا اور کپتان سوٹن (SUINTON) اس خط کو لے جانے کے لیے متعین ہوا اور اعتصام الدین بھی بادشاہ کی جانب سے ولایت جانے کو مقرر ہوا۔ یہ مشورہ کونسل کے خاص خاص ارکان

(۴) قحط ۱۱۸۳ھ (۱۷۷۰ء)

مشر مبولڈ ہی کے زمانے میں بارش کی قلت کے سبب قحط کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا لیکن امید تھی کہ آئندہ بارش ہونے سے کچھ پیداوار ہو جائے گی۔ اگست ۱۷۶۹ء میں تھوڑی بارش ہو کر موقوف ہو گئی اور تمام زراعت خشک ہو کر رہ گئی۔ جنوری ۱۷۷۰ء میں غلہ اس قدر کم آیا کہ روزانہ فاقے سے بچاؤ سچاؤ میں موتیں ہونے لگیں۔ شباب رائے نے الگزٹڈ رفسر کلاں کو اس کی اطلاع دی اور صاحب موصوف نے خود بھی دیکھ کر گورنر کو حالات کی اطلاع دی اور ضلع میں احکام صادر کیے کہ مال گزاری میں بجائے ایک من کے پچیس سیر غلہ وصول کیا جائے۔ شباب رائے نے قحط زدوں کی امداد کے لیے دو لاکھ روپے منظور کرنے کی تحریک کی تھی۔ اس زمانے میں مسٹر ویرلسٹ کے چلے جانے پر مسٹر جان کارٹر کپنی کا گورنر تھا۔ اس کی حکومت نے یہ تو تسلیم کیا کہ قحط کی مدافعت ضروری ہے لیکن حکام کی تحریک پر عمل درآمد کے متعلق کوئی صاف حکم نہ دیا۔ آخر مہاراجا شباب رائے نے اور حتی المقدور مقامی انگریزوں اور ولندیز (ڈچ) لوگوں نے فاقہ کشوں کی امداد کی اور کثیر خلقت کو فاقے کی موت سے بچایا۔ دانا پور میں بھی فوج کے افسروں اور فرانسیسی تاجروں نے چندے فراہم کیے اور اپنی جیب سے خیرات کی لیکن اس پر بھی فاقے سے روزانہ مرنے والوں کی تعداد خاص عظیم آباد پٹنہ میں ڈیڑھ سو نفوس تک پہنچ گئی تھی اور اطراف و نواح کا حال اس سے بدتر تھا۔ الگزٹڈ رائے کپنی کے خرچ سے فاقہ کشوں کی امداد کے لیے تین سو اسی روپے روزانہ تقسیم

اور دھیرج نرائن کی نشست ہوتی تھی اور کرسی پر مسٹر ڈلٹن (افسر اعلیٰ کوٹھی
عظیم آباد) اجلاس کرتا تھا۔ جو پروانے یا احکام صادر ہوتے تھے پہلے دھیرج نرائن
اس کے حاشیے پر دستخط کرتا تھا پھر اس کے پشت پر (نواب ناظم کی ہر کے نیچے)
شباب رائے "دیدہ شد" لکھ کر دستخط کرتا تھا اور آخر میں مسٹر ڈلٹن کے دستخط
ہوتے تھے۔ کچھ دنوں اسی طور پر کام جاری رہا لیکن دھیرج نرائن کی غفلت
شعاری اور شاید بعض خیانتوں کے سبب شباب رائے اس سے برگشتہ
خاطر ہو گیا۔ کلاؤ کو دھیرج نرائن کی بدلیاقتی کا حال معلوم ہوا تو اس نے
نواب مظفر جنگ محمد رضا خاں نائب ناظم کو محاسبہ کے لیے عظیم آباد بھیج دیا۔
مظفر جنگ نے بعض خیانتوں کا پتہ لگایا اور دھیرج نرائن کو معزول کر دیا۔
اتفاق سے دوسرے ہی سال ڈلٹن بھی تبدیل ہو گیا اور طامس ریمبولڈ
اس کا قائم مقام ہوا۔ اسی زمانے میں شاہ عالم نے نواب منیر الدولہ رضاقلی
خان کو اپنا نائب بنا کر عظیم آباد بھیجا تھا۔ ۱۷۷۷ء میں لارڈ کلاؤ بھی ولایت
چلا گیا اور ہنری ویرلسٹ اس کی جگہ پر کمپنی کا گورنر ہوا۔

(۳) کونسل کا انتظام ۱۷۶۸ء تا ۱۷۷۸ء

۱۷۶۸ء سے ۱۷۶۹ء تک ہمارا جانشین شباب رائے اور مسٹر ریمبولڈ
نے مل کر کونسل کا نظم جاری رکھا لیکن اسی سال ریمبولڈ کے ولایت جانے پر
جیمس الگرنڈر نامی اس کا قائم مقام ہوا۔

ہو کر صوبہ بہار میں شتاب رائے کے انتظام کو بھی ایسا ہی قیاس کیا اور عظیم آباد
 پٹنہ میں رونچہ کونسل قائم کرنے کا حکم دیا۔ الگزٹڈر کونسل کا صدر قرار پایا۔ اور
 رابرٹ پالک اور جان ونسٹرٹ ممبر ہوئے۔ شتاب رائے اپنے عہدے پر
 بحال رہا۔ لیکن مال گزاری وغیرہ کے معاملے میں اس کو کونسل کی متابعت
 کرنی پڑی۔ اس زمانے میں مال گزاری کی وصولی کے لیے مال گزار مقرر تھے۔
 قاعدے کے مطابق پیداوار میں نصف رعایا کا حق ہوتا تھا لیکن مال گزاروں
 نے زیادتی اور زبردستی سے وصولی کے اتنے ابواب قائم کر لیے تھے کہ غریب
 رعیت کو بجائے نصف کے ایک چوتھائی بھی شکل ہاتھ آتی تھی۔ کونسل قائم
 ہوتے ہی رعایا نے شکایتیں پیش کیں۔ کونسل نے تحقیقات کے بعد ۵ نومبر
 ۱۸۷۱ء کو حکم دیا کہ مال گزار کچے پٹے میں یہ شرط شامل کر دی جائے کہ فی من
 کم از کم ساڑھے سترہ سیر غلہ رعایا کے لیے ضرور چھوڑ دینا ہوگا۔

(۶) دیوانی کا براہ راست انتظام اور مظفر جنگ اور شتاب رائے پر الزام (۱۸۷۱-۱۸۷۲ء)

۱۸۷۱ء میں رچرڈ بارول (R. BARUELL) کونسل کا صدر ہوا۔
 پھر دوسرے سال ۱۸۷۲ء میں جان گراہم (J. GRAHAM) نامی مقرر
 ہوا۔ اسی سال ۱۸۷۲ء کمپنی کے ناظموں نے ولایت سے احکام نافذ کیے کہ
 دیوان ہونے کی حیثیت سے کمپنی دیوانی کا سرشتہ خود اپنے ہاتھ میں رکھے۔
 حکم پاتے ہی گورنر کارٹر (CARTER) نے مرث آباد میں نواب مظفر جنگ

کرنا شروع کیے۔ اس رقم میں سے سو پڑشتاب رائے اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا تھا۔ حکام کی رپورٹ کے مطابق خاص شہر عظیم آباد میں اس قحط سے ایک لاکھ جانیں تلف ہوئیں۔

اس قحط کے متعلق لارڈ مہون (MAHON) کتاب رابر آف دی انڈین امپائر (صفحہ ۹۷) میں لکھتا ہے کہ پردہ نشین عورتیں اپنی اور اپنے بچوں کی جانیں بچانے کے لیے سربازار بھیج کر مانگتی تھیں اور روزانہ سڑکوں پر ہزاروں نفوس مرتے تھے۔ جن کی لاشیں کتے، گیدڑ اور گدھ کھا جاتے تھے۔ ہندی میں لاشوں کی کثرت سے پھلی بھی کھانے کے لائق نہ رہی تھی اور بھٹیں بھی مردار کھانے کے سبب انسان کی خوراک کے لائق نہ تھیں۔ اکثر جنگیوں کی نصف آبادی اور عام طور پر تمام علاقوں میں ایک تہائی آبادی اس قحط سے گم ہو گئی۔ قحط زدہ مچھلتوں سے شہر میں آتے تھے اور یہاں بھی خوراک نہ ملنے پر ان کی آہ و زاری نہایت درد انگیز تھی۔ اعلیٰ ذات کے برہمنوں کو ادنیٰ شدر کے ساتھ بل محل کر رہے ہیں کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا۔

۱۵۱ نظامت کے متعلق کونسل کی تحقیقات ۱۷۷۷ء

۱۷۷۷ء میں گورنر اور کونسل نے تحقیقات شروع کی کہ کس کس طور پر کیا کیا دین نظامت میں وصول ہوا کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں ونسٹرٹ نے مرشد آباد میں بعض خیانتوں یا ناروا عمل درآمد کا پتہ لگایا۔ کونسل نے بدگمان

۱۷) رائے ریان کلیان سنگھ نائب دیوان

مہاراجا شتاب رائے کے مرنے پر اس کا نوجوان بیٹا کلیان سنگھ رائے ریان کے لقب کے ساتھ پچاس ہزار روپے سالانہ تنخواہ پر نائب دیوان مقرر ہوا۔ اور راجا خیالی رام اس کا نائب ہوا۔

۱۸) کونسل کا برخاست ہونا اور صوبہ بہار کا تعہد

۱۹۰۳ء میں جارج ہرسٹ اور طاس لین یکے بعد دیگرے پنشنی روڈیو کونسل کے صدر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۰۴ء میں رابرٹ پالک اور ۱۹۰۵ء میں اسحاق بیج اور ۱۹۰۶ء میں ایوان لا اور ۱۹۰۷ء میں ولیم میکول کونسل کی صدارت پر مامور ہوئے۔ اس اثنا میں وارن ہنگس جو ۱۹۰۸ء تک گورنر تھا۔ ۱۹۰۹ء میں گورنر جنرل کے عہدے پر ممتاز ہوا۔

گورنر جنرل مذکور کو عظیم آباد کی کونسل کا نظم کچھ تشفی بخش نظر نہ آیا اس لیے اس کے موقوف کر دینے کا حکم دیا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ مسٹرینگ نامی افسر کا ایک محرر رشوت لے کر اکثر معاملات کو درہم و برہم کر دیتا تھا اور راجا کلیان سنگھ اور راجا خیالی رام نے اس کی شکایت گورنر جنرل کو لکھ بھیجی۔ ۹ فروری ۱۹۱۰ء کو عظیم آباد پنشن کی کونسل برخاست کر دی گئی۔ اور بجائے اس کے ولیم میکول روڈیو چیف کے عہدے پر مقرر ہوا۔ اور مسٹر لا عدالت دیوانی کالج اور مسٹر بارلو فوج دار (مجرٹ) اور مسٹر ریول کلکٹر محکمہ محصول و جنگی مقرر ہوا۔ لہ چھپرو میں ریول گج اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔

محمد رضا خاں کو (جو چھ سال سے نائب ناظم تھا) اور عظیم آباد میں ہمارا جانشاب رائے کو برطرف کر دیا۔ اور ان پر خیانت کا الزام لگا کر محرم ۱۱۸۴ھ میں مظفر جنگ کو اور اس کے ایک بیٹے کے بعد شتاب رائے کو کلکتہ طلب کیا۔ جان ونسٹرٹ نے ذاتی ارتباط کے سبب شتاب رائے کی حراست کے لیے ایک کپنی سپاہیوں کی یہ کہہ کر ساتھ کر دی کہ یہ تنھاری محافظت کے لیے ہے۔ اس کے روانہ ہونے پر انگریزی حکم کا فارسی ترجمہ کرا کے اعلان کر دیا گیا کہ ہمارا جانشاب رائے برطرف کیا گیا اور اس کے عوض میں کپنی کے حکام کام کریں گے۔

کلکتہ میں مقدمہ رو بہ کار ہونے پر شتاب رائے بے جرم ثابت ہوا اور انگریز اس معاملے میں بدسلوکی سے پیش آنے کے سبب خود پشیمان ہوئے۔ تملانی مافات کے لیے راجا مذکور کو ایک اقرار نامہ لکھ کر دے دیا کہ جو کچھ الزام تھے محض غلط ثابت ہوئے اور اس کو خلعت فاخرہ دے کر پھر اس کے سابق عہدے پر بحال کیا۔ لیکن یہ سب اس وقت ہوا کہ رسوائی اور پریشانی اور کلکتہ کی آب و ہوا سے اس غریب کے دماغی اور جسمانی قوی بالکل خراب ہو چکے تھے۔ اور ضعف معده کے سبب راجا مذکور نہایت نحیف و لاغر ہو گیا تھا۔ پہلے جس قدر انگریزوں کا مدراج تھاب اسی قدر ان کا شاکی ہو گیا۔ اور آخر ایک سال کے اندر ہی ۱۱۸۴ھ میں مر گیا۔

شتاب رائے کے واپس آنے کے بعد ۱۱۸۴ھ میں مظفر جنگ بھی الزام سے بری ہو کر مرشد آباد واپس آیا۔

ہوا تھا چیت سنگھ کے کارندے خفیہ صوبہ بہار میں بغاوت پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ضلع عظیم آباد پٹنہ کے اکثر زمین دار جن کے فتنے مال گزاری باقی رہ گئی تھی اس ہنگامے میں شریک ہونے کو تیار ہو گئے۔ انھی میں راجا اقبال علی خاں پسر نواب کامگار خاں باقی مال گزاری کی علت میں گرفتار تھا۔ عظیم آباد سے کسی طرح نکل کر اس نے چند ہزار سپاہ فراہم کی اور اپنے علاقوں کے ارد گرد تمام غدر پھیلادیا۔ اس بد امنی اور غارت گری نے کلیان سنگھ اور خیالی رام کی امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ تنہد کے مطابق دوسری قسط وصول نہ ہونے پر حکام نے رپوٹ کی کہ کلیان سنگھ ذی حیثیت شخص ہے اس سے قسط وصول ہو جائے گی۔ لیکن خیالی رام سے اندیشہ ہے کہ علاقوں میں غارت گری کر کے اس کا الزام چیت سنگھ کے سر رکھے۔ حکام اعلیٰ نے کلیان سنگھ کا اقتدار ملحوظ رکھ کر اس پر صرف تقاضا جاری رکھنے کی ہدایت کی۔ لیکن خیالی رام کی مجبوسی کا حکم دیا۔ ۲۱ نومبر ۱۷۸۷ء کو میجر ہارڈی نے سپاہ بھیج کر خیالی رام کے گھر پر پہرے بٹھا دیے۔ اور پھر ۲ جنوری ۱۷۸۷ء کو اس کو گھر میں بھی رہنے نہ دیا۔ اور حویلی بیگان میں لا کر نظر بند رکھا۔ کلیان سنگھ نے کسی طرح بندوبست کر کے پچاس ہزار روپے فی الفور ادا کیے اور حکام نے رفتہ رفتہ علاقوں کو واپس لینا شروع کیا۔

۱۷۸۷ء میں جنگ جینڈ کی کتاب میں اقبال علی خاں کو اکبر علی خاں لکھ دیا ہے۔ لیکن اقبال علی خاں صحیح نام ہے۔ ۱۷۸۷ء حویلی بیگان بخشی محلے سے اُترا اور گنگا سے دکھن ہے۔ پُرانی عمارتوں میں اب صرف گنگا کے کنارے ایک مستحکم پستے کا کھنڈر باقی ہے۔ ۱۷۸۷ء اسی سلسلے میں بھوج پور کے راجا بکراجیت سنگھ کو زمین داری سے بے دخل کر کے انگریزوں نے منراول بٹھا دیے اور نواب سنگھ راجا سرس و کنبھ کو زمین داری سے بے دخل کر کے نظر بند کر دیا، اور راجا کو دس پچیس ہزار روپے الکانہ کے گورنمنٹ سے طلب کیے گئے تھے۔ اس میں سے ستائیس ہزار روپے (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۸۷ پر)

۱۹ اگست کو ولیم میکسول ریونیو چیف نے انتقال کیا۔ اس لیے دو مہینے تک جیمس لنڈزے نامی اس کی جگہ پر کام کرتا رہا۔ اور اس کے بعد ولیم آگسٹ بروک نامی ریونیو چیف ہو کر پٹنہ آیا۔

راجا خیالی رام نے راجا کلیان سنگھ کو آمادہ کیا کہ صوبہ بہار کا تعہد اپنے نام لکھوایا جائے۔ خیالی رام کلیان سنگھ کا خط لے کر کلکتہ پہنچا اور وارن ہسٹنگس سے مل کر مبلغ اٹیس لاکھ اکیس ہزار ایک سو سات روپے سالانہ پر صوبہ بہار کا تعہد لکھوایا۔ اس کے قبل تک انگریزوں کو مال گزاری کے اٹھائیس لاکھ روپے سالانہ وصول ہوتے تھے اس لیے گورنر جنرل نے اس بندوبست کو خوشی منظور فرمایا۔ اس معاملے میں کلیان سنگھ اور خیالی رام دونوں شریک تھے تعہد تو بہت آسانی سے لکھوایا گیا۔ لیکن علاقوں کا بندوبست دشواری سے خالی نہ تھا۔ ہر چند عامل بھی مقرر کیے گئے اور بہتر زمینداروں کے ساتھ بھی بندوبست کیا گیا لیکن بروقت مال گزاری وصول نہ ہوئی۔

۱۹) راجا چیت سنگھ والی بنارس کی بغاوت

سور اتفاق سے اسی سال ۱۸۰۷ء میں راجا چیت سنگھ نے بغاوت کی۔ اس وقت وارن ہسٹنگس اپنی میم کو عظیم آباد پٹنہ میں چھوڑ کر خود بنارس گیا۔ راجا چیت سنگھ کو راجا کمار کے خاندان سے گہرے تعلقات تھے۔ علاوہ اس کے انگریزی حکام مال گزاری کے معاملے میں سختی کا برتاؤ کرتے تھے اور وارن ہسٹنگز راجا چیت سنگھ سے بعض رقبے وصول کرنا چاہتا تھا۔ اور اس زمانے میں سارے ہند میں ایک بچل چھی ہوئی تھی اس لیے صوبہ بہار کے نادار زمیندار چیت سنگھ کے ہمدرد تھے۔

ان کی کوٹھی بھی اس کے قبضے میں دے دی گئی تھی۔

(۱۱) سکہ و خزانہ (۱۷۸۶-۱۷۸۷ء)

ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں ہندستان کے اور شہروں کی طرح صوبہ بہار کے شہروں اور قصبوں میں بھی سلطان دہلی کے سکے رائج تھے۔ لیکن عام طور پر بازاروں میں خرید و فروخت خرمہرو یعنی کوڑیوں کے ذریعے سے ہوتی تھی یا گورک پوری پیسوں سے جو ٹھیکریوں کی طرح موٹے موٹے تانبے کے ٹکڑے بغیر کسی مہر سند یا نقش و نگار کے ہوتے تھے۔ دیہات والے ان پیسوں کو لوہیا بھی کہتے تھے۔

وزنی ہونے کے سبب ایک بار برداری کے بیل پر پندرہ بیس روپے سے زیادہ کی کوٹریاں لے جانا دشوار ہوتا تھا۔ اور گورکھ پوری پیسے بھی قریب قریب اسی طرح بوجھل ہوتے تھے۔

۱۷۸۷ء میں انگریزی حکومت نے نئے سکے جاری کرنے کا اعلان کیا۔ اور مندرجہ ذیل تانبے کے سکے جاری کیے:-

۱۔ مددیر جو ڈبل پیسے (یعنی ٹکا ہوا) کی طرح تھے اور روپے کے تیس ہوتے تھے۔ ایک مددیر ایک سو ساٹھ کوڑیوں کے برابر ہوتا تھا۔

۲۔ فلوس جو معمولی رائج الوقت پیسے کے برابر تھے اور روپے کے چوٹھے ہوتے تھے۔

۱۷۸۷ء میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کی جاہلاد کے متعلق بھی تحقیقات کی لیکن صوبہ بہار میں فرانسیسیوں کی کوئی جاہلاد پائی نہ گئی (دیکھو صفحہ ۱۲۰ رنی برٹش انڈین سٹیشن آف بہار)

(۱۰) ولندیز (ڈچ) کے کارخانے کی ضبطی ۱۷۸۱ء

۱۷۸۱ء میں انگریز ہندستان میں فرانسیسی - ڈچ - مرہٹہ اور حیدر علی سے برسرِ جنگ تھے۔ اسی سلسلے میں گورنر جنرل نے ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کی جاہداد ضبط کر لینے کا حکم صادر کیا۔ عظیم آباد پٹنہ میں ولندیز (ڈچ) کی نہایت شان دار کوٹھی گنگا کے کنارے موجود تھی جس میں توپیں بھی لگی رہتی تھیں اور کسی قدر سپاہ بھی تھی۔ مسٹر میکسول مینیو چیف نے حکم پاتے ہی مسٹر ہیشلی کو اس کوٹھی پر قبضہ کر لینے کے لیے متعین کیا۔

۱۰ جولائی ۱۷۸۱ء کو میجر ہارڈی افسر فوجی نے اس کوٹھی کو دخل میں لاکر رو مینیو چیف کے حوالے کر دیا۔ ڈچ کمپنی کے اعلیٰ افسروں سے چلکا لکھوا کر رو مینیو چیف نے ان کو آزاد کر دیا لیکن کمپنی کے اور ملازم قید کر لیے گئے۔ ولندیز کمپنی انگریزی کمپنی کو دس ہزار روپیہ سالانہ مندانہ دے کر تجارت کے لیے افیون خرید کرتی تھی۔ کوٹھی کی ضبطی کے وقت کابل نامی انگریز ٹھیکے دار کے چھیانوے ہزار روپیہ افیون کی قیمت کی بابت ڈچ کمپنی کے ذمے باقی تھے۔ ضبطی کے بعد یہ رقم انگریزوں نے ادا کی اور کوٹھی کے مکانات بھی ٹھیکے دار مذکور کے منترف کے لیے چھوڑ دیے گئے۔ اس وقت سے ولندیز کی تجارت مستقل طور پر بند ہو گئی۔ اگرچہ اس قوم کے لوگ اس کے بعد بھی چند سال تک عظیم آباد پٹنہ میں مقیم تھے۔ اور شاید ۱۷ اکتوبر ۱۷۸۱ء کو بعض شرائط پر (صفحہ ۳۸۵ کا بقیہ نوٹ ملاحظہ ہو)

رو مینیو چیف نے واجب الادا تسلیم کیے تھے لیکن بالآخر رو مینیو کیٹی نے تمام دعوے کو رد و باطل کر دیا۔ گلیان سنگھ نے ٹنکاری کے راجا زجیت سنگھ اور تربہ کے راجا ادھو سنگھ کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔

۸۱-۸۲۔ کانر خ فخر اس مقام پر نقل کیا جاتا ہے:-

۱۔ چاول باسٹی اکتیس سیر سے چھتیس سیر تک فی رُپیہ -

۲۔ چاول معمولی (از قلم سیلہ وغیرہ) ستیس سیر سے ایک من اٹھارہ سیر تک فی رُپیہ -

۳۔ چاول سُرخ ایک من انیس سیر سے ایک من بائیس سیر تک فی رُپیہ -

۴۔ گندم ایک من سولہ سیر سے ایک من بائیس سیر تک فی رُپیہ -

۵۔ جوئن من پانچ سیر سے تین من سات سیر تک فی رُپیہ -

۶۔ جنیرا دو من پانچ سیر فی رُپیہ -

۷۔ ارہر ڈھائی من فی رُپیہ -

۸۔ دال ارہر ایک من انیس سیر سے ایک من بائیس سیر تک فی رُپیہ -

۹۔ کھساری چار من ڈیڑھ سیر سے چار من ساڑھے سات سیر تک فی رُپیہ -

۱۰۔ دال کھساری تین من چھتیس سیر فی رُپیہ -

۱۱۔ کابلی مٹر دو من چھبیس سیر سے تین من چار سیر تک فی رُپیہ -

۱۲۔ چنے - ڈھائی من سے دو من چوبیس سیر تک فی رُپیہ -

۱۳۔ ماش - دو من ڈھائی سیر سے دو من چھبیس سیر تک فی رُپیہ -

۱۴۔ مونگ ایک من پونے چھ سیر سے ایک من سوا اٹھ سیر تک فی رُپیہ -

۱۵۔ مسورہ - دو من پونے ستائیس سیر فی رُپیہ -

۱۶۔ دال مسورہ - ایک من پونے تیس سیر فی رُپیہ -

(صفحہ ۳۸۸ کا بقیہ نوٹ ملاحظہ ہو)

صرف چار آئے بتاتا ہے۔ اور یہ کہ ایک متوسط درجے کا آدمی اہل و عیال کے ساتھ دس بارہ رُپے میں نہایت آرام سے ایک سال تک بسر کر سکتا تھا۔

۱۔ نیم فلوس جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہے، ادھیلہ کے طور پر تھے۔
 ۲۔ پاؤ فلوس جو بیس کوڑیوں کے برابر ہوتے تھے۔ اور رُپے کے دو سو چھپن ہوتے تھے۔

سرکاری خزانے میں جو حوٹلی بیگمان میں خواجہ کٹاں گھاٹ اور بخش گھاٹ کے درمیان واقع تھا، یہ سیکے فروخت کے لیے موجود رہتے تھے۔ کلکتہ کی ٹیکال کے سرکاری رُپے سے اسٹی رُپے کا سیر مقرر تھا۔ اور ایک من پیسوں کی قیمت اسٹی رُپے تھی۔

رجنلڈر ہینڈ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مدو سیر اور فلوس زیادہ رائج ہوئے۔ لیکن نیم فلوس اور پاؤ فلوس کو رعایا نے زیادہ رائج ہونے نہ دیا۔
 ۱۸۷۱ء کو مسٹر بروک روینو چیف نے رپوٹ کی کہ صراف اور عوام چھوٹے پیسوں کو لینے سے قطعی انکار کرتے ہیں۔

(۱۲) غلہ اور اجناس کا نرخ (۱۷۷۱ء)

اب سے ڈیڑھ سو برس پہلے صوبہ بہار میں غلوں کا کیا نرخ تھا، اس کی کیفیت بھی دل چسپی سے خالی نہیں۔ اس لیے رجنلڈر ہینڈ کی تحریر سے لے رجنلڈر ہینڈ (R. HAND) آرہ میں ڈیڑھ کلکتہ تھے۔ ان کی کتاب میں ۱۷۷۱ء سے ۱۷۸۱ء تک کے حالات سرکاری کاغذات سے مستنبط ہیں اور اس کا نام ہے

(EARLY BRITISH ADMINISTRATION OF BIHAR- 1781-1785)

۱۷۷۱ء کے قریب ابن بطوطہ بنگالے آیا تھا۔ اس نے اپنے سفر نامے میں جو نرخ لکھا ہے ۱۷۷۱ء کے نرخ سے بھی انہماں ہے۔ مثلاً ایک بھیڑ کی قیمت (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۸۹ پر)

زیادہ ہوتی تھی۔ ہندستان کی اس تجارت کو دیکھ کر امریکہ والوں نے بھی نیل بنا کر یورپ بھیجنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ پچاس برس کے اندر یورپ میں ضرورت سے زیادہ نیل پہنچنے لگا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ نرخ کم ہونے لگا۔ اور ہندستان کے تجارت کو بجائے غیر معمولی منافع کے نقصان کی صورت نظر آنے لگی۔ اس خسارے کو دیکھ کر بعض نیل والے صاحبوں نے نیشکر کی کاشت شروع کی اور شکر بنانے کے کارخانے کھولے لیکن اس میں بھی ان کو بہت کام یا بی نہ ہوئی۔

اتفاق سے سالہ کے لگ بھگ بیر (BAYER) نامی جرمنی کے باشندے نے الکترے سے نیل کا رنگ نکالنا ایجاد کیا۔ ابتدا میں یہ رنگ نیل سے گراں فروخت ہوتا تھا لیکن رفتہ رفتہ ان کی تجارت کو ایسی ترقی ہوئی کہ نیل والوں کو کارخانے بند کر دینے پڑے۔ اور سالہ ۱۸۹۷ء سے تو ہندستان کے بازاروں میں جرمنی کے رنگ کے سوا دوسرا رنگ دکھائی نہ دیتا تھا۔ سالہ ۱۹۱۳ء میں صوبہ بہار میں گویا نیل کی کاشت قریب قریب موقوف ہو گئی۔ اور اس وقت نیل کی قیمت سو سو سو روپیہ سن سے زیادہ نہ تھی۔

نیل والے انگریز جن کو ترہمت کے رہنے والے نیل والا یا نیلہا کہتے تھے حکام ضلع کی پشت پناہی کے بھروسے پر کسانوں اور عوام سے نہایت سختی اور فرعونیت کا سلوک کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض کو ٹھیوں کے سامنے سے اگر کوئی شریف ہندستانی گزرنا چاہتا تو اس کو خواہ مخواہ نیل والے صاحب کو سلام کرنا اور اپنی سواری سے اتر کر گزرنا ہوتا تھا۔ اس لیے لوگ ان سے سخت بیزار تھے۔ اور جب ان کے کارخانے بند ہوئے تو کسی کو بھی افسوس نہ ہوا بلکہ سالہ ۱۹۱۶ء میں بعض لوگوں نے ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند

- ۱۷۔ تیس (اسی) ایک من بتیس سیر فی رُپیہ -
 ۱۸۔ سرسوں - ڈیڑھ من سے ایک من سوا بائیس سیر تک فی رُپیہ -
 ۱۹۔ ارناڑی - ایک من پینتیس سیر فی رُپیہ -
 ۲۰۔ نل - ایک من نو سیر فی رُپیہ -
 ۲۱۔ پوستہ - ایک من چھو سیر فی رُپیہ -
 ۲۲۔ نل - فی من دوڑ پڑ دو آٹے سے دوڑ پڑ پانچ آٹے تک -

(۱۳) تربت میں نیل کی باقاعدہ کاشت ۱۸۷۲ء

بہار و بنگالے میں نیل کے پودے (INDIGOFERATINCTORI) سے رنگ بنانا قدیم زمانے سے رائج تھا۔ لیکن ۱۸۷۲ء کے پہلے کسی نے تجارتی طور پر اس کام کو نہ کیا تھا۔ ۱۸۷۲ء میں مسٹر گرائڈ منطفو کوکلکٹر ہو کر آیا تو اس نے تجارتی طور پر نیل کی کاشت اور رنگ بنانے کی تحریک کی۔ تھوڑی ہی مدت میں حکام ضلع کی ہمت افزائی سے بہتیرے انگریزوں نے اضلاع تربت سارن، چپارن اور دربھنگہ میں کوٹھیاں بنا کر باقاعدہ تجارت شروع کر دی۔ غریب کاشت کاروں نے نیل کی گرم بازاری دیکھ کر اپنی زمینوں کا اٹھواں حصہ اسی کاشت کے لیے وقف کر دیا۔ اور چند سال کے اندر نل والے انگریزوں کی ستراسی بڑی بڑی کوٹھیاں قائم ہو گئیں اور تخمیناً تین لاکھ بیگہ زمین میں نیل کی کاشت ہونے لگی۔ اس زمانے میں یورپ میں نیل کا رنگ بہار و بنگالے سے پہنچتا تھا اور اندازہ کیا گیا ہے کہ تقریباً دو لاکھ من نیل صوبہ بہار سے ہر سال روانہ ہوتی تھی جس کی قیمت فی من دو سو پڑ سے

(۱۵) قحط کے آثار اور گولہ گھر کی تعمیر ۱۷۸۳ء

۱۷۸۳ء کے قحط کی یاد ابھی بھولی نہ تھی کہ ۱۷۸۳ء میں بارش کی قلت کے سبب پھر قحط کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ اس زمانے میں سر جان شورٹلنٹ افسر تھے۔ انھوں نے غلے کی درآمد درآمد کے محصول کو اٹھادیا اور ضلع سارن و ترہت سے غلہ باہر لے جانا ممنوع تھا، اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور کوشل میں رپوٹ کی کہ قحط کے امداد کے لیے غلہ رکھنے کی ایک کوٹھی بنوانے کی ضرورت ہے۔ اسی رپوٹ کی منظوری پر ۱۷۸۳ء میں گولہ گھر تیار ہوا جو اقد سے ہوئے پیالے کی صورت کی ایک عجیب و غریب عمارت باقی پور میں موجود ہے۔ اس میں غلہ رکھنے کی کبھی نویت نہ آئی۔ فی الحال شہر میں شارع عام پر فاصلے کے نشان کے لیے جو پتھر لگے ہوئے ہیں، ان میں میلوں کا شمار اسی گولہ گھر سے دکھایا گیا ہے۔ مشہور ہے کہ ۱۷۸۳ء میں مہالیا جنگ بہادر والی نیپال نے اپنے ٹٹو کو گولہ گھر کے زیتون سے سرے تک پہنچا دیا۔

(۱۶) ضلع بہار مقرر ہونا ۱۷۸۶ء

سوریوں کی سلطنت کے زمانے تک قصبہ بہار ہی اس صوبے کا صدر مقام تھا۔ اکبر کے زمانے میں سرکار بہار مقرر ہوئی۔ اس میں ضلع پلاموں، گیا، ہزاری باغ اور مونگیر کے بعض حصے بھی شامل تھے ۱۷۸۶ء میں حکام انگریزی نے ضلع بہار قرار دیا جس کے حدود کم و بیش سرکار بہار

کرنے پر کمر باندھی۔

۱۹۱۴ء میں یورپ کی جنگ عظیم شروع ہونے پر جرمن کے رنگ کی تجارت بند ہو گئی۔ اس وقت اگر صوبہ بہار کے لوگ نیل کے کارخانے جاری کرتے تو بہت منافع حاصل کر سکتے تھے کیوں کہ اس وقت نیل میں چار گونہ اور پانچ گونہ منافع ہو سکتا تھا لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہ کی انگریزوں نے جرمنوں سے رنگ بنانے کا نسخہ اور ترکیب معلوم کر کے یہ تجارت اپنے ہاتھ میں لینے کا قصد کیا ہوتا تھا اگر حکومت کی طرف سے ولایتی رنگ کی فروخت کم کرنے کی تدبیر کی جائے اور بہار و بنگالے میں پھرنیل کی کاشت شروع ہو تو ملک کی بہبودی کی امید ہے۔

(۱۳) تعہد ٹوٹنے پر علاقوں کا بندوبست ۱۹۸۳ء

۱۹۸۳ء میں جان شور ہتھم بندوبست نے پٹنہ آکر تمام علاقوں کو جو راجا کلیان سنگھ اور خیالی رام کا تعہد ٹوٹ جانے پر واپس لیے گئے تھے، اس دفعہ تین سال کے لیے متفرق لوگوں کے ساتھ بندوبست کر دیا۔ یہ وہی سر جان شور ہیں جو بعد کو ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۵ء تک گورنر جنرل کے عہدے پر ممتاز رہے۔ اور کسی شاعر نے ان کے زمانے میں کلکتہ کے حالات کے بیان میں یہ شعر کہا تھا۔

آب شور و زیں سرا سر شور

شور فرماں رواے کلکتہ

خاص بہار و بنگالے کے حالات پر مبنی ہیں۔ اور چوں کہ بہار و بنگالے کی آبادی میں فی صد چند آدمیوں کے سوا تمام نفوس ایسے ہیں جن کی اوقات زمین داری اور کاشت کاری پر منحصر ہے، اس لیے اس بیان میں کسی قدر تفصیل ضروری معلوم ہوتی ہے۔

زمانہ قدیم سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ ملک کی تمام زمینیں بادشاہ کی ملک سمجھی جاتی تھیں۔ اور بادشاہ کو ان کی پیداوار میں ایک جز یا اس کے عوض نقد وصول کر لینے کا حق حاصل تھا۔ یہی حقیقت اکثر ملکی یا فوجی ضرورتوں کے لیے یا مذہبی امور یا خیرات کے کاموں کے لیے شاہی فرمان کے ذریعے جاگیر دار یا التما دار وغیرہ کے نام حسب ضرورت منتقل کر دی جاتی تھی جس کی کیفیت مندرجہ ذیل اصطلاحوں سے ظاہر ہوگی۔

جمع طومار بادشاہی و جمع طومار تخصیص (یعنی اقسام جاگیر خالصہ شاہی اور غیر خالصہ جس میں اور اقسام جاگیر شامل تھیں)۔

۱۔ جاگیر سرکار عالی (جو نظامت کے اخراجات اور محکمہ دیوانی و فوجداری کے جاری رکھنے کے لیے ضروری تھی)۔

۲۔ جاگیر بندہائے عالی بارگاہ (اس کو دیوانی سے تعلق تھا)

۳۔ جاگیر امیر الامرا (سپہ سالار اور فوجی مصارف کے متعلق تھی)

۴۔ جاگیر فوج داران (فوج دار اپنے غلّے میں بطور مجسٹریٹ کے ہوتے تھے)

۵۔ جاگیر منصب داران (منصب داروں کو اپنے غلّے میں امن قائم

لے یونانیوں کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ راجا چندر گپت کے زمانے میں پیداوار کی ایک چوتھائی حکومت کو وصول ہوتی تھی جو پٹلی پتر کا انتظام اور چندر گپت کے حالات میں مذکور ہے۔

کے مطابق تھے۔ لیکن ضلع کا صدر مقام بجائے بہار کے گیا قرار پایا۔ اور اس نامی اس ضلع کا پہلا کلکٹر مقرر ہوا۔ اس وقت باقی پور اور شہر پٹنہ کو چھوڑ کر تمام علاقے گیا کے مجسٹریٹ کے تحت میں تھے۔ اور ان علاقوں کے مقدمات گیا ہی میں فیصلہ ہوتے تھے۔

۱۷۹۸ء میں بہار و فتوحہ میں ڈکیتی اور چوری کے سانحے بہ کثرت متوجہ میں آئے۔ اور گیا کا مجسٹریٹ دوری کے سبب بروقت ضروری انسداد نہ کر سکتا تھا۔ بعض داروغہ بھی چوروں سے ساز باز رکھتے تھے۔ ان وجوہ سے ۱۷۹۸ء میں فتوحہ گیا کے محکمہ فوج داری سے علیحدہ کر کے خاص پٹنہ کی فوج داری میں شامل کر دیا گیا۔

۱۷۹۹ء میں کمپنی نے حکومت کا نظم و نسق نواب ناظم بنگالہ سے لے لیا تھا۔ پٹنہ میں اول اول فرانس گرانڈ (FRANCIS GRAND) بجائے فوج دار کے مجسٹریٹ مقرر ہوا لیکن یہ بعض بدکرداریوں کے سبب بظرف کیا گیا۔ اور ۱۷۹۲ء میں ہنری ڈگلس HENRY DOUGLAS اس کی جگہ پر مقرر ہوا۔ اسی زمانے سے لفظ فوج دار متروک ہوا۔ اور بجائے اس کے لفظ مجسٹریٹ رائج ہوا۔

(۱۷) صوبہ بہار میں زمین داریاں اور بندوبست دومی
۱۷۹۰ء کا حال

انگریزی حکومت نے زمین داریوں کے بندوبست اور سرکاری مال گزار کی تشخیص کے متعلق قدیم بادشاہی ضابطے کے خلاف جو اصول ایجاد کیے وہ

زمینوں کی پیداوار میں حکومت کا جو حصہ ہوتا ہوا اسی کو سرکاری مال کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں یہ مال بچائے نقد کے جنس کی صورت میں بھی ادا کیا جاتا تھا۔ لیکن مال گزاری کی رقم وقتاً فوقتاً حکومت کی طرف سے مقرر ہوتی تھی۔ ادھر چار صدیوں کے اندر بہار و بنگالے میں اس طور کا شاہی بندوبست اول اول اکبر کے زمانے میں ۱۵۸۲ء کے قریب راجا ٹوڈل دیوان لے گیا۔ دوسرا بندوبست جو غالباً تریسویں تھا، شہزادہ شجاع کی صوبے داری کے زمانے میں ۱۶۵۸ء کے قریب واقع ہوا اور تیسرا بندوبست نواب مرشد قلی خاں کی صوبے داری میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد ۱۷۲۲ء میں وقوع میں آیا۔ (ملاحظہ ہو - EARLY REVENUE HISTORY OF

BENGAL AND FIFTH REPORT BY F.D. ASCOLI M.A.)

لیکن اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ایک بندوبست سے دوسرے بندوبست کے درمیان اس بارے میں کوئی کارروائی عمل میں نہ آئی ہوگی کیوں کہ منلیہ سلطنت قائم ہونے پر اکبر کے زمانے میں ۱۵۶۹ء میں شاہی دیوان کا عہدہ قرار پاچکا تھا۔ اور بادشاہی دیوانی کی طرح ہر حاکم صوبہ کے ساتھ بھی دیوان مقرر ہوتا تھا۔

۱۔ واضح ہو کہ اکبر سے بہت پہلے شیرشاہ نے زمین کی اقسام و مال گزاری کے متعلق بہت سے آئین بنائے تھے جو اکبر کے زمانے میں بھی جاری رہے اور بعض صورتوں میں اب تک جاری ہیں۔ ۲۔ دیوان کا خاص کام یہ ہوتا تھا کہ اول ہر قسم کی آمدنی وصول کر کے شاہی خزانے میں داخل کرے اور زمینوں کے بندوبست پیداوار اور مال گزاری اور خراج شاہی وغیرہ کا محقول انتظام رکھے اور تمام جاگیریں اور انعام وغیرہ جو شاہی حکم سے دیے جاتے تھے۔ یا جو مصارف شاہی حکم سے ہوتے تھے ان کے متعلق تمام کارروائی اور جمع و خرچ کا نظم رکھے۔

رکھنے کے لیے سوار و پیادے رکھنا ہوتا تھا۔

۷ مدد معاش (مذہبی کاموں کے لیے آمدنی وقف کی جاتی تھی)

۸ سالیانہ داران (کسی قابلیت یا کارگزاری کے سبب بہ طور وظیفہ کوئی رقم مقرر کر دی جاتی ہے)

۹ زمین داران (اکاشت کاروں سے مال گزاری وصول کر کے شاہی خزانے میں داخل کرنے والوں کے لیے جو محنتانہ یا اجرت یا کمیشن مقرر تھا تھا۔ اس کی تعداد عموماً اصل مال میں دس فی صد سے پندرہ فی صد تک ہوتی تھی)

۱۰ التمنّا (اکثر درویشوں، پیروں، عالموں، شیوخ طریقت اور سجادہ نشینوں کو خانقاہ کے مصارف یا کسی تعلیمی خرچ کے لیے یا حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے جاگیریں ہوتی تھیں)

۱۱ روزینہ داران (مذہبی کام کرنے والوں کے خرچ کے لیے جو رقم مقرر ہوتی تھی)

۱۲ نوارہ (جنگی کشتیوں کو نوارہ کہتے تھے۔ ان کے فراہم رکھنے کے لیے بھی خرچ کی ایک ضروری مقدار کر لی گئی تھی)

۱۳ احشام عملہ (کسی افسر یا حاکم کے اعزاز و وقار کے لیے ظاہری شان و شوکت کے ساز و سامان مراد ہیں)

۱۴ کھیدا (جنگلوں میں ہاتھیوں کو پکڑنے کے لیے جو اہتمام ہوتا ہے اس کو کھیدا کہتے ہیں)

(واضح ہو کہ تیول بھی ایک طور کی جاگیر ہی کو کہتے تھے جو شہزادوں کے خرچ کے لیے دی جاتی تھی)

منفید ثابت نہ ہوا۔ زمین دار آئندہ سال کی توقع نہ رکھتے تھے۔ اس لیے ایک سال کی مدت میں جس قدر ممکن تھا حاصل کر لینا چاہتے تھے۔ اور کاشت کار بھی جانتے تھے کہ شاید آئندہ سال نئے زمین دار سے سروکار رہے۔ اس لیے بے پروائی کرتے تھے اکثر بندوبست ایسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا جن کو پہلے سے زمین داری و کاشت کاری کا ذاتی تجربہ نہ تھا۔ اور تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کو مال گزاری وصول کرنے میں دقتیں پیش آئیں۔ اور حاجت کا تقاضا تھا کہ مال گزاری وقت پر وصول ہو کرے۔ ایک سالہ بندوبست سے کام نہ چلنے پر پنج سالہ بندوبست شروع کیا گیا۔ کچھ دن مرشد آباد اور پٹنہ کی کونسلوں کے ذریعے نظم جاری رہا اور مال گزار و عامل مقرر کر کے انتظام جاری رکھنے کی کوششیں عمل میں آئیں لیکن بالآخر ۱۸۶۷ء میں کورٹ آف ڈائریکٹرز نے وہ سالہ بندوبست کرنے کی ہدایت کی اور یہ بھی حکم دیا کہ وہ سالہ بندوبست کر کے مال گزاری کی رقم مستقل طور پر قرار رکھی جائے۔

لارڈ کارنوالس نے ۱۸۶۹ء تک ایک سالہ بندوبست جاری رکھا اور اس کے بعد وہ سالہ بندوبست مقرر کر دیا۔ یہی وہ سالہ بندوبست ۱۸۶۲ء سے بندوبست دوامی قرار پایا۔ بندوبست دوامی کی تجویز میں انگلینڈ کے وزیر اعظم ولیم پٹ کی رائے کو خاص طور پر دخل تھا۔ جس وقت لارڈ کارنوالس کی تحریک انگلینڈ میں ڈائریکٹروں کے پاس پہنچی ان لوگوں کو بہار و بنگالے کے حالات کا اس قدر تجربہ نہ تھا کہ اس مسئلے میں کوئی صحیح رائے قائم کرتے۔ مزید برآں سر جان شور کی صلاح بندوبست دوامی کے خلاف تھی اور ان کی صلاح کو اکثر ڈائریکٹر برٹش وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آخر سر ڈنڈاس

۱۸ بعض صورتوں میں سالہ و پنج سالہ۔

زمین کی پیداوار میں شاہی حصہ یا مال گزاری "کو اصل کاشت کار سے
 وصول کر کے شاہی خزانے میں داخل کرنے والے زمین دار ہوتے تھے سلطان
 مغلیہ کے عہد میں ان کی قانونی حیثیت کمیشن ایجنٹ یا ٹھیکے دار کی سی تھی۔
 جو موامعات ان کے ساتھ بندوبست کیے جاتے تھے اس میں سے شاہی
 مال گزاری دینے کے بعد تخمیناً آٹھواں حصہ ان کا محتاج ہوتا تھا۔ لیکن درحقیقت
 یہ لوگ اس سے بہت زیادہ رقم حاصل کر لیتے تھے۔ جب تک شاہی خزانے
 میں مال گزاری قسط بہ قسط وصول ہوتی رہتی تھی، اس وقت تک حکومت
 کی طرف سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ ہوتی تھی بلکہ ایک مدت تک زمین دار رہنے
 کے بعد یہ لوگ اپنے حقوق کو مستقل یا موروثی قرار دے کر منتقل کرنے کا مجاز
 سمجھتے تھے۔ لیکن حکومت نے سنی زمین داری کو موروثی یا مستقل حقیقت
 قرار نہ دیا تھا اور وقت پر مال گزاری ادا نہ کرنے پر اکثر زمین داریاں چھین لی
 جاتی تھیں۔ مثلاً ترہٹ کا علاقہ در بھنگ کے راجا کے ساتھ ایک لاکھ روپے
 سالانہ سرکاری مال پر بندوبست کیا گیا تھا۔ راجا مذکور نے شاید کچھ فاضل
 رقم رعایا سے لے کر دہالی یا اسی قسم کا کوٹہ شبد ہوئے پر نواب علی وردی خان
 نے راجا مذکور کو بجائے زمین دار کے محض مال گزار بنا دیا۔ اور چند موامعات
 اس کے لیے چھوڑ کر سرکاری مال گزاری پر دونی صدا اس کا حق المحنت مقرر
 کر دیا۔ اسی طرح عالی جاہ میر قاسم علی خاں نے بھی کئی زمین داریاں چھین
 لی تھیں۔

بہر حال حکومت کی باگ انگریزوں کے ہاتھ میں آنے سے پہلے ہی
 سلطنت مغلیہ کے اصول نظم و نسق درہم دہرہم ہو چکے تھے۔

۱۷۶۵ء کے بعد انگریزوں نے اول سالانہ بندوبست کیا لیکن کچھ

سے گورنمنٹ وصول کر لیتی ہے۔ چاہے وہ آمدنی نوکری سے حاصل ہو یا تجارت وغیرہ سے۔ ابتدا میں یہ ٹیکس خاص ضرورت سے عائد کیا گیا تھا۔ لیکن اب اس کے موقوف ہونے کی امید نہیں۔ حالاں کہ راقم کے علم میں کوئی شخص اس کو خوشی سے ادا نہیں کرتا۔

بہر کیف بندوبست دوامی کا حکم صادر ہونے پر ضلع بہار میں حسب ذیل پرگنات بندوبست کر دیے گئے۔

- (۱) پرگنہ راج گیر بنام بھلی علی خان برادر نواب علی ابراہیم خان۔
 - (۲) پرگنہ بسوک و بھیم پور بنام کریم قلی خاں وغیرہ ورنار نواب منیر الدولہ (۱۸۷۸ء میں یہ پرگنہ نواب موصوف کی جاگیر میں تھے)
 - (۳) پرگنہ تملارہا بنام میر محمد باقر علی خاں (جو نواب سراج الدولہ کی بہن کی اولاد سے تھے)
 - (۴) حصہ پرگنہ شاہ جہان پور و بھیم پور بنام شیخ فیض اللہ مورث اعلیٰ چودھری ظہور صاحب ساکن اسلام پور (سابق میں یہ بھی نواب منیر الدولہ کی جاگیر میں تھا)
 - (۵) پرگنہ اوگرہسی و سنوت بنام راجا مترجیت سنگھ۔
 - (۶) پرگنہ سوڑھا بنام راجا جسونت سنگھ (ساکن دھربہ)
 - (۷) پرگنہ بیکٹ پور بنام بالو ادونت سنگھ۔
 - (۸) پرگنہ غیاث پور چند شخصوں کے نام بندوبست ہوا تھا۔ لیکن دو تین برس کے اندر واپس لیا گیا۔ اس میں اکثر التما اور جاگیریں وغیرہ تھیں۔
- لے ڈیڑھ ہزار سے زیادہ آمدنی پر چار پائی فی ربیہ اور اسی طور پر ٹیکس کی رقم میں اضافہ ہوتا ہے جس سے آمدنی کا ایک حصہ گورنمنٹ کے خزانے میں پہنچ جاتا ہے۔

صدر نے یہ تحریک کی کہ اس اہم مسئلے میں وزیر اعظم سے صلاح لینی چاہیے۔
وزیر اعظم نے دس دن تک اس مسئلے پر ہر پہلو سے غور و خوض کر کے بندوبست
دوامی کی منظوری کی صلاح دی۔

اس ملک میں اب تک یہ مسئلہ زیر بحث ہو کہ بندوبست دوامی گورنٹ
اور پبلک کے حق میں مفید ہو یا مضر۔ اس میں شک نہیں کہ بندوبست دوامی
سے گورنٹ نے اپنے مال میں اضافہ کرنے کے متعلق اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا
لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس بندوبست کی بدولت زمینداروں
نے گورنٹ کی بہت کچھ حمایت کی جس سے گورنٹ کو استقلال حاصل کرنے
میں مدد ملی۔ البتہ یہ ضرور ہو کہ اس دوامی بندوبست نے ہزاروں زمین داروں
کو ناکارہ بنا رکھا ہو۔ اور کاشت کاروں کو بھی کوئی خاص فائدہ نہ پہنچا اور
راقم کے خیال میں بندوبست دوامی سے زمینوں کی آبادی میں کوئی خاص
ترقی نہ ہوئی۔

سلطنت مغلیہ کے آخری زمانے میں صوبے داروں نے زمین کے
مال کے علاوہ آمدنی کے اور بھی ابواب قائم کر لیے تھے۔ پہلے اول اول ابواب
مرشد قلی خاں نے ابواب وصول کیے جو علی وردی خاں اور میر جعفر خاں
کے زمانے تک قائم رہے۔ میر قاسم نے اس پر کیفیات اور توفیر کا اضافہ
کیا۔ کیفیات سے سابق ابواب میں اضافہ مراد ہو۔ اور توفیر سے کسی نئی
آمدنی پر تشخیص مراد ہو۔ انگریزی حکومت میں ایک نئی چیز انکم ٹیکس ہو۔
ہزاروں روپے سے زیادہ سالانہ آمدنی پر دوپائی فی روپیہ کے حساب

لے آج تک اکثر زمین دار یا ان کے ملازم رعایا سے اتنی قسم کے ابواب ناجائز وصول
کرتے ہیں کہ ان کی فہرست کو ایک دفتر چاہیے۔

نیپالیوں کو شہنشاہ چین کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ گورکھوں نے بودھ مذہب کی بعض چیزوں کی توہین بھی کی تھی۔ اس لیے شاہ چین نے گورکھوں کے مقابلے کے لیے بارہ ہزار سپاہ روانہ کی۔ ۱۷۹۲ء میں چین کی فوج باوجود راہ کی صعوبت اور بعد کے۔ کاٹھمانڈو سے بارہ کوس پر پہنچ گئی۔ اس وقت گورکھوں نے مجبوراً شاہ چین کے ماتحت رہنا قبول کر کے صلح کر لی۔ لیکن انگریزوں سے بھی ایک تجارتی معاہدہ کر لیا۔ انگریز قبل سے تجارتی عہدہ پیمان کے خواہاں تھے۔ چنانچہ ۱۷۸۰ء میں وارن ہیسٹنگس نے مکوان پور کے راجا کا علاقہ اور چیمپارن کے بانیس موانضعات گورکھوں کے تحت میں ہونا تسلیم کر لیا تھا۔ اور ایک فیل بطور نذرانہ ہر سال لینا قبول کر کے صلح کی تھی۔

۱۸۰۰ء میں گورکھوں اور انگریزوں کے درمیان ایک اور معاہدہ مقام داناپور میں قرار پایا۔ جس کی شرطوں کے مطابق کاٹھمانڈو میں انگریز سفیر (ریزیڈنٹ) متعین ہوا۔ اور انگریزوں کی سرحد میں ڈاک روینے والوں اور بد معاشوں کی گرفتاری کے متعلق قانونی عمل درآمد طو پایا۔ اور انگریزوں نے ایک ہاتھی سالانہ نذرانہ لینا اٹھا دیا۔ لیکن گورکھوں نے تمام شرائط کی پابندی نہ کی اور انگریزی سفیر کی توہین کرتے رہے۔ اس لیے ۱۸۰۰ء میں لارڈ ولزلی گورنر جنرل نے اس معاہدے کو منسوخ کر دیا۔

اس کے بعد گورنمنٹ کو ترہت کے کلکٹر کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ ۱۸۰۰ء سے ۱۸۱۳ء کے درمیان گورکھوں نے دوسرے موانضعات پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے ۱۸۱۳ء میں لارڈ ہیسٹنگز (LORD HASTINGS) نے گورکھوں کو ان موانضعات سے ہٹ جانے کو کہا۔ لیکن گورکھوں نے اس

(۹) پرگنہ سائڈ ۱۷۹۲ء میں دوبارہ بعض زمین داروں کے ساتھ بندوبست کیا گیا۔ اس پر بھی نصف کے قریب علاقے جو جاگیرداروں اور التعداداروں کے قبضے میں تھے بندوبست سے چھوٹ گئے۔

(۱۸) پراونشیل کورٹ آف اپیل ۱۷۹۳ء

۱۷۹۳ء میں پٹنہ میں اور اسی طرح ڈھاکے میں پراونشیل کورٹ آف اپیل یعنی حکام صوبے کے فیصلوں کے خلاف درخواستوں کی سماعت کے لیے عدالتیں قائم ہوئیں لیکن ۱۸۳۳ء میں یہ عدالتیں بند کر دی گئیں۔

(۱۹) ترہت و چیمپارن کی طرف انگریز اور گورکھوں کا معاملہ ۱۷۸۹ء تا ۱۸۱۶ء

میر قاسم کانپال پر فوج کشی کرنا مذکور ہو چکا ہے اس کے دو برس بعد گورکھوں نے کموان پور کے زمین دار کو مغلوب کر کے رفتہ رفتہ ترائی کے اکثر علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ اور ان کے راجا پر تھوڑی ترائی نے ضلع چیمپارن میں بائیس مواضعات پر دخل جمایا۔ اس کے چند سال بعد گورکھوں کی چڑھائی سے خائف ہو کر کاٹھ مانڈو کے نوار راجا نے انگریزوں سے مدد چاہی۔ انگریزوں نے میجر کینلاخ (MAJOR KINLOCH) کے تحت میں ایک مختصر فوج روانہ کی لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ پیدا نہ ہوا۔ بلکہ گورکھوں نے کاٹھ مانڈو پٹن اور بھٹ گانو وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور

کی صوبہ بہار میں اضلاع پورنیہ بھاگل پور بہار جس میں حصص پٹنہ گیا۔
مونگیر بھی شامل تھے) شاہ آباد میں سفر کر کے ضروری حالات قلم بند کیے۔
ان کی رپورٹیں جو پچیس جلدوں میں ہیں۔ وزیر ہند کے دفتر میں موجود ہیں۔
اور اب ان کا بیشتر حصہ متفرق ضلع کے حالات میں علیحدہ علیحدہ شائع ہو گیا
ہر جو بکانن ہلٹن کے جرنل کے نام سے موسوم ہو۔

(۱) ضلع پورنیہ کے حالات میں صاحب موصوف نے لکھا کہ ایک رُپیہ
اس علاقے میں ایک بڑی رقم سمجھی جاتی ہے۔ کیوں کہ یہ کاشت کاری کے
مزدوروں کی دو ہینے کی تنخواہ کے برابر ہے اور یہاں دو پیسے ایک خدمت گار
کی یومیہ تنخواہ ہوتی ہے۔ لیکن یہ سکہ بھی یہاں زیادہ دستیاب نہیں بعض
جگہ غربا کو نمک تک دستیاب نہیں ہوتا۔ اور اس کے عوض میں یہ بعض
لکڑیوں کی خاک کو کھانوں میں ملا کر کھاتے ہیں۔ غلاموں کی خرید و فروخت
کا عام رواج ہے۔ اور لڑکے اور لڑکیاں اپنے سن و سال کے مطابق پانچ روپیہ
سے بیس روپیہ تک فروخت ہوتے ہیں۔ غربا کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔
جب یہ مرنے لگتے ہیں تو ان کو راستے کے قریب چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اگر
کوئی غریب اچانک مر جائے تو اس کی لاش کو خفیہ طور پر ایسی جگہ پھینک
دیتے ہیں جہاں کتے ان کو کھا جاتے ہیں۔

(۲) ضلع شاہ آباد کے متعلق بھی قریب قریب یہی حالات لکھے ہیں۔ یہاں
بھی لڑکے پندرہ روپیہ کو اور لڑکیاں بیس روپیہ کو فروخت ہوتی تھیں۔ اور لوگ
غریبوں کو مرنے وقت بستی سے باہر پھینک آتے تھے۔ ایک مرد خدمت گار
کی تنخواہ کھانے اور کپڑے کے علاوہ آٹھ آنے سے ایک روپیہ تک ماہوار ہوتی
تھی۔ کاشت کاروں کے مکانوں میں بجائے کھڑکیوں اور دروازوں کے

کی کچھ پروانہ کی۔ دوسرے سال انگریزوں نے متفرق گھاٹیوں سے نیپال پر
 چڑھائی کر دی۔ گورکھوں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن نومبر ۱۸۱۵ء
 میں مقام سگولی ضلع چپارن میں انگریز اور گورکھوں کے درمیان صلح کی ٹھیر
 گئی۔ گورکھوں نے اس وقت تک کوئی ایسی شکست نہیں کھائی تھی۔ اور
 صلح نامہ کے رو سے ان کو ترائی کے علاقے انگریزوں کے حوالے کر دینا ہوتا
 تھا۔ اس لیے نیپال کے دربار نے اس کو منظور کیا اور ۱۸۱۶ء میں دوبارہ
 جنگ چھڑ گئی۔ اس دفعہ جنرل اکثر لونی نے چپارن کی طرف سے بیس ہزار
 فوج روانہ کر کے نیپال پر چڑھائی کر دی۔ اور بعض مقاموں پر قبضہ کر کے
 کاٹھمانڈو پر حملہ کرنے کا ہتھیہ کیا۔ گورکھوں نے مجبور ہو کر سگولی والے صلح نامے
 کو قبول کر کے دستخط کر دیے۔ اسی صلح نامے کی رو سے کمایوں کے علاقے
 جن میں شملہ، نینی تال اور مسوری بھی شامل ہیں انگریزوں کے قبضے میں
 آ گئے۔ گورکھوں کو سکم سے بھی دست بردار ہونا پڑا اور اس وقت سے کاٹھ
 مانڈو میں مستقل طور پر انگریز ریزیڈنٹ رہنے لگا۔

(۲۰) کاشت کاری اور عام اقتصادی حالات کی تحقیقات

۱۸۰۴ء تا ۱۸۱۲ء

انگریزی حکومت میں اول اول ۱۸۰۴ء میں لارڈ مٹو گورنر جنرل کے
 حکم سے ڈاکٹر فرانسس بکائن (FRANCIS BUCHANAN) نے صوبہ بہار
 وبنگلے میں کاشت کاری اور عام اقتصادی حالات کے متعلق تحقیقات شروع

ہوں گے۔

(۲۳) ۱۸۳۳ء کا زلزلہ

۹ ربیع الثانی ۱۲۴۹ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۸۳۳ء کو شدید زلزلہ واقع ہوا۔ اس کی کیفیت حضرت شاہ ابوالحسن فردکی یادداشت میں مذکور ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

تاریخ ۹ ربیع الثانی ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۲ جمادی اول ۱۲۵۰ھ پہلے واسنج کی رات کو اس شدت کا زلزلہ ہوا کہ مکانات گر گئے۔ شہر مداس سے بنارس تک تمام اضلاع اور مہس اور نیپال کے پہاڑ کے دامن میں اور برہم پور اور بہار وغیرہ ہر جگہ یہی حال ہوا۔ تاریخ کو دوپہر سے تھوڑا تھوڑا لرزہ شروع ہوا۔ ہنوز راقم کی تاریخ شائع نہ ہوئی تھی کہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء مطابق ۲۸ رمضان ۱۳۵۲ھ روز دوشنبہ کو دن کے دو بج کر دس منٹ پر شدید زلزلہ واقع ہوا جس سے شہر مونگیر بالکل تباہ ہو گیا۔ مظفر پور، دربھنگہ، سیتا مڑھی اور بعض اضلاع میں بے شمار مکانات منہدم ہو گئے۔ اور زمین پھٹ کر پانی اور آبخرات کے ساتھ دیگ اور بالوفوارے کی طرح نکلے جس سے بعض مواضع میں زراعتی زمین رگستان اور جھیل کی طرح نظر آنے لگے۔ اور کھیتوں کی کوئی شناخت باقی نہ رہی۔ خاص عظیم آباد پنڈن میں اکثر مکانات گر گئے یا شق ہو کر رہ گئے۔ شاہ آباد، گیا اور دوسرے شہروں میں بھی یہی حال پیش آیا۔ اور نیپال سے بھی اسی قسم کے واقعے کی خبریں معلوم ہوئیں۔ اس زلزلے سے تین ہزار بارہ ہزار اشخاص ہلاک اور مجروح ہوئے۔ خفیف لرزہ تادم تحریر (۲ مارچ ۱۹۳۲ء محسوس ہوتا رہتا ہو۔

موت کے اور کھلے ہوئے شکاف بنے ہوئے تھے۔

(۲۱) فارسٹ صاحب کے چشم دید حالات ۱۸۲۲ء

۱۸۲۲ء میں فارسٹ صاحب نے عظیم آباد پٹنہ کی سیاحت کی اور یہاں کے چشم دید حالات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ "عظیم آباد نہایت قدیم شہر اور صوبہ بہار کا دار الحکومت ہے۔ شہر کے گرد دیوار اور خندق ہے جو مرتبہ نہ ہونے کے سبب خراب ہو گئی ہے۔ ایک گرجا رومن کتھولک عیسائیوں کا ہے اور ایک مدرسہ مسلمان شیوخ کا ہے۔ اور انگریز اور ڈنیشن قوموں کی تجارتی کوٹھیاں ہیں۔ قلعے کے آثار ہنوز باقی ہیں۔ عیسائیوں کے گورستان میں ایک ستون ان انگریزوں کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ جو ۱۶۶۳ء میں بے رحمی سے قتل کیے گئے۔"

(۲) ضلع پٹنہ مقرر ہونا ۱۸۲۵ء

۱۸۲۵ء میں حکام انگریزی نے پٹنہ کو خاص ضلع مقرر کیا۔ اس وقت پرگنہ بہار پرگنہ راج گیر اس ضلع میں شامل نہ تھے۔ یہ پرگنہ عرصہ دراز کے بعد ۱۸۶۵ء میں (غدر کے اٹھ برس بعد) ضلع پٹنہ میں شامل کیے گئے۔

۱۸۳۲ء و ۱۸۳۶ء میں ضلع پٹنہ کے مشرقی حدود سے بعض حصص خارج ہو کر ضلع مونگیر میں شامل کر دیے گئے۔ موجودہ حدود نقشوں سے ظاہر

(۲۵) پٹنہ کے وہابیوں کی سرگزشت ۱۲۳۳ھ تا ۱۳۳۳ھ

گزشتہ صدی میں ایک بڑا واقعہ جو وہابیوں کی بغاوت کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو صوبہ بہار پٹنہ کی تاریخ سے خاص تعلق ہے۔ بارہویں صدی ہجری کی ابتدا میں عبدالوہاب نامی لیڈر کی تعلیم سے نجد میں ایک مذہبی فرقہ قائم ہوا۔ جس کا منشا مسلمانوں میں لغو رسم و رواج باطل اعتقادات اور اودام پرستی کو دور کرنا تھا۔ ہندوستانی حاجیوں نے حج سے واپس آکر ہندوستان میں بھی اس کا چرچا پھیلایا۔ اور رائے بریلی میں سید احمد صاحب نے جو ایک ذی اقتدار اور مشہور و معروف عالم باعمل تھے۔ مسلمانوں میں مذہبی اصلاح اور تبلیغ و اشاعت شروع کی۔ اتفاقاً اسی زمانے میں سکھوں کے جتے سے پنجاب میں مسلمانوں کو ایذا پہنچ رہی تھی اور مسلمانوں کے مذہبی فرائض ادا کرنے میں بھی سخت روک ٹوک ہوتی تھی۔ اس لیے سکھوں کے خلاف جہاں کا فتویٰ صادر ہوا ۱۲۳۲ھ کے قریب حج کو جاتے ہوئے سید احمد صاحب کا قافلہ عظیم آباد پٹنہ میں وارڈ ہوا۔ اس وقت مولوی ولایت علی ساکن صادق پٹنہ نے جو اس زمانے میں تارک الدنیا ہو کر فقیرانہ وضع سے لکھنؤ میں رہتے تھے۔ اور سید احمد صاحب کے ارادت مندوں میں تھے۔ اپنے قرابت مندریہ کو لکھنے بھیجا کہ سید صاحب پٹنہ جا رہے ہیں اُن سے ارادت حاصل کرنی چاہیے۔ سید احمد صاحب کے پٹنہ آنے پر مولوی ولایت علی کے علاوہ مولوی عنایت علی مولوی شاہ محمد حسین، مولوی الہی بخش و مولوی احمد اللہ (پسر مولوی الہی بخش) ساکنان صادق پور پٹنہ جو اس زمانے میں خود بھی علم و فضل میں شہرت رکھتے تھے۔ سید احمد صاحب سے ملے لیکن اس وقت سید احمد صاحب نے

ہوا۔ پھر رات کو پانچ بار زلزلہ ہوا اس کے بعد ایک بار شدید زلزلہ ہوا۔ ایک گھنٹی بعد پھر اس سے زیادہ شدید زلزلہ ہوا اور دیر تک محسوس ہوا۔ اور اس کے بعد سے یادداشت کی تاریخ یعنی ۲۵ ربیع الثانی تک تھوڑا تھوڑا زلزلہ محسوس ہوتا رہا۔ کبھی کچھ زیادہ بھی ہوا جس سے طاق پر سے بعض چیزیں نیچے آگئیں اور حقے سے چلم گریڑی۔“

حضرت فرد کے بھائی جناب شاہ محمد ابوالحیات اور ان کے بھانجے شاہ محمد مصی احمد کی یادداشتوں میں بھی جو کتب خانہ مجیدیہ پھلواری شریف میں موجود ہے۔ اس زلزلے کا حال کسی قدر تفصیل کے ساتھ مندرج ہے۔ اس زلزلے کی تاریخ مولوی ابوتراب صاحب نے یوں کہی تھی۔

(۱) تو اتر زلزلہ (۲) بیماری لرزہ شد زمین را اسال

مذکورہ بالا یادداشتوں کے علاوہ جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی بنگالے کے پرائے پریس میں بھی ۲۶ اگست ۱۸۳۲ء کو شدید زلزلہ واقع ہونا بعض ضروری تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

(۲۳) ۱۸۳۷ء میں فارسی زبان کا رواج اٹھا دیا جانا

لارڈ کلینٹن کی حکومت کے زمانے میں ۱۸۳۷ء میں عدالتوں اور محکموں سے فارسی زبان کا رواج اٹھا دیا گیا۔

(۱۸۲۵ء) میں سید احمد صاحب ایک معرکے میں شہید ہوئے۔ کچھ مدت کے بعد مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی نے پٹنہ کے علاقوں سے ایک جمعیت فراہم کر کے پنجاب پر چڑھائی کی۔ اور دریائے اندس کے بائیں جانب ملک پنجاب کو کشمیر کی سرحد تک فتح کر لیا۔ سکھوں نے ہزیمت اٹھا کر انگریزوں کا سہارا پکڑا۔ انگریزوں نے ان مولویوں کو اطلاع دی کہ سکھوں کے سردار گلاب سنگھ سے ہم سے معاہدہ ہو۔ اس لیے تم ان کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اس سے سکھوں کے علاوہ انگریزوں سے بھی مخالفت پیدا ہو گئی۔ انگریزی فوج سکھوں کی طرف داری میں وہابیوں کی جمعیت کو منہزم کرنے لگی۔ یہاں تک کہ ۱۸۲۸ء میں ان کو تمام مفتوحہ علاقوں سے بے دخل کر دیا۔ مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی بھی گرفتار کر کے پٹنہ لائے گئے اور چار برس تک کوئی باغیانہ حرکت نہ کرنے کے لیے ہر ایک سے دس دس ہزار روپے کا چلکا لیا گیا۔ اس مدت کے گزرنے پر مولوی عنایت علی نے پھر ایک جمعیت قائم کر کے پنجاب پر دھاوا کیا۔ لیکن انگریزوں نے شکست فاش دی۔ اس معرکے میں کرم علی درزی ساکن دانا پور متعدد رساتھیوں کے ساتھ قتل ہوا۔

۱۸۵۷ء میں ولیم ٹیلر نامی پٹنہ میں کشن کے عہدے پر ممتاز تھا۔ مذکورہ صادقہ میں لکھا ہے کہ بعض نو دولت رؤسائے شہر کشن کی نظر میں خیر خواہ بننے کی غرض سے یا کسی اور سبب سے مولویوں کے خلاف جھوٹ بچ لگایا کرتے تھے۔ چنانچہ کشن نے ۱۸ جون ۱۸۵۷ء کو مولوی احمد اللہ و مولوی شاہ محمد حسین ساکنان صادق پور اور مولوی واعظ الحق ساکن بخشہ محلہ کو

چند دن قیام کر کے بنگالے کی طرف کوچ کیا۔

۱۲۲۵ھ میں سید احمد صاحب کا قافلہ راج سے واپس ہو کر متعدد کشتیوں پر پانچ چھ سو مریدوں کے ساتھ پٹنہ میں مدرسہ گھاٹ کے پاس وارد ہوا۔ سید احمد صاحب نے اس دفعہ صادق پور میں قیام کیا، اور علماء صادق پور کا سارا خاندان حلقہ ادارت میں داخل ہوا۔ اس زمانے میں ہندوؤں کے رسم و رواج کے اثر سے مسلمان شرفاء بیواؤں کی شادی کو سخت معیوب سمجھتے تھے۔ سید احمد صاحب کو تلقین سے عظیم آباد پٹنہ میں اول اول صادق پور کے خاندان میں ایک بیوہ کا عقد ہوا اور یہ جاہلانہ رسم توڑی گئی۔

سید احمد صاحب نے مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی و مولوی شاہ محمد حسین کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اور پنجاب کے مسلمانوں کی امداد کے لیے ضروری سامان فراہم کرنے کی تاکید کی۔ جب سید احمد صاحب کا قافلہ روانہ ہوا مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی و مولوی طالب علی و مولوی باقر علی بھی ہمراہ ہوئے۔ پھر کچھ اور لوگ بھی ان سے جا ملے۔ سید احمد صاحب نے افغانستان کا سفر کیا۔ اس وقت مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی بھی معیت میں موجود تھے۔

مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی و مولوی شاہ محمد حسین نے اپنی جدوجہد سے ایک بڑی جمعیت فراہم کر لی اور تمام بنگالہ و بہار کے لیے عظیم آباد پٹنہ کو اپنی تنظیم کا صدر مقام قرار دیا۔ مریدوں کی اعانت سے کثیر رقم بھی جمع ہو گئی۔ اس کے بعد ۱۲۳۱ھ (۱۸۲۶ء) کے قریب سید احمد صاحب نے سکھوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ ۱۲۳۳ھ (۱۸۲۸ء) کے قریب سید احمد صاحب نے پشاور پر قبضہ کر لیا۔ لیکن دوسرے سال

مولوی عبدالرحیم د مولوی یحییٰ علی کو بھی گرفتار کر کے حوالات کا حکم دیا مولوی یحییٰ علی سے دس ہزار روپے کی ضمانت طلب کی گئی۔ اور علامہ حکیم عبدالحمید (سپر مولوی احمد اللہ) نے اس کی فراہمی کا سامان بھی کیا لیکن چند دنوں کے بعد یہ حکم ہی منسوخ کر دیا گیا۔ اسی سلسلے میں ہندستان کے مختلف حصص میں اور بھی گرفتاریاں عمل میں آئی تھیں۔ ۲۶ رمضان ۱۳۸۲ء کو گرفتار شدہ لوگ انبالے بھیج دیے گئے اور گیارہ ملزموں پر جن میں پانچ اشخاص پٹنہ کے رہنے والے تھے بغاوت کا مقدمہ قائم ہوا۔ تذکرہ صادق صفحہ ۶۶ میں لکھا ہے کہ پولیس نے زبردستی سے کسی طرح جرم ثابت کرایا۔ اور صدر الدین نامی ایک لڑکے کو جو منشی محمد جعفر کے مکان میں رہتا تھا۔ سکھا پڑھا کر شہادت میں پیش کیا تھا لیکن اجلاس پر آکر یہ لڑکا سکھائی ہوئی بات بھول گیا۔ اور جرح میں کچھ اور کہہ دیا۔ اس پر اسی رات کو پولیس نے اس قدر مارا کہ صدمے سے وہ لڑکا مر گیا۔

جرم ثابت ہونے پر جج نے مولوی یحییٰ علی و منشی محمد جعفر و محمد شفیع کے حق میں پھانسی کا حکم دیا۔ اور باقی مجرموں کے لیے جس دوام بہ عبور دریائے شور تجویز کیا۔ لیکن عدالت عالیہ نے پھانسی کے حکم کو تبدیل کر کے جس دوام کر دیا۔ ۲۵ مئی ۱۸۶۵ء میں پٹنہ میں مولوی احمد اللہ پر بغاوت کا مقدمہ قائم کیا گیا اور جج نے ان کے لیے پھانسی کا حکم دیا لیکن عدالت عالیہ نے اس کو تبدیل کر کے جس دوام کر دیا۔ مولوی احمد اللہ کی ساری جائیداد بھی (جس میں وہ جگہ بھی تھی جہاں اس وقت پٹنہ سٹی میونسپلٹی کا دفتر ہے۔ اور اسی کے پاس خاندانی ہڑواڈ بھی تھی) ضبط کر لی گئی۔

آمالی صاحب اپنی تاریخ (صفحہ ۷۱۳) میں لکھتے ہیں کہ ان ضبط شدہ جائیداد

ملاقات کے بہانے سے اپنی کوٹھی میں بلوا کر نظر بند کر لیا۔ اور اس کے بعد ہی تمام اہل شہر سے ہتھیار بھی رکھوا لیے۔ ان مولویوں کو تھینا تین مہینے نظر رکھنے کے بعد دوسرے حکام کے ذریعہ تحقیقات کرنے پر گورنمنٹ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ محض شبہ پر گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ اس لیے گورنمنٹ نے ان کو آزاد کر دیا۔ اور ولیم ٹیلر کمشنر کو معتبوب کر کے ملازمت سے ہٹا کر دیا۔ لیکن نوکری چھوٹنے پر بھی اس نے پٹنہ کو نہ چھوڑا اور یہیں رہ کر وکالت کا پیشہ شروع کیا۔ نئے کمشنر نے تلافی یافتہ کے لیے مولوی احمد اللہ کو ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر جو اس زمانے میں ہندوستانیوں کے لیے غیر معمولی عزت کی نوکری تھی۔ بحال کیا۔ اور اسی طرح مولوی واعظ الحق کو بھی عہدہ دیا گیا۔ لیکن مولوی احمد اللہ نے کچھ دنوں کے بعد استعفا دے دیا۔ اور مولوی واعظ الحق نے مکے کو ہجرت کی۔ اور وہیں انتقال کیا۔ اپنی اولاد کو جائیداد حوالے کرنے کے بعد جو کچھ نقد ساتھ لے گئے تھے اس سے مکے میں مکان بنوا کر غریبا، حجاج، اور طالب علموں کے لیے وقف کر دیا۔

ان واقعات کے بعد ہی ۱۸۵۷ء کا غدر پیش آیا جو آئندہ اوراق میں علیحدہ مذکور ہوگا۔ غدر کے کئی برس بعد ۱۲ شعبان ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۳ء کو یکایک الگ نذر نامی مجسٹریٹ پٹنہ اور پارسن نامی سپرنٹنڈنٹ پولس ضلع انبالہ (پنجاب) نے بعض افسروں اور کانٹابلوں کے ساتھ آکر مولوی احمد اللہ و مولوی یحییٰ علی کے مکان کا محاصرہ کیا۔ پھر مکان کے اندر گھس کر ادھر ادھر دیکھا۔ اور مولوی عبدالرحیم و میاں عبدالغفار سے بعض سوالات کر کے واپس گئے۔ لیکن تیسرے دن پھر بطور اول آکر مکانوں میں جس قدر خطوط یا قلمی کتابیں پائیں اٹھا کر لے گئے۔ اور

تھے۔ ان کے اہل و عیال کی جانب سے درخواستیں گزرنے پر لاڈلہ پرن گورنر جنرل نے ان کے مقدمے کے کاغذات ملاحظہ کر کے رہائی کا حکم صادر فرمایا۔ اور ۱۲۹۸ھ میں یہ لوگ ہندستان واپس آئے۔ اس کے قبل ہی ۲۸ ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ کو جزیرہ انڈمان میں مولوی احمد اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور مولوی یحییٰ علی نے اس کے قبل وہیں انتقال کیا تھا۔

ان واقعات کے بعد صادق پور کے خاندان والوں نے سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ اور بعضوں نے گورنمنٹ سے خطاب بھی پایا۔ اب یہ لوگ بجائے وہابی کے غیر مقلد یا اہل حدیث کہے جاتے ہیں۔

(۲۷) خواجہ حسین علی خاں پر بغاوت کا الزام ۱۸۳۸ء

۱۸۳۸ء میں عظیم آباد پٹنہ کے ایک مشہور و معروف رئیس خواجہ حسین علی خاں پر بغاوت کا الزام عائد ہوا۔ حکام کو کسی ذریعے سے خبر پہنچی کہ خواجہ صاحب نے دانا پور کی دیسی فوج کو بغاوت کے لیے ابھارا ہے۔ حکام نے تیند باقر نامی کو قوال اور داروغہ میرن جان کو خواجہ کی گرفتاری کے لیے تعینات کیا۔ کچھ دنوں تک خواجہ صاحب کا کچھ پتا نہ ملا۔ اس عرصے میں بمسٹر پیٹ نے زیادہ سختی کے ساتھ گرفتاری کے احکام جاری کیے۔ بالآخر خواجہ صاحب نے از خود حاضر ہو کر حکام کو مطمئن کر دیا۔ اور انھوں نے بھی خواجہ صاحب سے کوئی پر خاش نہ کی۔

۱۸۳۸ء خواجہ صاحب کے خاندانی حالات کسی قدر کتاب کیفیت العارفین مولفہ حضرت شاہ مظاہر حسین صاحب گیاروی میں مذکور ہیں۔

سے شہر کو درست کرنے کا کام لیا گیا ہے
 مرا کا حکم ہونے پر تمام قیدی (۱۱ جنوری ۱۸۶۶ء) کو جزیرہ انڈمان
 بھیج دیے گئے۔

۱۲۶) امیر خان و حشمت داد خان کا مقدمہ ۶۸-۱۸۶۹ء

خاندان صادق پور کے ارادت مندوں میں امیر خان و حشمت داد خان
 وغیرہ تاجران چرم (ساکنان محلہ عالم گنج پٹنہ) بڑے دولت مند اور فی
 تھے۔ ۱۸۶۸ء میں حکام کو کسی ذریعے سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ بھی سرحد کے
 مسلمانوں سے ساز باز رکھتے ہیں اور جہاد کے لیے چندے فراہم کرتے ہیں۔
 ۱۸۶۹ء میں حکام نے سات آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار شدہ لوگوں
 کی جانب سے درخواستیں پڑنے پر بالآخر پرنسپ نامی جج نے پانچ
 آدمیوں کے لیے مزائے جس دوام تجویز کی اور ضبطی جائداد کا بھی حکم دیا
 مگر بعد میں ہائی کورٹ نے صرف امیر خان اور ایک شخص کے حق میں یہ
 سزا بحال رکھی اور باقی لوگوں کو غلطی دی۔

متذکرہ بالا مقدمات سے صادق پور کے خاندان کا متحمل جاسا رہا۔ اور
 امیر خان وغیرہ کی تجارت پر بھی تباہی آئی۔ ۱۸۶۹ء میں جزیرہ انڈمان میں
 ان قیدیوں میں سے صرف چھ اشخاص زندہ رہ گئے تھے جن میں مولوی
 عبدالرحیم میاں عبدالغفار و مولوی تبارک علی خاص پٹنہ کے رہنے والے
 ۱۸ سالہ حالانکہ شہر کی حالت ناگفتہ بہ ہو اور مرگلیوں کی نجس اور منحوس صورت
 اس کی شاہد ہو۔

سوار ہو کر ان کا تعاقب کیا۔ اس عرصے میں سفیدوں کا گروہ پھر ہٹے تک پہنچ گیا تھا۔ اسی جگہ کسی طرف سے ایک گولی اگر صاحب موصوف کے لگی جس سے رُوح فوراً پرواز کر گئی۔ ہنگامہ کچھ اور بڑھنے والا تھا لیکن عین وقت پر سکھوں کی پلٹن پہنچ گئی اور باغی ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص مارا گیا۔ لیکن اس کی شناخت نہ ہوئی کہ کون تھا۔ اور امام الدین نامی لکھنؤ کا رہنے والا بھی پکڑا گیا۔

دوسرے دن گورہٹ میں پیر علی (لکھنوی) کتب فروش کی دکان میں تلاشی ہوئے پر بعض بغاوت انگیز تحریریں دستیاب ہوئیں اور اس کے بعد پیر علی بھی گرفتار کر لیا گیا۔ حکام نے خان بہادر دیوان مولانا بخش سی۔ اس۔ آئی۔ ڈپٹی مجسٹریٹ کو مزید تحقیقات سپرد کی۔ اور نقارہ بجائے والے کی شناخت پر نندو کہار۔ حاجی جان۔ گھسیٹا خلیفہ اکھاڑہ۔ اصغر علی۔ بدھن۔ اوصاف حسین مع برادران اور شیخ عباس وغیرہ چند اشخاص گرفتار ہوئے۔ اور ان سب کو مع پیر علی کتب فروش پھانسی دی گئی۔ اور آخر میں شناخت کنندہ نقارہ بجائے والے کو بھی پھانسی دی گئی۔

(۳۰) داروغہ وارث علی اور مولوی علی کریم کی گرفتاری

انہی واقعات کے سلسلے میں تربہت کی طرف حکام نے نیل کے انگریز تاجروں کی مدد سے داروغہ وارث علی کو بھی گرفتار کرایا۔ اس کے پاس کوئی خط برآمد ہوا جو اس نے بغاوت کے بارے میں مولوی علی کریم زمین دار موضع دھڑی ضلع پٹنہ کو لکھا تھا۔ اس خط کے سبب مولوی علی کریم کی گرفتاری

(۲۸) صوبہ بہار میں تار برقی اور ڈاک خانے کی ابتدا

۱۸۵۲ء

مارچ ۱۸۵۲ء میں اول اول کلکتہ سے آگرہ تک صوبہ بہار ہو کر تار برقی کا سلسلہ قائم ہوا۔ اور بذریعہ تاریخ میں اس سال ہونے لگیں۔ اور پہلے جو مراسلت دنوں اور مہینوں میں ہوتی تھی لمحوں میں طو پائے لگی۔ اسی سال ٹاک خانے بھی کھولے گئے۔ اور بذریعہ ڈاک خطوط آئے جانے لگے۔ پوسٹ کارڈ یعنی کھلا پرچہ صرف ایک پیسے میں اور بند لفافہ جس کا وزن نصف نولے سے زیادہ نہ ہو۔ دو پیسے میں بھیجا جاتا تھا۔

(۲۹) پٹنہ میں باغیوں کی ایک شورش ۱۸۵۷ء

مندرجہ بالا سطور میں وہابیوں کی سرگزشت اور چند واقعات مذکور ہو چکے ہیں۔ جن سے لوگوں کے جذبات کا اندازہ ہو سکتا ہو۔ ۳ جولائی ۱۸۵۷ء کو اچانک پادری کی حویلی یعنی رومن کتھالک گرجا کے احاطہ کے متصل گلی سے ساتھ ستر آدمیوں کا ایک گروہ بسز جھنڈا لہراتا اور نقارے کے ساتھ اعلیٰ کالغہ بلند کرتا ہوا شاہراہ پر آکر پورب کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں شہر کے پتے لٹنگے بھی ساتھ ہو لیے اور تھوڑی دیر میں سارے شہر میں ہل چل مچ گئی۔ حکام نے خبر پاتے ہی فوراً سکھوں کی پلٹن کو طلب کیا اور وہ حکم پاتے ہی آہنچی۔ لیکن اس کے قبل ڈاکٹر لائل سپرنٹنڈنٹ (فیون گودام) نے یہ سمجھ کر کہ باغی اس سے مرعوب ہو کر بھاگ جائیں گے۔ گھوڑے پر

زمانے میں (ENFIELD) کے کارخانے کی جو ہندو قیں فوج میں متعل تھیں ان کے کارتوس پر ایک چکنا کاغذ منڈھا ہوا ہوتا تھا۔ اور ان کارتوسوں کو ہندو ق میں لگاتے وقت ان کے سروں کو سپاہی دانتوں سے نوچ کر لگاتے تھے۔ سپاہیوں کو معلوم ہوا کہ اس چکنے کاغذ میں سورا اور گائے کی چربی لگائی جاتی ہے۔ اس لیے نہ مسلمان ان کو چھو سکتے تھے نہ ہندو۔ اس بارے میں فوجی افسر بھی سپاہیوں کی تشفی نہ کر سکے۔ کیوں کہ خود ان کو خبر نہ تھی کہ کس قسم کی چربی استعمال میں لائی گئی تھی۔ اور گورنمنٹ کی جانب سے جب ان کارتوسوں کا دینا بند کر دینے کے متعلق یا اس کے علاوہ جو کاروائی ہوئی وہ بعد از وقوع ہوئی اس لیے شک رفع نہ ہوا۔ بہر کیف ماہ جون کے اوّل ہفتے میں دانا پور کی سپاہ نے بذریعہ خط پٹنہ کی پولس کو اطلاع دی کہ عنقریب پٹنہ پر دھاوا کیا جائے گا تم لوگ بھی آمادہ رہو کہ خزانہ ہاتھ سے نہ جائے۔ یہ خط حکام کے ہاتھ لگ گیا۔ مسٹر ٹیلر کشر نے حتی المقدور جھو باغ کی کوٹھی کو مستحکم کر کے اس کی دیواروں میں ہندو ق چالنے کے لیے روزن بنوائے۔ اور تمام علاقوں میں انگریز حکام کو لکھ بھیجا کہ پٹنہ چلے آؤ۔ مہجون کو اکثر انگریز اس کوٹھی میں جمع ہو گئے۔ اس وقت انگریز سخت خطرے میں تھے۔ خصوصاً اس سبب سے کہ یہاں پہرے پر جو نجیب مقرر تھے ان کی وفاداری پر پورا اعتماد نہ تھا۔ اور میجر ہوس افسر روالہ مقام سگولی کی مرسلہ فوج بھی ایسی تھی کہ چند دنوں کے بعد باغی ثابت ہوئی۔ لیکن کپتان ریٹرے کے بھیجے ہوئے

کی تدبیر عمل میں آئی۔ آخر میں داروغہ وارث علی کو پھانسی دی گئی۔ مشہور ہے کہ پھانسی کے وقت اس نے پکار کر کہا کہ کوئی ایسا ہے کہ بادشاہ دہلی کو اس کی خبر کرے!

۱۳۱) صوبہ بہار میں ۱۸۵۷ء کے غدر کے واقعات

۱۸۵۷ء کا مشہور غدر ۱۰ مئی کو میرٹھ سے شروع ہوا جب کہ پہلے باغی ہو کر دہلی کی طرف دھاوا کیا۔ لیکن ان واقعات کو صوبہ بہار سے چندا تعلق نہیں۔ اس زمانے میں بنگالہ بہار کے شامل تھا اور بنگالے میں بارکٹ (کلکتہ) اور صوبہ بہار میں دانا پور کی فوجی چھاؤنیاں (کنٹونمنٹ) دو مرکزی مقام تھیں۔ دانا پور کی چھاؤنی میں گوروں کی ایک پلٹن اور توپ خانے کے علاوہ دیسی توپ خانہ اور ۷۷ ویں ویسٹ کی دیسی پلٹیں موجود تھیں۔ چون کہ ۱۸۵۷ء میں سنتال پرگنہ میں سنتالیوں نے بغاوت کی تھی اس لیے انگریزوں نے ایک دیسی رسالہ احتیاطاً مقام روہنی میں متعین کر رکھا تھا اور اس کا ایک دستہ دیسی پلٹن کے ساتھ مقام بوسی ضلع بھاگل پور میں اور بعض دستے دیوگھر اور رام پور ہاٹ میں بھی متعین تھے۔ اسی طرح چھوٹا ناگ پور کی حفاظت کے لیے ایک مختصر پلٹن مقام ڈورنڈا (جوراپخی) کا ایک حصہ ہی میں رکھی گئی تھی۔ اور اس کے دستے مقام ہزاری بلغ چائے باسہ (نگہ بھوم) اور پریا میں متعین تھے۔ نیپال کی سرحد کے اطراف کی حفاظت کے لیے مقام سگولی ضلع چپارن میں ایک رسالہ متعین تھا۔ بغاوت کے اسباب کئی طور پر بیان کیے جاتے ہیں۔ ان میں ایک خاص سبب یہ تھا کہ اس

ساتھ آدمی کسی طرح صحیح سلامت پہنچے۔

آرہ میں مٹبر لوائل نامی ریلوے انجنیر نے ایک بنگلہ تعمیر کرایا تھا غدر کے آثار شروع ہوتے ہی لوائل نے رسد کا سامان فراہم کر کے بنگلہ کو اینٹوں سے گھیر کر حتی الوسع محفوظ کر لیا اور نواشتخاص یوروپین اور چھ یوریشین اور تین ہندستانی اور ان کے علاوہ پولس کے پچاس مسلح سپاہی اسی گھر میں پناہ گزیں ہو گئے۔ باغیوں نے چند بار اس پر حملہ کرنے کا قصد کیا ایک بار ایک چھوٹی توپ بھی سامنے لگا دی۔ اور گولیاں چلا کر ان کو ڈراتے رہے۔ لیکن محصورین کی ہوشیاری اور خشن تدبیر کے بسبب باقاعدہ حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ آخر سات دن میں ۲ اگست ۱۸۵۷ء کو ونڈٹ آر نامی فوجی افسر نے دو سو انگریز سپاہ اور چند ضرب توپیں لے جا کر کنور سنگھ کے آدمیوں کو جن کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی شکست دے کر بھگا دیا اور محصورین نے تھلکے سے رہائی پائی۔ اسی بنگلہ کو آرہ ہوس کہتے ہیں اور اس کو اس قدر تاریخی اہمیت حاصل ہو گئی ہے کہ ۱۹۱۲ء میں شہنشاہ جارج پنجم نے آرہ آکر اس کا معائنہ کیا۔ آر (V. EYRE) نے اپنی ملک میں تین سو سپاہ اور منگو کر مقام جگدیش پور میں کنور سنگھ کے گڑھ پر قبضہ کر لیا۔ بابو کنور سنگھ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر اعظم گڑھ کی راہ لی اور وہاں پہنچ کر بعض معرکوں میں بہادری جنگ کی۔ لیکن بابو امر سنگھ برادر کنور سنگھ نے شاہ آباد کے جنوبی علاقوں میں پہنچ کر انگریزوں سے مقابلے کا تہیہ کیا۔ اس عرصے میں بھاگل پور کے نمبر ۵ ریلوے کے آدمی بھی آکر اس سے مل گئے۔ چند ماہ کے بعد ماہ اپریل ۱۸۵۸ء میں کنور سنگھ نے اعظم گڑھ سے واپس آکر پھر جگدیش پور پر قبضہ کر لیا۔ انگریزوں نے ایک

رسمک سپاہیوں کی موجودگی سے انگریزوں کی جان میں جان آئی۔
 دانا پور کی فوج ایک بوڑھے تجربے کار افسر جنرل لائٹ کے تحت میں
 تھی۔ سپہ سالار افواج نے جنرل مذکور کو لکھ بھیجا کہ گوروں کی فوج منقریب
 دانا پور پہنچے گی۔ اس کے پہنچنے پر دیسی پلٹنوں سے ہتھیار لے لینا اور ان
 کو سمجھا دینا کہ تمہارے ساتھ کوئی بڑا سی منظور نہیں بلکہ خود تمہارے حق میں
 یہ تدبیر بہتر ہو۔ اس لیے کہ تم خود فتنہ و فساد سے محفوظ رہو گے۔ اور اگر
 اس سمجھانے پر بھی یہ ہتھیار دینے سے انکار کریں تو بہ زور لے لینا۔ اس
 حکم کے چند دنوں کے بعد ۲۳ جولائی کو گوروں کی فوج پہنچ گئی۔ اس کے
 بعد ۲۵ جولائی کو دیسی فوج کے سلاح خانے سے بندوق کی ٹوپیاں
 نکلوا کر انگریزی پلٹن کی میگنیزین میں رکھوا دی گئیں اور دیسی سپاہیوں کو
 بھی حکم دیا گیا کہ بندوق کی ٹوپیاں جو ان کے پاس ہیں داخل کر دیں۔
 سپاہیوں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا تو گوروں نے ان پر گولیاں
 چلا دیں۔ اتفاق سے اس وقت جنرل بھی موجود نہ تھا۔ سپاہی چھاؤنی سے
 نکل کر سون ندی کے پار بابو کنور سنگھ زمین دار جگدیش پور کے گروہ سے
 جا ملے۔

چار دن کے بعد انگریزوں نے فوج کا ایک دستہ جس میں پچاس
 سکھوں کو شامل کر کے چار سو آدمی تھے بذریعے اسٹیمر آرہ کی طرف روانہ
 کیا۔ ۲۹ جولائی کی شام کو یہ لوگ اسٹیمر سے اتر کر قصبہ آرہ کی طرف روانہ
 ہوئے۔ نصف شب کے قریب اچانک باغیوں کی جمیعت سے مقابلہ
 ہو گیا۔ باغیوں کی کثرت نے انگریزوں کی فوج کو سخت ہزیمت پہنچائی۔
 ان کے ڈیڑھ سو آدمی مقتول اور اسی قدر مجروح ہوئے۔ صرف پچاس

دو ہفتے کے بعد گیا پر حکام کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد بھی عیسائی باغیوں نے فتنہ و فساد کا سلسلہ جاری رکھا۔

سگولی ضلع چپارن میں سپاہیوں کے باغی ہونے پر موتیاری رچیپان اور سارن کے انگریز حکام کو بھی دو ہفتے تک اپنے مقام سے ہٹ کر رہنا پڑا۔ ان علاقوں میں حکام کی غیبت میں مولوی محمد واجد منصف نے بڑے استقلال سے امن قائم رکھا۔

ضلع مظفر پور میں بھی رسالے کے کچھ سپاہی باغی ہو گئے۔ لیکن یہاں پہرے والوں نے مستقل مزاجی سے کام لیا اور باغی سپاہ کی کچھ بن نہ آئی۔

ہزاری باغ ریلوئی چائنا وغیرہ متعدد مقاموں میں باغیوں نے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا اور جنگلی کول بھی ان کے اثر سے جا بجا قتل و غارت میں مشغول تھے۔ لیکن حقیقتاً باغیوں میں سوائے شاہ آباد کے کسی جگہ کوئی تنظیم نہ تھی۔ اس لیے ان کو کام یابی نہ ہوئی۔ ان کی لوٹ مار کے سبب عوام کو بھی ان کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی۔ بہر حال ایک سال کے اندر ہی انگریزوں نے غدر کے ہنگامے کی پورے طور پر روک تھام کر دی (صوبہ بہار کے غدر کے واقعات کی مزید تفصیل کے لیے ہر ضلع کا گزیٹر اور پٹنہ کمشنری کے متعلق مسٹر ٹیلر کی کتاب سو سومہ "پٹنہ کرائس" اور ٹونٹی ایٹ ایرس ان انڈیا

PATNA CRISIS, AND, TWENTY EIGHT YEARS IN INDIA اور مالی صاحب کی تاریخ دیکھنی

۱۷ گورنمنٹ نے ان کی خدمات کے صلے میں خاص پنشن بھی مقرر کی تھی جو ان کی زندگی تک جاری رہی۔

فوج جس میں چار سو سپاہ تھی، کنور سنگھ کے مقابلے کو روانہ کیا۔ لیکن کنور سنگھ نے اس کو شکست فاش دی۔ اس وقت کنور سنگھ کی عمر تیس سال کے قریب تھی اور سابق معرکے میں شاید زخم بھی کھائے تھے۔ انگریزوں کو شکست دینے کے بعد کنور سنگھ نے انتقال کیا۔ اور باغیوں کے گروہ نے بابو امر سنگھ کو سردار بنا کر اپنی جمیعت کو ترقی دینی شروع کی۔ امر سنگھ کے علاقوں میں جنگل اس قدر تھا کہ انگریزوں کے تھینے کے مطابق تین لاکھ بیس ہزار میل دار چھوہفتے کام کرنے پر اس کو کاٹ کر صاف کر سکتے تھے۔ ایک عرصے تک انگریز بابو امر سنگھ کے گروہ سے مقابلہ نہ کر سکے لیکن بالآخر بڑی زحمت کے بعد اولاً سراپڈور ڈنگارڈ اور بعد میں جنرل ڈگلز نے ان کو منتشر کیا۔ جب انگریزوں کی سات ہزار فوج نے سات متفرق مقاموں سے ان کو گھیرنا شروع کیا تو باغیوں کا گروہ کاٹور پہاڑیوں کی طرف بھاگ کر بالکل درہم برہم ہو گیا۔

مسٹر ٹیلر نے غدر کے آثار شروع ہوتے ہی ضلع کے انگریز حکام کو پہنچنے چلے آنے کی ہدایت کی تھی۔ اس کی تعمیل میں صرف مظفر پور اور بارہ کے حکام نے سبقت کی اور گیا کے کلکٹر نے شہر سے چند میل جا کر پھر گیا کی طرف مراجعت کی۔ دانا پور کی باغی فوج کا گیا کی طرف آنا سن کر اس نے پھر یہاں سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ اس کے روانہ ہوتے ہی خزانے کے پہرے والے نجیبوں نے باغی ہو کر آدمی مچادی اور جیل خانے کے قیدیوں کو رہا کر کے لوٹ مار شروع کر دی۔ اس وقت بھاگل پور کے رساے کے باغی سپاہی بھی گیا پہنچ کر ان باغیوں سے مل گئے تھے۔

آیا۔ اہالی صاحب نے اپنی تاریخ (صفحہ ۴) میں لکھا ہے کہ اس کا پٹنہ آنا ایک غلطی کے سبب تھا۔ یعنی محرر نے غلطی سے خط میں بجائے سامنے مقام کے جو پٹالہ کی ریاست میں ہے، پٹنہ لکھ دیا تھا۔ بہر کیف ایک مہینہ پٹنہ میں رہ کر پٹرمنڈی نے کپنی کے مہتمموں کو لکھ بھیجا کہ یہاں کاروبار کھولنے میں سخت زیر باری کا اندیشہ ہے۔ اس لیے کپنی نے اس وقت کوئی انتظار نہیں کیا۔ لیکن جب بنگالے میں انگریزی تجارت قائم ہو گئی تو ۱۶۵۷ء میں پٹنہ میں بھی تجارتی کوٹھی کھولی گئی۔ اس زمانے میں پٹنہ سے ہزاروں من شورہ باروت بنانے کے لیے ولایت جانے لگا اور اس کے علاوہ بھوٹیوں (یعنی بھوٹان کے رہنے والے جو موسم سرا کے اوائل میں یہاں آکر اپنے ملک کی چیزیں فروخت کرتے تھے) سے مشک کے ٹکڑے اور بعض جڑی بوٹیاں دوائیں بنانے کے لیے تجارتی طور پر خریدی جاتے لگیں۔ اور افیون اور لالہ کی تجارت سے بھی انگریزوں کو بڑا منافع ہونے لگا۔ ۱۶۶۳ء سے ۱۶۸۸ء تک جاب چارنک (JOB CHARNOCK) (بانی شہر کلکتہ) پٹنہ کی کوٹھی کا منتظم تھا۔ انگریزوں کی شورے کی تجارت ایسی بڑھی چڑھی تھی کہ روزانہ سیکڑوں کشتیاں شورے سے لدی ہوئی گنگا میں نظر آتی تھیں۔ انگریزوں کے علاوہ اوریو روپین تو میں شل ڈچ وغیرہ بھی انگریزوں کے پہلے سے یہاں تجارت کرتی تھیں۔ محلہ شین گھاٹ سے پچھم ولندیزیہ کا پٹنہ اور محلہ معروف گنج میں لپ دریا ڈیفش کوٹھی کی جگہ جہاں اس کے بانی حارجن ہنڈرک برنیر کی قبر بھی موجود ہے، انھی تاجروں کی یادگار ہے۔ ۱۶۶۳ء کے قریب نواب شاہ خاں صوبے دار نے انگریزوں کو شورے کی تجارت کرنے سے روک دیا۔ اور مسٹر پیکاک منتظم کو بھی قید

(۱۳۲) صوبہ بہار میں ایسٹ انڈین ریلوے سن ۱۸۶۲ء

سن ۱۸۵۵ء میں صرف ہوڑہ اسٹیشن سے ہوگلی تک بنگالے میں ریل جاری ہوئی تھی۔ غدر کے زمانے میں ضلع بردوان تک ریل جاری تھی لیکن راستہ بنانے اور لوہے کی پٹریاں بچھانے کا کام صوبہ بہار کی حدود تک پہنچ گیا تھا۔ ۱۸۶۲ء میں صوبہ بہار ہوکر کلکتہ سے بنارس تک ریلوے جاری ہوگئی۔

باب ہستم

سلطنت برطانیہ کی براہ راست حکومت

(۱) انگریزی کمپنی کا انجام

سن ۱۶۶۰ء میں پہلے پہل دو انگریز تاجروں کا پٹنہ آنار مقرب خان صوبے دار کے زمانے کے حالات میں مذکور ہو چکا ہے۔ سن ۱۶۶۳ء میں انگریزی کوٹھی مقام سورت کی جانب سے پڑ منڈی نامی انگریز آٹھ چھکڑوں پر پارے (سیلاب) کے پیسے اور سیندور لاو کر تجارت کے لیے آگرے سے پٹنہ

ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۶۹۷ء میں ملکہ الزبتھ سے فرمان حاصل کر کے جاری ہوئی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد تجارتی کاروبار بند کر دیا گیا۔ اور کمپنی کے تمام مفتوحہ علاقے ملکہ وکٹوریہ کی مملکت میں شامل ہو کر براہ راست انگریزی سلطنت کے زیر فرمان ہو گئے۔ یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو ملکہ وکٹوریہ کے مشہور اعلان کے بعد کمپنی کا دور دورہ ختم ہو کر ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کا آغاز ہوا۔ اس ملکہ کے زمانے سے انگریزی حکومت کو ترقی ہوتی رہی اور عام طور پر اسن قائم رہا۔

۱۲) ۱۸۷۳-۷۴ء کا قحط

۱۸۷۳ء میں صوبہ بہار اور شمالی بنگالے کے بعض حصص میں قحط کے آثار نمایاں ہوئے۔ گورنمنٹ نے اس دفعہ قحط کے دفعیہ کا پورا انتظام کیا۔ برہماتے چاول منگوا کر قحط زدوں کی امداد کی۔ بنگالہ چھوڑ کر صرف صوبہ بہار میں تین لاکھ چالیس ہزار ٹن چاول منگوا یا گیا۔ ایک ٹن ساڑھے ستائیس من کے برابر ہوتا ہے اور سات آٹھ مہینے تک حاجت مندوں کو مفت اور بعض صورتوں میں محض کم قیمت پر غلہ تقسیم کیا گیا۔ اس بندوبست میں گورنمنٹ نے کئی کروڑ روپے خرچ کیے اور لاکھوں نفوس کو فلقے کی موت سے بچا لیا۔

کر لیا تھا۔ اور انگریز تاجروں کے اور مال تجارت پر ساڑھے تین فی صد کے حساب سے محصول لگا دیا۔ لیکن پھر کسی طرح تصفیہ ہو گیا۔ ۱۶۸۰ء میں شایستہ خاں دوبارہ صوبے دار ہو کر آیا تو انگریزوں سے جزیے کا مطالبہ کیا۔ اور ان کے انکار کرنے پر ان کے مال کی ضبطی اور اعمال کی مجبوسی کا حکم دیا۔ آخر انگریزوں نے بجائے نقد کے کچھ گھوڑے وغیرہ سامان دے کر تصفیہ کر لیا۔

۱۶۸۲ء میں شہزادہ عظیم الشان کی حکومت میں شاہی عاملوں نے کمپنی کے کارندوں کو بعض مطالبات نہ دینے کے سبب گرفتار کر کے چھ سات ہفتے تک مقید رکھا اور ان کا مال بھی قرق کر لیا۔ اس واقعے کے بعد ۱۶۸۲ء میں کمپنی نے پٹنہ سے اپنے کارپردازوں کو واپس بلا لینے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن پھر کچھ سوچ سمجھ کر تجارت کو جاری رکھا۔ ۱۶۸۳ء میں اورنگ زیب کے مرنے پر انگریزوں کو پھر نئے مطالبات جاری ہونے کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اس لیے کمپنی نے کارپردازوں کو ہدایت کی کہ پٹنہ میں فی الفور جس قدر شورہ دستیاب ہو سکے لے کر چلے آؤ۔ مگر اس کے بعد تخت کی وراثت کا جھگڑا طر ہو جانے پر انگریزوں کو بھی اطمینان ہو گیا۔

۱۶۸۲ء میں پٹنہ میں فرخ سیر کی تخت نشینی کے وقت نواب سید حسین علی خاں نے نذرانے کی ایک فہرست تیار کی اور انگریزی کوٹھی سے بائیس ہزار روپے بادشاہ کے لیے وصول کیے۔ اور اس کے علاوہ ساڑھے چھ ہزار روپے خاص اپنے لیے بھی بطور نذر وصول کیے۔ ڈچ کمپنی کے منتظم ”وین ہورن“ نے نذرانہ دینے سے انکار کیا تو اس کا مال قرق کر لیا گیا۔ آخر دولاکھ روپے دے کر اس نے پیچھا چھڑایا۔

بہت مستغنی تھا۔ حکومت کی طرف سے قحط کے امداد اور قحط زدوں کی امداد میں کوئی کمی نہ تھی۔

۱۵) ۱۹۰۰ء کا طاعون

۱۸۹۶ء میں بمبئی کی طرف طاعون کی وبا شروع ہوئی اور دو برس کے بعد یہی وبا بہار و بنگالے میں پھیل گئی۔ تادمخوں کی رو سے اول اول ایسی وبا گیارھویں صدی ہجری میں جہاں گیر بادشاہ کے عہد میں ملک دکن میں آئی تھی اور ۱۲۷۲ء میں اگرہ میں بھی اس سے بہت موتیں ہوئیں۔ تزک جہاں گیری اور منتخب اللباب (خانی خان) میں وبا کی کیفیت یہ لکھی ہے کہ اول پوٹے اپنے سوراخوں سے نکل کر مستانہ دار ادھر ادھر دوڑ کر دفعتاً مرجاتے تھے۔ اور انسانوں کا یہ حال ہوتا تھا کہ اول بغل یا چڑے یا گٹے کے اوپر گٹی نمودار ہوتی تھی۔ اور اس کے ساتھ شدید تپ آجاتی تھی۔ بعض مریض اول ہی روز اور بعض دو ایک دن کے اندر مرجاتے تھے۔ ۱۹۰۰ء میں صوبہ بہار میں بھی طاعون کی بجنہ یہی کیفیت تھی۔ اس صوبے میں یہ وبا کئی سال تک رہی اور تیس لاکھ نفوس ضائع ہوئے۔

۱۶) ۱۹۰۱ء کا سیلاب

مشہور ہے کہ بارھویں صدی ہجری کے آخر میں شیخ علی حنین شاعر نے

۱۳۱ پرنس آف ولز یعنی ولی عہد سلطنت برطانیہ

کی آمد ۱۸۷۶ء

۱۸۷۶ء میں ملکہ وکٹوریہ کے بڑے صاحب زادے (جو بعد کو شہنشاہ اڈورڈ ہفتم کے لقب سے بادشاہ ہوئے) اپنی شہزادگی کے زمانے میں ہندستان کی سیروسیاحت کو تشریف لائے۔ اس وقت پٹنہ کو بھی رونق بخشی۔ اس زمانے میں سر رچارڈ ٹمپل لفٹنٹ گورنر صوبہ بنگالہ و بہار اور سٹرٹکاف کمشنر اضلاع پٹنہ تھے۔ اس موقع پر حکام کی خوش نظمی اور دوسرے شہر اور زمین دار اور عوام الناس کا خیر مقدم قابل دید تھا۔ اس تشریف آوری کی یادگار میں پٹنہ میں بہار اسکول آف انجینئرنگ قائم ہوا جو اس صوبے کی ایک بڑی تعلیم گاہ ہو۔ اور اب ترقی کر کے اسکول سے کالج بن گیا ہو۔

(۱۴) ۱۸۹۶-۹۷ء کا قحط

۱۸۹۶ء میں بارش کی قلت اور نیز خلاف موسم پانی برسنے سے قحط کا اندیشہ پیدا ہوا۔ ۱۸۹۶ء میں اکثر اضلاع صوبہ بہار میں قحط کے آثار نمایاں ہو گئے۔ لیکن ریلوے کی موجودگی کے بسبب خاص ضلع پٹنہ میں غلے کی کمی محسوس نہ ہوئی۔ مگر نرخ کی گرانی کے بسبب غریبوں نے سخت مصیبت اٹھائی۔ خاص ضلع پٹنہ کا حال مظفر پور و درہنگ وغیرہ کی بہ نسبت پھر بھی

اسٹیمر گنگا سے شہر کا نظارہ کیا۔ حقیقتاً گنگا سے شہر کا نظارہ نہایت دل کش ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں نے کشتی سے اس خوش نما منظر کو نہیں دیکھا ہو وہ اس کے لطف سے نا بلند ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں لارڈ ڈکرزن نے مقام پوسا میں زراعتی تعلیم گاہ کی بنیاد قائم کی۔

(۸) نکل سلور کے نئے اسکے ۱۹۰۴ء تا ۱۹۲۰ء

۱۹۰۴ء میں حکومت نے اول اول نکل کی ایکٹی جاری کی۔ اس کے قبل تک چاندی کی وہائی اور تانبے کے ڈبل پیسے (ٹکاہے) کے درمیان میں کوئی سبکدھبی جاری نہ ہوا تھا۔ نکل دھات رنگت میں چاندی اور رانگے سے مشابہ ہے۔

۱۹۰۱ء و ۱۹۱۹ء میں بجائے چاندی کی دوئیوں اور چوٹیوں کے نکل کی دوئیاں اور چوٹیاں جاری ہوئیں جو اکتی کی طرح اب تک جاری ہیں۔ ۱۹۱۹ء و ۱۹۲۰ء میں نکل کی اٹھتیاں بھی جاری ہوئیں لیکن یہ اٹھتیاں اب جاری نہیں۔ اور اتفاقاً کہیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ گورنمنٹ نے نکل کی دوئیاں جاری کرنے کے بعد چاندی کی چھوٹی دوئیاں جاری کرنا بھی بند کر دیا ہے۔

(۳۳۳ کا حاشیہ)

۱۹۰۱ء جنوری ۱۹۰۳ء کو لارڈ ڈکرزن نے اورٹیل پبلک لائبریری کا ملاحظہ کیا۔ اس کے آٹھ برس پہلے ۲۱ اپریل ۱۸۹۶ء کو لارڈ ڈکرزن وائسرائے یہاں تشریف لائے تھے۔

برسات نے موسم میں عظیم آباد پٹنہ میں جلد اور گنگا کے چڑھاؤ کو دیکھ کر کہا کہ میں اس شہر میں نہیں رہ سکتا۔ کیوں کہ اگر سیلاب آئے تو کسی طرف مفر کی صورت نظر نہیں آتی اور اسی کے بعد گھبرا کر بنارس کی راہ لی۔ اگرچہ شہر والوں نے کبھی سیلاب سے بہت زیادہ نقصان نہیں اٹھایا لیکن اس ضلع میں واقعی اس قدر سیلاب آیا کیے ہیں کہ شیخ موصوف کا خوف کچھ بے جا نہ تھا۔

ستمبر ۱۹۰۱ء میں سون اور گنگا ندی میں بے یک وقت سیلاب آنے سے ضلع پٹنہ کے بعض حصے میں لوگ سخت مبتلائے آفت ہوئے۔ قصبہ منیر کے قریب اور دیگھا گھاٹ کے آس پاس تمام زمینیں تہ آب ہو گئیں۔ اور قصبہ باڑہ کے نواح میں بھی تمام عالم آب نظر آنے لگا۔ جن غریبوں کے مکان نشیب میں واقع تھے انھوں نے کئی دن تک تہلکہ میں بسر کی گورنمنٹ کی رپورٹ کے مطابق دو سو ستاون بستیوں کو نقصان پہنچا اور تخمیناً ایک ہزار گھر بیٹھ گئے۔ بڑی خیریت ہوئی کہ دو ہی دن میں سیلاب کم ہو گیا۔ لیکن اس مدت کے اندر بعض جانیں بھی تلف ہوئیں۔ اور جو لوگ گنگا کے دیاروں میں بسے ہوئے تھے ہانس اور تختوں کے سہارے بہتے ہوئے میسوں میل کے فاصلے پر کسی طرح زندہ نکالے گئے۔

۱۹۰۳ء پٹنہ میں لارڈ کرزن کی آمد

۱۹۰۳ء میں لارڈ کرزن وائسرائے و گورنر جنرل نے پٹنہ آکر بذریعہ حاضریہ ۱۳۳۴ھ میں

نے خود کشی کر لی۔ اور دوسرے مجرم کو جس کا نام خودی رام بوس تھا پھانسی دی گئی جس داروغہ نے عورتوں کے قاتل کو گرفتار کیا تھا اس کو بھی ایک ظالم نے اچانک کلکتہ میں میراہ تینچہ سے ہلاک کر دیا۔

(۱۰) صوبہ بہار کا بنگالے سے جدا ہونا ۱۹۱۱ء

پلاسی کی جنگ کے بعد سے انگریزی حکومت میں ۱۹۱۱ء تک صوبہ بہار بنگالے کے شامل رہا۔ اگرچہ ابتدا میں کچھ مدت تک خاص صوبہ بہار کے لیے علیحدہ نائب ناظم بھی مقرر ہوئے جس کی کیفیت اپنی جگہ پر مذکور ہو چکی ہے۔

۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو صوبے کی قسمت نے پلٹا لیا۔ موجودہ حکمران شہنشاہ جارج پنجم نے دارالحکومت دہلی میں تاج پوشی کے موقع پر اعلان کیا کہ صوبہ بہار مع چھوٹا ناگ پور و اڑیسہ بنگالہ سے علیحدہ کر کے بجائے خود ایک صوبہ قرار دیا جائے گا۔ اسی حکم کے مطابق ۱۹۰۵ء کی تقسیم بنگالے کی کارروائی بھی مسترد و منسوخ قرار پائی۔ جدید صوبہ بہار و اڑیسہ کے لیے پٹنہ دارالحکومت مقرر ہوا۔ اور قدیم آبادی سے کئی کوس پنجم ہائی کورٹ، اسکرٹریٹ، گورنمنٹ ہاؤس اور سرکاری ملازموں کے رہنے کے مکانات کی بنیادیں قائم کی گئیں۔ انگریزی عہد میں لارڈ کلايو کے زمانے سے ۱۹۰۱ء تک جو انگریز فرماں روا ہوئے ان کی کیفیت اس جدول سے ظاہر ہوگی۔

۱۔ اس زمانے میں سر علی امام وائسرائے کی کونسل کے ممبر تھے اس لیے صوبے کی تقسیم میں انھوں نے بھی اپنے رسوخ سے کام لیا۔

(۹) مظفر پور میں بمب کا واقعہ ۱۹۰۸ء

۱۹۰۸ء میں دو نوجوان بنگالیوں نے مظفر پور میں ایک فٹن گاڑی پر اچانک بمب پھینکا۔ جس سے دو یورپین عورتیں (سزکینڈی اور ان کی لڑکی) ہلاک ہو گئیں۔ بنگالیوں کا قصد ان عورتوں کے مارنے کا نہ تھا۔ انھوں نے کنگس فورڈ صاحب بیج کو مارنے کے لیے یہ حرکت کی تھی لیکن وہ بیج گئے اور یہ دو عورتیں ہلاک ہو گئیں۔ انھوں نے اس کے قبل کنگس فورڈ صاحب کو ہلاک کرنے کے لیے یہ تدبیر بھی کی تھی کہ ایک کتاب میں بمب رکھ کر بذریعہ ڈاک اس کے پاس روانہ کیا۔ وہ بمب اس طرح کا تھا کہ کتاب کھولتے ہی پھٹ پڑے۔ جن اتفاق سے صاحب موصوف نے پارسل لے کر اس کو بغیر کھولے رکھ دیا۔ اور اس عرصے میں خفیہ پولیس کو اس پارسل کا حال معلوم ہو گیا۔ اور اس نے پارسل کو لے کر بمب کو ضائع کرایا۔ بیج صاحب سے بنگالیوں کو بغض کا سبب یہ تھا کہ جب ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن نے زور زبردستی سے بنگلے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اس بارے میں بنگالیوں کی نارضا مندی کی کچھ پروا نہ کی تو بنگالیوں نے شورش انگیز کارروائیاں شروع کیں۔ بعض نوجوانوں نے بمب اور ریو الور (بتچہ) سے انگریز حکام کو ہلاک کرنے پر کمر باندھی۔ کنگس فورڈ صاحب بیج نے کلکتہ میں مجسٹریٹ رہ کر بعض اخبار والوں کو حکومت کی بُرائی شائع کرنے کے جرم میں سزا دے دی تھی۔ اس لیے ان بنگالیوں نے ان کو مارنے کا مصمم کردہ کر لیا۔ بہر کیف مظفر پور کے واقعے میں بمب پھینکنے والوں میں ایک شخص

جدول نمبر ۳

(۱۳) لفٹنٹ گورنر بنگالہ مع بہار ۱۸۵۳ء تا ۱۹۱۱ء

۱۔ سر فرڈرک ہائیڈے ۱۸۵۳ء	۱۰۔ سر چارلس الیٹ ۱۸۹۰ء
۲۔ سر جان پٹر گرانٹ ۱۸۵۹ء	۱۱۔ لارڈ میکڈانل ۱۸۹۳ء
۳۔ سر سیل بیڈن ۱۸۶۲ء	۱۲۔ سر الکزنڈر میکنزی ۱۸۹۵ء
۴۔ سر ولیم گرے ۱۸۶۶ء	۱۳۔ سر چارلس سیل سیٹونس ۱۸۹۷ء
۵۔ سر جارج کیسل ۱۸۷۱ء	۱۴۔ سر جان وڈبرن ۱۸۹۸ء
۶۔ سر چارڈ ٹپیل ۱۸۷۴ء	۱۵۔ سر جیمس بورڈلن ۱۹۰۲ء
۷۔ سر ایٹلی ایڈن ۱۸۷۷ء	۱۶۔ سر اینڈرو فریزر ۱۹۰۳ء
۸۔ سر ریوڈس طاسن ۱۸۸۲ء	۱۷۔ سر ایڈورڈ بیکر ۱۹۰۸ء
۹۔ سر سٹوارٹ ہیلی ۱۸۸۷ء	۱۸۔ سر ولیم ڈیوک ۱۹۱۱ء

(۱۴) شہنشاہ جارج پنجم کی آمد ۱۹۱۲ء

دربار دہلی کے اختتام پر بادشاہ نے نیپال کی سیر کا عزم کیا اور اٹھارہ راہ میں پٹنہ آکر گنگا سے پار ہوتے ہوئے شہر کے دلکش و پُر فضا منظر کی سیر فرمائی۔ اس موقع پر عدالت گھاٹ میں اور اسی طرح گنگا کے پار ہزاروں آدمی نہایت خلوصانہ عقیدت مندی سے بادشاہ کی زیارت کو جمع ہوئے تھے۔ بادشاہ نے پٹنہ میں اور نیٹیل پبلک لائبریری کتب خانہ خدا بخش خاں سی۔ آئی۔ اے کو بھی رونق بخشی۔ اور اس کتب خانے میں دیوان مافظ

جدول نمبر ۱

(۱۱) گورنر بنگالہ ۱۸۵۸ء تا ۱۸۶۳ء

۱۔ لارڈ کلايو ۱۸۵۸ء	۵۔ لارڈ کلايو دوباره ۱۸۶۵ء
۲۔ جان ڈیفانیہ ہولول ۱۸۶۰ء	۶۔ ہنری ڈیریلٹ ۱۸۶۶ء
۳۔ ہنری وینٹارٹ ۱۸۶۰ء	۷۔ جان کاریئر ۱۸۶۹ء
۴۔ جان سپر ۱۸۶۲ء	۸۔ ڈیرن ہینگن ۱۸۶۲ء

جدول نمبر ۲

(۱۲) ۱۸۶۳ء تا ۱۸۸۳ء بحیثیت گورنر و گورنر جنرل

۱۔ ڈیرن ہینگن ۱۸۶۳ء	۱۱۔ جان اڈم ۱۸۷۳ء
۲۔ سر جان میکفرسن ۱۸۶۵ء	۱۲۔ لارڈ امبرسٹ ۱۸۷۳ء
۳۔ لارڈ کارنوالس ۱۸۶۶ء	۱۳۔ ولیم ہرورٹھ ہیلی ۱۸۷۸ء
۴۔ سر جان شور معروف لارڈ ٹینووتھ ۱۸۶۷ء	۱۴۔ لارڈ ولیم بنٹک ۱۸۷۸ء
۵۔ سر الفرڈ کمارک ۱۸۶۸ء	۱۵۔ لارڈ مکاف ۱۸۷۵ء
۶۔ مارکوس ویلزی ۱۸۶۸ء	۱۶۔ لارڈ اکلینڈ ۱۸۷۴ء
۷۔ لارڈ کارنوالس دوبارہ ۱۸۷۵ء	۱۷۔ لارڈ الینڈ ۱۸۷۲ء
۸۔ سر جارج بارلو ۱۸۷۵ء	۱۸۔ لارڈ ہارڈنج زاول ۱۸۷۳ء
۹۔ لارڈ مشور (اول) ۱۸۷۷ء	۱۹۔ لارڈ ڈلہوزی ۱۸۷۸ء
۱۰۔ مارکوس آف ہینگن ۱۸۷۳ء	

کیا۔ ۱۹۱۶ء میں پٹنہ یونیورسٹی (دارالعلوم) بھی قائم ہوئی۔

(۱۷) ضلع شاہ آباد کا بلوہ ۱۹۱۷ء

۲۸ ستمبر ۱۹۱۷ء کو ضلع شاہ آباد میں ایک ایسا بلوہ ہوا جس کی مثال اس صوبے کی تاریخ میں کم تر ملے گی۔ ہندوؤں نے ایک زبردست خفیہ سازش کر کے اول موضع ابراہیم پور اور اس کے قریب دو مواضعات میں مسلمانوں پر اچانک حملے کیے۔ اور دفعتاً مسلمانوں کے سینکڑوں گھروں لیے۔ اور بعض مساجد کو بھی خراب کر ڈالا۔ ان کے اندر بلوائیوں کی جمعیت پچاس ہزار کے قریب پہنچ گئی۔ اب انھوں نے موضع پیر اور اس کے گرد و نواح میں بلوہ شروع کر دیا۔ اور چند دنوں کے اندر ایک سو انتیس بستیوں کو اس طرح تباہ کر ڈالا کہ کہیں ایک تنکا تک گھر میں نہ چھوڑا۔ اور قرآن اور ساجد کی توہین میں بھی کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ پندرہ سو مربع میل کے اندر صرف چودہ بستیاں ایسی تھیں جن کو مسلمانوں نے کسی طرح اپنی جانوں پر کھیل کر محفوظ رکھا۔ شاہ آباد سے بڑھ کر یہ بلوہ ضلع گیا کی حدود تک پھیل گیا تھا۔ اور بد معاشوں نے اپنی جمعیت کو قوی کرنے کے لیے تمام گرد و نواح میں اس مضمون کے پرچے تقسیم کیے کہ مسلمانوں کو ہر طرح مٹاؤ۔ اور اس میں بنگالیوں اور جرمنوں کی مدد پہنچے گی۔ بعض ہندو زمین دار کو بھی صوبے کی حکمرانی کے لیے ابھارا تھا۔ چوں کہ ۳۱ اگست ۱۹۱۴ء سے یورپ میں جنگ عظیم جاری تھی۔ اور ملک ہند میں فوج کی تعداد غیر معمولی طور پر کم ہو رہی تھی۔ اس لیے بلوائیوں نے

کے ایک قدیم نسخے پر اپنے دستخط بطور یادگار چھوڑے اس کتاب پر جہاں گیر بادشاہ سے اس وقت تک چار بادشاہوں کے دستخط قبل سے موجود تھے۔ یہ کتب خانہ دنیا میں قلمی کتابوں کا بہترین ذخیرہ ہے۔ اسی سال پٹنہ میں اول اول کانگریس کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔

(۱۵) ۱۹۱۳ء کا سیلاب

۱۱ اگست سے ۱۱ اگست ۱۹۱۳ء تک ضلع پٹنہ میں مسلسل بارش ہونے سے سخت سیلاب آیا۔ اسی اثنا میں اطراف گیا و ہزاری باغ میں بھی بارش ہوئی تھی جس سے تمام چھوٹی ندیوں میں اور نیز گنگا میں پانی بھر آیا۔ اس سیلاب سے قصبہ باڑہ کے اطراف میں چالیس آدمی اور تقریباً ساڑھے پانچ سو مویشی ہلاک ہو گئے۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق تیس ہزار تین سو ساٹھ مکانوں کو کم و بیش نقصان پہنچا۔ اور چند جانیں بھی تلف ہوئیں۔ گورنمنٹ نے تیرہ ہزار روپیہ بطور امداد فی الفور تقسیم کیے۔ اور بعد کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ بطور تقاوی کاشت کاروں کو قرض دیے۔

(۱۶) عدالت عالیہ اور دارالعلوم کا افتتاح ۱۹۱۶ء تا

۱۹۱۷ء

فروری ۱۹۱۶ء میں لارڈ ہارڈنج وائسرائے و گورنر جنرل ہند نے پٹنہ آکر باقاعدہ ایک شان دار جلوس کے ساتھ پٹنہ ہائی کورٹ کا افتتاح

کے استقبال سے کنارہ کش رہنے کا بھی ایما تھا۔ اور جس شہر میں شہزادہ پہنچتا تھا وہاں ہر تال مچائی جاتی تھی۔ اس لیے پٹنہ میں بھی لوگوں نے دبا کی شرکت سے احتراز کیا۔ اور صرف وہی لوگ حاضر ہوئے جو حکام سے وسیلہ رکھتے تھے۔ عام طور پر ڈکان داروں نے دکانیں بند رکھیں۔ گاڑی بانوں اور یکے والوں نے گاڑی اور یکے نہ چلائے۔ اور سڑکوں پر عجیب سا حال اور اُداسی رہی۔

ترک موالات کی تحریک کے ساتھ نشہ خواروں کو نشے کی چیزیں ترک کرنے کی بھی تاکید تھی۔ اور اس سے گورنمنٹ کے محکمہ آب کاری کو نقصان پہنچانے کے ساتھ اخلاقی فوائد متصور تھے۔ اس لیے بالعموم لوگوں نے اس تحریک کا ساتھ دیا۔ دیہاتوں میں خصوصاً ترہت اور چمپارن کی طرف ترک موالات کی تحریک کا بہت زور رہا۔ دوسرے سال ۱۹۲۳ء میں شہر گیامپس کانگریس کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔

(۱۹) ۱۹۲۳ء کا سیلاب

اگست ۱۹۲۳ء میں سون ندی میں یکا یک سیلاب آیا۔ ۱۹ اگست کو سون کے پانی کی سطح مقام ڈہری میں ۵۰ و ۳۴ فٹ تک پہنچ گئی۔ سابق زمانے میں بڑے بڑے سیلاب کے وقت بھی پانی کی سطح اس سیلاب سے ڈیڑھ فٹ پست رہی تھی۔ اتفاقاً اس سیلاب کے وقت گنگا میں پہلے سے سیلاب موجود تھا۔ اور اس کی سطح بھی سابق زمانے کے سیلاب سے ایک ہاتھ زیادہ بلند تھی۔ اس سیلاب سے منیرے دانا پور تک تمام

یہ بھی افواہ اڑائی کہ انگریزوں کی فوج سب کی سب جنگ میں کھپ چکی ہو اور اب انگریزی حکومت کا خاتمہ ہوا چاہتا ہو۔

بہر کیف جب حکام نے واقعی فوج منگوائی تو بلوایوں کو سوائے فرار کے کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن اس سترہ اٹھارہ دن کی مدت میں ہزاروں مسلمان بے خانماں ہو گئے اور ان کے ننگ و ناموس کو بے حد صدمہ پہنچا۔ اور بعض جانیں بھی ہلاک ہوئیں۔ بلوایوں کی مخالفت بہ ظاہر مسلمانوں سے تھی۔ اس لیے انھوں نے جا بجا ٹیلی گراف کے تار توڑنے کے سوا گورنمنٹ کی کسی ملک پر دست درازی نہ کی۔

اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس ضلع کے تمام ہندو بلوایوں میں شامل تھے۔ بلکہ یہ حرکت محض جاہل بد معاشوں کی تھی۔ اور بعض شریف نفس ہندوؤں نے خود اپنے گھروں میں مظلوم مسلمانوں کو پناہ دی افسوس ہو کہ اس بلوے کے حقیقی اسباب اور اس کے اصلی بانی مبانی کے نام ظاہر نہ ہوئے یا شاید خود گورنمنٹ کو بھی تحقیق نہ ہوئی۔

(۱۸) پرنس آف ویلز شہزادہ ولی عہد کی آمد ۱۹۲۱ء

۱۹۲۱ء میں شہزادہ ولی عہد سلطنت برطانیہ نے پٹنہ تشریف لاکر دو دن یہاں قیام فرمایا۔ باقی پور کا وسیع میدان خوش نما خیموں اور شامیانوں سے آراستہ کیا گیا۔ اور بڑی دھوم دھام سے دربار منعقد ہوا۔ صوبے کے زمین داروں اور رؤسائے شرف ملازمت حاصل کیا لیکن اس زمانے میں گاندھی جی کی تحریک ترک موالات کے سلسلے میں شہزادہ

صوبہ بجائے لفٹنٹ گورنر کے گورنر لقب سے مخاطب ہونے لگے۔
ہندوستانیوں میں لارڈ سنہا کے سوا اب تک کسی کو لارڈ کا خطاب
حاصل نہیں ہوا۔ اور گورنری کا عہدہ بھی اول اول انھی کو ملا۔ لارڈ
سنہا نے صحت کی خرابی کے سبب یا کسی اور مصلحت سے قبل از وقت
استعفا دے دیا۔ کچھ مدت تک سرلی میسرور نے قائم مقامی کی ان کو
سابق میں پٹنہ کے کلکٹر رہنے کے سبب یہاں کی پوری واقفیت حاصل
تھی۔

۱۹۲۲ء میں سر سہزی ویلر اور ان کے بعد ۱۹۲۴ء سے
سر ہوا سٹیفینس گورنر ہوئے۔ جو اس وقت تک اپنے عہدے پر قائم
ہیں۔

(۲۱) بعض حادثوں کا ذکر ۱۹۳۲-۳۳ء

۳۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو سر علی امام (بیرسٹر) نے جو صوبہ بہار کے نہایت
معزز لیڈر اور شاہیر ہند سے تھے اور وائسرائے کی کونسل کے ممبر اور حیدر آباد
دکن میں صدر اعظم رہ چکے تھے۔ رانچی میں انتقال کیا اور ۱۹ اپریل ۱۹۳۳ء
کو ان کے چھوٹے بھائی حسن امام (بیرسٹر) جو ہند کے بہترین قانون دانوں
میں تھے اور کلکتہ ہائی کورٹ کے جج بھی رہ چکے تھے۔ اور ۱۹۲۱ء میں لندن
میں ہند کے مسلمانوں کے نمائندے ہو کر ترکی کی صلح کی کانفرنس میں شریک
ہوئے تھے انتقال کیا۔ حسن امام صاحب ۱۹۱۵ء میں کانگریس کے
صدر بھی منتخب ہوئے تھے۔

دیاروں اور نشیب زمینوں میں عالم آب نظر آنے لگا۔ جس سے دس ہزار مکانوں کو نقصان پہنچا۔ دانا پور اور گیا کے درمیان نہر کا پانی کناروں کو کھنگالتا ہوا چاروں طرف پھیل گیا۔ دانا پور اور دیگھل کے درمیان پانی گنگا کے کنارے سے سڑک پر چڑھ آیا۔ اور صوبے کا نو آباد دار الحکومت بھی سیلاب کے اثر سے محفوظ نہ رہا۔ دانا پور میں حکام نے بروقت جہاز اور کشتیوں کا بندوبست کر کے بہت لوگوں کو دیاروں سے خشکی پر پہنچوایا۔ اس دفعہ صرف چار آدمی اور سو ڈیڑھ سو مویشی تلف ہوئے۔ سون کے کناروں پر بستیوں میں پانی اندر گھس آیا۔ اور آ رہ میں بھی بعض محلوں میں گھروں کے اندر کئی فٹ بلند پانی جمع ہو گیا۔ جس سے مکانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ گورنمنٹ اور پبلک نے حتی المقدور مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا۔

(۲۰) ۱۹۱۲ء سے ۱۹۳۰ء تک گورنروں کا ذکر

۱۹۱۲ء میں صوبہ بہار وارڈیسہ بنگالے سے علیحدہ ہو کر بجلے خود ایک صوبہ قرار پانے پر سر چارلس بیلی نے لفٹنٹ گورنر مقرر ہو کر ۱۹۱۵ء تک حکومت کی۔ سر چارلس بیلی کے بعد سر اڈورڈ گیٹ اور پھر ۱۹۱۸ء میں سر اڈورڈ لیونج (بحیثیت قائم مقام) لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں بنگالے کے مشہور و معروف بیرسٹر لارڈ سنہا آف رائے پور کو صوبہ بہار وارڈیسہ کی گورنری عنایت ہوئی۔ ۱۹۱۹ء میں سٹرنگلو وزیر ہند اور لارڈ چسفورڈ وائسرائے ہند کی سیاسی اصلاحات جاری ہونے پر حاکم

جو عرصہ دراز سے کونسل کے ممبر اور مسلمانوں کے لیڈر بھی تھے وزیر تعلیمات ہوئے۔ جدید اصلاحات کے نفاذ تک عزیز صاحب کی وزارت قائم رہی اور اس مدت میں تعلیم کے علاوہ صنعت و حرفت میں نمایاں ترقی ہوتی رہی۔ ان کے ہر دل عزیز ہونے کا ہٹا سبب یہ بھی ہو کہ ان کی ذاتی فیاضی سے ہر سال جاڑوں کے موسم میں موتیا بندر کے سینکڑوں مریض پنجاب کے مشہور ڈاکٹر سے آنکھیں بنوا کر بصارت حاصل کرتے ہیں۔ اس زمانے میں عزیز صاحب کے مکانات خاصے ہسپتال بن جاتے ہیں۔

۱۲۴۱ جدید اصلاحی قانون کا نفاذ اور کانگریسی حکومت کا آغاز ۱۹۳۴-۱۹۳۹ء

سائن کیشن کی تجاویز اور گول میز کانفرنس کے مشوروں پر غور کرنے کے بعد انگریزی پارلیمنٹ نے ہند کی حکومت کے لیے جدید اصلاحی قانون منھبط کیے جو ۱۹۳۵ء کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کہا جاتا ہے۔ اس کی رو سے صوبے کی مجلس کو قانون سازی اور حکومت میں ایک حد تک آزادی حاصل ہو گئی۔ انگریزی پارلیمنٹ کے اصول پر صوبے میں دارالعلوم اور دارالامرا کی جگہ لیجنس لیٹو اسمبلی اور لیجنس لیٹو کونسل مقرر ہوئی۔ بہار اسمبلی کے ممبروں کی تعداد ۱۱۵۲ اور کونسل کے ممبروں کی تعداد ۲۹ ہے۔ ان جدید اصلاحات کے سلسلے میں اڑیسہ جو ۱۹۱۲ء سے صوبہ بہار کے شامل تھا۔ علیحدہ ہو کر جداگانہ صوبہ قرار پایا، صوبہ بہار کے ساتھ چھوٹا ناگ پور بدستور ضم رہ گیا۔

۲۲) شدید زلزلہ ۱۹۳۳ء

۵ جنوری ۱۹۳۳ء مطابق ۲۸ رمضان ۱۳۵۲ھ دن کے دو بجے ایک خوف ناک زلزلہ آیا جس نے شہر مونگیر کو بالکل تباہ کر دیا اور دھندل سیٹا مڑھی اور ملحقہ علاقوں میں صد ہا مکانات منہدم ہو گئے۔ جگہ جگہ زمین شق ہو گئی اور پانی کے ساتھ ریت مٹی فوارے کی طرح زمین سے نکلی اور سطح پر پھیل گئی جس سے بعض مواضع میں زراعتی زمین ریگستان نظر آنے لگی اور کھیتوں کی شناخت باقی نہ رہی۔ عظیم آباد پٹنہ، شاہ آباد میں بھی بہت سے مکانات گرے اور جان و مال کا سخت نقصان ہوا۔ زلزلے کا اثر ملک بہار کے باہر بھی دور دور تک محسوس ہوا لیکن بہار میں تخمیناً دس بارہ ہزار اشخاص ہلاک ہوئے اور تمام صوبے میں عام تاراجی پھیل گئی۔ یہ اسی قسم کی سادی آفت تھی جیسی ۱۸۳۳ء میں توابرس پہلے بہار پر نازل ہوئی تھی اور جس کا حال اپنے مقام پر تحریر کر دیا گیا ہے۔

۲۳) تبدیل وزارت ۱۹۳۶-۳۳ء

۱۹ جون ۱۹۳۳ء کو سر محمد فخر الدین نے انتقال کیا۔ یہ ۱۹۳۱ء سے علی التواتر وزیر تعلیمات مقرر ہوتے آئے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد خان بہادر سید محمد حسین جو صوبے کی کونسل کے نہایت تجربے کار ممبر تھے وزیر تعلیمات مقرر ہوئے لیکن خان بہادر نے چند ماہ کے اندر ہی انتقال کیا اور ان کی جگہ پر ۱۰ جنوری ۱۹۳۳ء کو سید عبدالعزیز صاحب بیرسٹر

کو تفویض کر دے گی، اب وزارت ہاتھ آتے ہی ایک طرف بٹے بٹے
ہندو زمین دار اور دوسری جانب سے کاشت کار دباؤ ڈالنے لگے۔
کانگریس والے حقیقتاً دونوں فریقوں کے زیر اثر تھے۔ اس کش مکش میں
انھوں نے چند قوانین جاری کیے جن کی رُو سے مال گزاری (لگان)
میں تخفیف ہو گئی اور زمین داریاں بھی قائم رہیں۔ مال گزاری کی تخفیف
کے علاوہ انھوں نے زمین داروں پر ٹیکس بھی لگا دیے۔ حقیقتاً ان کی یہ
کاروائیاں نا تجربے کاری اور گھبراہٹ کا نتیجہ تھیں۔ ضرورت اس بات
کی تھی کہ زمین دار اور رعیت کے حقوق کی پوری چھان بین کی جاتی اور ہر
ایک کے حقوق منفع طور پر جتا دیے جاتے۔ لیکن کانگریس والوں سے ایسا اہم
کام کرنے کی صلاحیت اور جرأت ظاہر نہ ہوئی۔

کانگریس والوں نے اپنے اصول پر تعلیم جاری کرنے کے لیے وڈیا مندر
کھولنے کا قصد کیا اور اس کے ساتھ ساتھ اردو زبان سے فارسی اور عربی
الاصِل الفاظ کو نکال کر ان کی جگہ پر ہندی الاصل الفاظ رکھ کر ہندوستانی
زبان رائج کرنے کا ارادہ کیا لیکن مسلمانوں کی مخالفت کے سبب اس میں
کام یابی نہ ہوئی تاہم اس زمانے میں اسکولوں کے نصاب کی جو کتابیں
اردو میں شائع ہوئیں ان میں بہتیرے ہندی الاصل الفاظ داخل کر دیے گئے
جو مسلمانوں کے محاوروں اور روزمرہ میں مستعمل نہیں۔ مسلمانوں نے لگایا
کہ جس طرح بعض قوموں نے دوسری قوموں کی تہذیب و تمدن کو مٹانے
کے لیے اول زبان ہی پر ستم توڑا ہے۔ اسی طرح کانگریس والے اردو کو بدل کر
خالص ہندوؤں کی زبان رائج کرنے کی تدبیریں کر رہے ہیں کیوں کہ زبان
تو مختلف انسانوں کے میل جول سے خود بن جاتی ہے۔ کوئی زبان کسی خاص

ممبروں کے انتخاب کے وقت صوبے کے ہر ایک فرقے نے حصہ لیا۔ اور منتخب شدہ اشخاص میں کانگریس والوں کی تعداد کثیر تھی۔ اس لیے گورنر نے اولاً انھیں کو حکومت کا انتظام جاری کرنے کو کہا، لیکن انھوں نے وزارت قبول کرنے سے پہلے گورنر سے اس بات کی طمانیت چاہی کہ وہ اپنے ذاتی اختیارات سے کام نہ لے گا۔ کچھ عرصے تک گفت و شنید ہوتی رہی اور اس اثنا میں محمد یونس صاحب بیرسٹر پٹنہ نے مختلف فرقوں کے ذی لیاقت اشخاص کو ساتھ لے کر کافی جمیعت فراہم کر کے وزارت قائم کر لی۔ چند ماہ تک یہ وزارت سرگرمی سے کام کرتی رہی۔ بعد کو گورنر نے اپنے ذاتی اختیارات کو عمل میں نہ لانے کا وعدہ کر لیا اور صوبہ بہار میں کانگریسی وزارت قائم ہو گئی اور بابو سری کرشن سنہا وزیر اعظم ہوئے۔

گورنر کے ذاتی اختیارات میں کم تعداد والے فرقوں کے حقوق کی نگرانی و حفاظت ایک اہم اور ضروری بات تھی۔ اختیارات کو عمل میں نہ لانے کا وعدہ کرنے سے غیر کانگریسی گروہوں، بالخصوص مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ انھوں نے سمجھ لیا کہ انگریزی حکومت کانگریسی گروہ کی اکثریت سے اس قدر مرعوب ہو رہی ہے کہ ان کے مقابلے میں دوسروں کے حقوق کی ذمہ داری سے جی چراتی ہے۔ گورنر کی اس حرکت سے انگریزی حکومت کا اعتماد کم ہو گیا اور اسی وقت سے مسلم لیگ نے اپنی طاقت بڑھانی شروع کر دی۔

کانگریس والوں نے انتخاب کے وقت ووٹ حاصل کرنے کی غرض سے کاشت کاروں سے بڑے بڑے وعدے کیے تھے جن سے ان کو توقع تھی کہ کانگریسی حکومت زمین داریوں کو مٹا کر تمام حقوق کاشت کاروں

سے آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ منعقد ہوا جس میں ہند کے ہر ایک صوبے کے مسلمانوں نے شرکت کی۔ محمد علی جناح ہر سکھ بر حیات، سردار اورنگزیب خاں اور فضل الحق کو دیکھنے کے لیے خلقت کا وہ ہجوم تھا کہ دو قدم راستہ چلنا دشوار تھا۔ اس موقع پر نمائش گاہ بھی تیار کی گئی تھی جس میں صوبہ بہار کے علاوہ دوسرے صوبوں سے بہتری اشیاء نمائش کے لیے آئی تھیں۔
پٹنہ میں مسلمانوں کا ایسا مجمع کم تر دیکھنے میں آیا ہو۔

۱۲۶) رام گڑھ میں آل انڈیا کانگریس کا جلسہ ۱۹۳۷ء

وزارت سے مستعفی ہونے پر صوبہ بہار کے کانگریسی لیڈروں نے چھوٹا ناگ پور کے علاقے میں کانگریس کا جلسہ کرنے کی تحریک کی۔ چھوٹا ناگ پور کے علاقوں میں زیادہ تر جنگلی قومیں مثل کول۔ سنتال۔ کھڑیا۔ آراؤں اور بھوئیاں وغیرہ آباد ہیں جو ہند کے قدیم باشندوں کی یادگار سمجھی جاتی ہیں۔ کانگریس والوں نے ان میں کانگریسی خیالات پیدا کرنے کی غرض سے یا شاید اس سبب سے کہ رام گڑھ کے راجائے کانگریس کی خرگاہ تیار کرنے کے لیے زمین اور کئی لاکھ بانس اور لکڑیاں بلا معاوضہ پیش کی تھیں۔ رام گڑھ کو اس جلسے کے لیے پتہ کیا۔ ۱۹ مارچ ۱۹۳۷ء جلسے کا دن قرار پایا اور اس روز گاندھی جی، جواہر لال نہرو اور ابوالکلام آزاد صدر جلسہ اور مختلف صوبوں کے کانگریسی لیڈر اس مقام پر جمع ہو گئے۔ کانگریس والوں نے نا تجربے کاری سے اس جلسے کے لیے ایسی جگہ منتخب کی تھی جو نشیب میں واقع تھی۔ اتفاق سے عین جلسے کے

گروہ کی خواہش سے مروج نہیں ہوئی۔

مسلم لیگ نے کانگریسی حکومت پر یہ الزام بھی عائد کیا کہ اس نے صوبہ بہار میں متعدد موقعوں پر مسلمانوں کے ذاتی و تمدنی و مذہبی حقوق کو پامال کر دیا۔ اس بارے میں مسلم لیگ نے الزامات کی کیفیت شائع کی اور بنگالے کے وزیر اعظم ابوالقاسم فضل الحق صاحب نے ۱۹۳۹ء کے آخر میں فرد الزامات شائع کی جس میں ہر ایک الزامی واقعہ کی روئے ادوار کے کانگریس والوں سے جواب طلب کیا اور گورنمنٹ سے ان کی تحقیقات کے لیے شاہی کمیشن مقرر کرنے کی استدعا کی گئی۔ بات کچھ اور بڑھنے والی نظر آتی تھی لیکن یہیں تک ہو کر ختم ہو گئی۔

۳۱ ستمبر ۱۹۳۹ء کو یورپ میں جنگ شروع ہوئی اور انگریزی حکومت نے اہل ہند کے لیے بغیر اس جنگ میں ملک ہند کی شرکت کا اعلان کیا۔ کانگریس نے اولاً انگریزوں سے اس جنگ کے مقاصد پوچھے پھر ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو تمام وزارتوں کو مستعفی ہونے کی ہدایت کی وزارت کے مستعفی ہونے پر گورنر نے حکومت اپنے ذمے لے لی اور تادم تحریر یہی صورت قائم ہو (۲۰ جولائی ۱۹۴۲ء) کانگریسی وزارت کے مستعفی ہونے پر مسلم لیگ کے زیر اثر ہر ایک صوبے میں مسلمانوں نے یوم نجات کی خوشیاں منائیں۔

(۲۵) صوبہ بہار میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ ۱۹۳۸ء

دسمبر ۱۹۳۸ء کے آخری ہفتے میں سید عبدالعزیز صاحب بیرسر کی سی

(۲۹) در بھنگہ میں زنا ربندی کی تقریب ۱۹۳۱ء

۶ فروری ۱۹۳۱ء کو صوبہ بہار کے سب سے زیادہ دولت مند اور ہند کے سب سے بڑے زمین دار مہاراجا در بھنگہ نے اپنے بھتیجے رولی عہدہ کی زنا ربندی کی۔ اس تقریب میں صوبے کے گورنر سر تھامس اسٹوارٹ اور چیف جسٹس پٹنہ ہائی کورٹ اور اکثر حکام اعلیٰ و رؤسا و مشاہیر مدعو تھے۔ ہند کے والیان ملک میں مہاراجا جرج پور، مہاراجا دھول پور، مہاراجا کوچ بہار، مہاراجا تری پورہ اور مہاراجا مور بھنج بھی شریک تھے اور ان میں اکثر ہوائی جہاز کے ذریعے آئے تھے۔ مہانوں کی تواضع میں لاکھوں روپے صرف کیے گئے اور کئی دن تک جشن ہوتا رہا۔ طرح طرح کے کھیل تماشے اور سینما دکھائے گئے۔ خلعت کا وہ ہجوم تھا کہ ریلوے کمپنی کو روزانہ متعدد گاڑیاں چلانی پڑیں۔ اس موقع پر متوفی مہارانی کی یادگار میں اہل در بھنگہ نے غریبوں کی بود و باش کے لیے جو گھر بنانے کی تجویز کی تھی اس کا بنیادی پتھر گورنر بہار نے رکھا۔

(۳۰) قصبہ بہار شریف اور اطراف میں شدید فساد

۱۹۳۱ء

۲۷ اپریل ۱۹۳۱ء کو قصبہ بہار اور گرد و اطراف کے ہندوؤں نے مسلمانوں پر حملے کیے۔ اس فساد میں بے قصور مسلمان ہلاک ہوئے اور ان کے گھر لٹ گئے۔ تمام واقعات کی تفصیل طوالت سے خالی نہ ہوگی۔ مختصر یہ ہے

وقت سخت بارش ہوئی۔ چند منٹ میں حاضرین جلسہ ٹخنوں تک ٹانی میں تتر بتر ہونے لگے۔ خطبہ صدارت بھی پڑھنے کی نوبت نہ آئی اور محض رسمی طور پر جلسے کی کاروائیوں کی منظوری کا اعلان کر کے جلسہ برخاست ہوا۔

(۲۷) کانگریس گروہ کا علی الرغم دوسرا جلسہ

کانگریس والوں نے بعض سابق کاروائیوں کے سبب کانگریس والوں کا ایک گروہ گاندھی جی اور ان کے پیروں سے ناراض ہو گیا تھا۔ اس گروہ کے لیڈر بابو بھاس چندر بوس نے اسی روز رام کرپھ میں دوسرے مقام پر علیحدہ جلسہ کیا۔ یہ جلسہ بارش شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے اس میں وہ بھگدر اور بے لطفی نہ ہوئی۔ بہر کیف یہ پہلا اتفاق تھا کہ کانگریس میں پھوٹ پڑنے کے سبب علی الرغم دوسرا جلسہ منعقد ہوا۔

(۲۸) مردم شماری ۱۹۳۱ء

اس سال مردم شماری کی رپورٹ سے ظاہر ہوا کہ صوبہ بہار میں مسلمانوں کی تعداد اکتالیس لاکھ چالیس ہزار تین سو تائیس (۴۱،۴۲،۲۱۵) اور ہندوؤں کی تعداد دو کروڑ اسی لاکھ پندرہ ہزار تین تالیس ہے۔

(۲۵۹/۵۰۳۲)

لیے گورنمنٹ ہی کی جانب سے تحریک ہونی چاہیے۔ ان حالات کی بنا پر برٹش گورنمنٹ نے اپریل ۱۹۴۲ء میں سر اسٹافورڈ کریچفلڈ کو جروس میں برٹش سفارت کے کام نہایت لیاقت اور کامیابی کے ساتھ انجام دے چکے تھے۔ جدید تحریکات پیش کرنے کی غرض سے دہلی روانہ کیا۔ ان جدید تحریکات کی رؤ سے صوبوں کو پوری آزادی حاصل ہوتی تھی، اور ہند کی مرکزی حکومت کو بھی اختیار حاصل ہوتا تھا کہ برٹش حکومت کی متابعت سے علیحدہ ہو سکے لیکن موجودہ جنگ کے ختم ہونے تک داسرائے کی کونسل کو داسرائے کی متابعت لازمی تھی۔ کچھ عرصے تک گفتگو اور نامہ و پیام ہونے پر کانگریس نے اس طرز حکومت کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور سلم لیگ نے بھی اس بنا پر منظور نہ کیا کہ گورنمنٹ نے پاکستان سے اعمول کو صریحاً قبول نہ کیا تھا۔ بعض کانگریسی لیڈران تحریکات سے کوئی اختلاف نہ رکھتے تھے لیکن گاندھی جی نے ان کا خیال بدل دیا۔ کانگریس نے حال اور مستقبل کے فرق کو مٹا دینے پر اصرار کیا اور تمام اختیارات کا فوری مطالبہ پیش کیا۔ سر اسٹافورڈ کریچفلڈ نے نیل مرام واپس لگے، اور کانگریس والے حکومت کو مستقل بنادینے کی تدبیریں سوچنے لگے۔

۳۲) کانگریسی لیڈروں کی گرفتاری پر باغیانہ فسادات

۱۹۴۲ء

۸ اگست ۱۹۴۲ء کو ممبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے یہ اعلان کیا کہ انگریزوں کو حکومت سے دست بردار ہو کر اس ملک سے نکل جانا چاہیے

کہ فساد کسی خاص محلے تک محدود نہ تھا بلکہ دیہاتوں میں بھی لوٹ مار کے لیے خفیہ ساز باز کا پتہ ملتا ہے۔ وخیانہ حرکتوں کی شدت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک ظالم نے ایک مسلمان بچی کو جس کی عمر چار سال کے قریب ہوگی ظالمانہ طور پر مار ڈالا۔ راقم کو معتبر لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ بعض غویب اور کس سپرس اشخاص مجبوریوں سے اپنی مظلومیت کی فریاد بھی حکام تک نہ پہنچا سکے۔ حکام ضلع کی کاروائی کا دار و مدار اکثر ماتحتوں کی رپورٹ پر ہوتا ہے۔ وہ خود ذاتی طور پر لوگوں کے صحیح حالات و جذبات سے واقفیت رکھنے کے ذرائع نہیں رکھتے اور پیش بینی و پیش قدمی سے عاجز رہتے ہیں، لہذا فساد کا قبل از وقوع انسداد نہیں کیا جاتا۔ ۱۹۱۷ء میں ضلع آرہ کے فسادات کے بعد سے اس وقت تک ایسے کئی ہنگامے ہو چکے ہیں۔ اس سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ہندو مسلم اتحاد کی امیدیں خواب پریشان ہو گئیں۔ اس سال ہندو ہما بھائے جلسے کے لیے شہر بھاگل پور کو منتخب کیا تھا لیکن وہاں بھی ہندو مسلم فساد رونما تھا۔ اس لیے گورنمنٹ نے امتناعی احکام جاری کیے تھے۔

(۳۱) جدید تحریکات ۱۹۲۲ء

جنگ کے معاملے میں کانگریس نے گورنمنٹ کی کوئی حمایت نہیں کی تھی اور مسلم لیگ نے مسلمانوں کو جنگ میں مدد دینے سے تو نہیں روکا لیکن لیگ والوں کو داسرائے کی کونسل میں شریک ہونے سے باز رکھا تھا جس سے گورنمنٹ کسی قدر حیرت میں پڑ گئی تھی اور بعض غیر کانگریسی لیڈر برٹش گورنمنٹ کو توجہ دلا رہے تھے کہ موجودہ رکاوٹوں کو دور کرنے کے

اشنا میں پولس افسر اور سپاہیوں کو پتھر اور ڈھیلوں سے مضروب کیا۔ حکام نے پھر اس گروہ کو ہٹنے کی تاکید کی اور متواتر بھجایا کر نہ ہٹنے کی صورت میں گولیاں چلائے کا حکم دیا جائے گا مگر کانگریس والوں نے ایک نہ مانی اور آگے بڑھنے کا قصد ظاہر کیا۔ اب سپاہیوں نے حکم پاتے ہی گولیاں چلائیں۔ راقم کو معتبر اشخاص سے معلوم ہوا کہ سات اشخاص بندوق کی گولیوں سے ہلاک ہوئے اور پچیس زخمی ہوئے۔ باقی گروہ نے منتشر ہو کر فی الفور فرار کیا۔

چند منٹ کے اندر اس واقعہ کی خبر شہر میں پہنچ گئی۔ جن لوگوں نے اب تک کاروبار جاری رکھا تھا دروازے بند کر کے گھروں میں گھس گئے اور تمام بازاروں میں شہر خموشاں کی سی خاموشی طاری ہو گئی۔

۱۲ اگست کو محلہ قدم لکھوان میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں انگریزی حکومت کے خلاف تقریریں کی گئیں۔ اس موقع پر کئی ہزار آدمی جمع ہوئے تھے اور خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ راستے میں آمد و رفت دشوار تھی۔ مقرروں کی پرجوش تقریروں سے متاثر ہو کر بعض اشخاص نے نازیبا حرکتیں شروع کر دیں۔ اور ہندوستانیوں کے سر سے انگریزی ٹوپی اور گلے سے نکلٹائی (رابطہ) چھین کر پھینک دی۔ بعض مسلمانوں نے سلم لیگ والوں کو بھی کانگریس کا شریک حال ہو جانے کا مشورہ دینا چاہا لیکن پھر کچھ سوچ کر سکوت اختیار کیا۔

اب ہندوؤں نے ہر ایک جگہ آمد و رفت اور خبر رسانی کے راستے اور ذرائع سد و نہدم کرنے کے لیے تمام صوبے میں جا بجا ریل کی پٹریاں اکھاڑ دیں۔ ریل کے ڈبے توڑ ڈالے۔ انجنوں کو بزدور کر دیا۔ سڑکوں پر دستوں

اس کے بعد ہی وائسرائے کی کونسل کے فیصلے کے مطابق گاندھی جی اور دوسرے کانگریسی لیڈروں کی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ ۹ اگست کو ان گرفتاریوں کی خبریں ریڈیو کے ذریعے سے پٹنہ میں وصول ہوئیں۔ کانگریسی اخباروں نے معاً خبر کے پرچے شائع کیے اور مقامی کانگریس والوں نے ہڑتال چلانے کی تدبیریں شروع کیں اور بہار نیشنل کالج کے طلباء نے انگریزی حکومت کے رویے پر اظہارِ نفرت کرتے ہوئے جلوس نکالا۔

۱۱ اگست کو پھر کانگریس والوں اور کالج کے طلباء نے زیادہ شدت کے ساتھ مظاہرے جاری رکھے اور عوام الناس کو ہڑتال چلانے پر ابھارا۔ ہندوؤں نے اپنی اپنی دکان بند کر دی اور بعض مسلمانوں نے نقص امن اور لوٹ مار کے اندیشوں سے دکانیں بند کر دیں۔ طلباء اور کانگریسی گروہ انقلاب زندہ باد، 'ہندو مسلم ایک ہونے' 'کرو یا مرو'، 'انگریز نکل جاؤ ہمارا دیس ہمارا گھر ہم کو دو' اور ازیں قلیل صدائیں بلند کرتے ہوئے گشت لگاتے رہے اور کچھڑیوں، دستروں اور اسکو لوں کی حاضری سے منع کرتے رہے۔

۱۱ اگست کو کانگریس والے اور کالج کے طلباء تھینا پانچ ہزار شاخوں کے گروہ کو ساتھ لے کر گورنمنٹ سکریٹریٹ (دیوان خانہ) پر قبضہ کرنے یا کانگریسی جھنڈا نصب کرنے کی غرض سے مشرقی دروازے پر پہنچ گئے۔ حکام اعلیٰ پولیس افسر نے ان کو سمجھا بھگا کر اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش بلینچ کی تھینا ڈھائی تین گھنٹے تک گفت و شنید ہوتی رہی۔ آخر پانچ بجے شام کے قریب اس گروہ کو منتشر کرنے کے لیے سواروں کو دھوا کرانے کا حکم دیا۔ سواروں نے گروہ کو منتشر اور پس پا کر دیا لیکن کچھ دؤر ہٹ کر اس گروہ نے جمعیت فراہم کر لی اور سکریٹریٹ کی طرف قدم بڑھائے۔ اور اس

نیک نفس انسان کا دل ہل جاتا ہے۔ انھوں نے ستیا مٹھی ر ضلع مظفر پور کے سب ڈویژنل انسپکٹر پولیس انسپکٹر کو مع دو چہرے سیوں کے سربراہ گھیر کر محض اس جرم پر مار ڈالا کہ انھوں نے کانگریسی بننے سے انکار کیا تھا۔ صرف موٹر ڈرائیور جس کو انھوں نے اپنی دانست میں مار کرنا۔ نے میں چھوڑ دیا تھا کسی طرح زندہ بچ گیا۔ اسی ضلع میں ان شہریروں نے میناپور کے تھانے دار کو پکڑ کر اس پر کر اس تیل ڈال کر زندہ جلا دیا۔ اور ضلع پورنیمہ میں روپولی کے تھانے دار اور دو کانٹبلوں کو بھی جلا دیا اور پٹنہ کے قریب ہی ریل کے مسافروں میں ہوائی جہاز کے دو مسافروں کو جو ملک کینڈا (امریکہ) کے رہنے والے تھے وحشیانہ طور پر مار ڈالا۔

ریلوے پر باغیوں نے جو حملے کیے ان کی مدافعت کے سلسلے میں گورنمنٹ نے ہوائی جہازوں سے بھی مشین گن چلوائی۔ ضلع پٹنہ میں گرپک کے قریب (بہار شریف سے بارہ میل دھن) اور ضلع مونگیر میں پر سراہ اور ہمیش کھونٹ اسٹیشنوں کے درمیان اور ضلع بھاگل پور میں بھاگل پور اور صاحب گنج کے درمیان باغیوں کے گروہ پر ہوائی جہازوں سے مشین گنیں چلائی گئیں۔

بہر کیف یہ فساد کوئی معمولی فساد نہ تھا۔ باغیوں کو غالباً خفیہ طریقے پر یہ معلوم تھا کہ ان کو کیا کرنا ہے کیوں کہ ہر ایک صوبے میں اور ہر ایک مقام پر ایک ہی قسم کی حرکتیں عمل میں آئیں۔ گورنمنٹ گاندھی جی اور کانگریسی لیڈروں کو ان فسادات کا بانی مہائی ٹھہراتی ہے۔ کانگریسی لیڈر اس وقت قید میں ہیں اس لیے ان کا بیان تو معلوم نہیں لیکن گاندھی جی کے جو خطوط وائسرائے کے پاس گئے تھے ان سے ظاہر ہے کہ وہ خود کو اور کانگریس

کے تنے اور پتھروں کے ڈھیر لگا دیے۔ پلوں کو خراب کر دیا۔ تار توڑ ڈالے
ڈاک خانوں اور تار گھروں کو لوٹ لیا اور آگ لگا دی۔ ریلوے کے گوداموں
اور دفاتروں کو لوٹ لیا۔ اسکولوں اور گورنمنٹ اور سیولپلیٹوں کے دفاتر
میں آگ لگا دی اور بعض بے تصور لوگوں کے گھر بھی لوٹ لیے۔ اس
طائف الملوکی میں کچھ عرصے تک اہل شہر کو بازار سے کھانے کی چیزیں بھی
دستیاب نہ ہو سکیں۔

ان واقعات کو دیکھ کر گورنمنٹ نے شہر پٹنہ میں فوجی پہرے بٹھائے
اور عام راستوں پر بغیر پاسپورٹ (تعبریفہ) آمد و رفت ممنوع ہو گئی، گوڑے
سپاہیوں نے شہر کی صفائی شروع کی اور جس کسی کو پایا بلا امتیاز اس کام
میں شریک کر لیا۔ بعض معزز اور خطاب یافتہ اشخاص بھی جو اتفاقاً سامنے
آگئے تھے گوروں کے ساتھ کام کرنے پر مجبور ہوئے کچھ لوگوں نے شہر سے
نکل کر دیہاتوں کی راہ لی اور سوار یوں کا باقاعدہ انتظام نہ ہونے کے سبب
سخت زحمتیں اٹھائیں۔ شہر اور اطراف پٹنہ کے علاوہ صوبے کے ہر ایک
شہر اور سب ڈویژن سے اسی قسم کے واقعات کی اطلاعیں وصول ہوئیں۔
اور حسب ضرورت گورنمنٹ نے ہر ایک مقام پر فوج کے دستے روانہ کیے۔
اور پولس اور فوج کے پہرے بٹھائے۔ بایں ہمہ باغیوں نے سینکڑوں مقام
پر ریلوے اسٹیشنوں، ڈاک خانوں، تار گھروں، سرکاری دہنیم سرکاری
دفاتروں، اسکولوں اور تھانوں کو نقصان پہنچایا۔

اس قسم کے واقعات اور صوبوں میں بھی ہوئے لیکن اس میں کوئی
شک نہیں کہ ان کی شدت اور کثرت صوبہ بہار میں بہت زیادہ تھی بعض
مقام پر ان ظالم باغیوں نے ایسی وحشیانہ حرکتیں کیں جن سے ہر ایک

اس خطرے سے بہت قریب ہے۔

بعض اہل الرائے کا گمان ہے کہ غیر مسلم فرقوں میں کچھ اشخاص ایسے بھی ہیں جو جاپان کی حکومت کو مددگار بنا کر انگریزی حکومت کا استیصال کرنا چاہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ناخدا شناس اور ناخدا ترس جاپانیوں سے بھلائی کی کوئی توقع ہو ہی نہیں سکتی اور اہل چین چھو برس سے ان کی شرارتوں کا تلخ تجربہ اٹھا رہے ہیں۔ عوام الناس کو اس کا بھی یقین ہے۔ بابو بھاس چندربوس کلکتہ سے خفیہ فرار کر کے جرنیوں اور جاپانیوں کی پناہ میں ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس سال گورنمنٹ نے تانے کے نئے پیسے جاری کیے جو سابق پیسے سے چھوٹے ہیں اور ان کے بیچ میں گول سوراخ ہے۔

صوبہ بہار میں مسٹر بونس پھر اپنی وزارت قائم کرنے کے لیے سلسلہ جنباہی کر رہے ہیں لیکن اب تک کوئی کام یابی کی امید نہیں بندھی ہے۔ ۲۱ مئی ۱۹۲۳ء کو اور صوبوں کی طرح صوبہ بہار میں بھی ٹونس کی فح کی خوشیاں منائی گئیں۔ خاص پٹنہ میں کچھ زیادہ دھوم دھام مچی اور غربا کو کپڑے بھی تقسیم کیے گئے۔

ملک میں نہ کوئی جنگ واقع ہوئی ہے اور نہ قحط لیکن خلقت ایسی تباہ حال ہو رہی ہے جس کی مثال پہلے کبھی دیکھنے یا سُننے میں نہیں آئی تھی۔ غربا میں کثیر تعداد ایسے اشخاص کی ہے جو دو دن میں ایک وقت کھانا مل جائے کو غنیمت جانتے ہیں۔ چاول تیرہ آنے کو ایک سیر اور آٹا دس آنے کو ایک سیر بنتا ہے۔ غریب مزدور جو آٹھ دس آنے روزانہ مزدوری کرتے ہیں اپنے اہل و عیال کی پرورش سے عاجز نظر آتے ہیں۔ کپڑے بھی اس قدر گراں ہیں کہ غربا تو درکنار اوسط درجے کی حیثیت والے بھی پچھے پڑتے ہیں۔

کو قابل الزام سمجھنے سے انکار کرتے ہیں۔

نادان باغیوں نے شاید یہ سمجھا تھا کہ موجودہ جنگ کی کش مکش میں ان فسادات سے گھبرا کر گورنمنٹ کانگریس کی بات مان لینے پر مجبور ہوگی۔ لیکن ہر ذی شعور جانتا ہے کہ ایسے ہنگاموں سے نقصان کے سوا کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی خصوصاً اس حالت میں کہ سرکاری ملازم اور پولیس اور فوج اور ملک کی دوسری قومیں باغیوں کے ساتھ نہ تھیں اور سلمان من حیث قوم ان کی تحریکوں سے قطعاً الگ ہیں۔

۱۹۴۲ء
باغیانہ حرکات اور جرائم کا سلسلہ مہینوں تک جاری رہا لیکن ۲۲ ستمبر سے صوبے میں عام طور پر امن کی صورت نظر آنے لگی اور اسی تاریخ کو شہر سے فوجی پہرہ اور پابندیاں اٹھا دی گئیں۔

(۲۳) موجودہ حالات ۱۹۴۳ء

فی الحال ہر ایک مقام پر حکام کی تمام توجہ جنگ میں ہر ایک طرح کی امداد دینے پر مبذول ہو رہی ہے۔ ملک ہند اب تک میدان جنگ نہیں بنا ہے لیکن ملک برہما، سنگاپور اور جزائر انڈمان پر قابض ہونے کے بعد جاپانیوں نے کلکتہ، چاٹ گام اور خلیج بنگالہ کے بعض ساحلی مقاموں پر ہوائی جہاز سے گولے گرا کر کچھ۔ کمانوں کو نقصان پہنچایا اور بعض بے قصور لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ اور صوبہ آسام کی سرحد پر بھی چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جاپان والے اس ملک پر بھی چڑھائی کرنے کا قصد رکھتے ہیں لیکن اب تک جرأت نہ کر سکے۔ بہر کیف صوبہ بہار بھی

(۳۴) خاتمہ

الحمد للہ کہ اس کتاب میں ۶۲۲۰ قبل مسیح سے ۱۹۳۳ء مطابق ۱۳۶۲ھ تک مگدھ پاٹلی پتر، بہار و عظیم آباد پٹنہ کے سلسلے وار تاریخی حالات اتمام کو پہنچے اور راقم کی بارہ برس کی محنت ٹھکانے لگی۔ موجودہ زمانے میں ہر گوشے کے حالات روزانہ اخباروں کے ذریعے سے معلوم ہوتے رہتے ہیں اور سال بہ سال ضروری حالات سرکاری رپورٹوں میں شائع کیے جاتے ہیں لیکن گزشتہ واقعات کے متعلق ایسی کوئی تاریخی کتاب موجود نہ تھی جس میں ہمارے صوبے کے مکمل تاریخی حالات مستند تاریخوں کے حوالے سے مرتب کیے گئے ہوں۔

شیریں تراز حکایتِ مانیت قصہ
تاریخ روزگار سراپا نوشتہ ایم

راقم
فصیح الدین لمخنی

کپڑوں پر گڑا کر رہے ہیں۔ گورمنٹ نے جا بجا سرکاری ملازموں اور عوام الناس کے لیے غلے کی دکانیں بھی کھلوائی ہیں۔ لیکن ہر ایک متنفس ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور جس غریب کے پاس کچھ سرمایہ باقی نہ رہا ہو اس کے لیے فاقہ مستی کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ شہروں میں روزانہ فاقوں سے موتیں بھی ہو رہی ہیں اور دیہاتوں کا بھی یہی حال ہے۔

ان مصیبتوں کے بہت سے اسباب ہیں جن میں راقم کے خیال میں ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ابتدا میں گورمنٹ نے چیزوں کا نرخ مقرر کیا اس کو دیکھ کر مہاجنوں اور آرٹھٹ والوں نے غلے خرید کر گھروں میں چھپانا شروع کر دیا اور نرخ کو گرا کر لے کر لگے۔ یقین ہے کہ اس وقت بھی ہر ایک جنس کثیر مقدار میں لوگوں نے چھپا رکھی ہے جس کا پتہ لگانے سے گورمنٹ عاجز ہے۔

ایک بڑی مصیبت یہ آپڑی ہے کہ بازاروں میں رُپیہ کا خرودہ نہیں ملتا۔ کچھ عرصے سے گورمنٹ نے اڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے رُپے کا رواج اٹھا دیا ہے لیکن ان رُپوں میں چاندی کی مقدار زیادہ ہے اور فی الحال چاندی گراں قیمت ہو گئی ہے اس لیے مہاجنوں نے ان رُپوں کو بھی چھپا رکھا ہے بلکہ راقم کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بعض مہاجن اپنے ملازموں کو رُپے کے خرودے لے کر دیہاتوں میں اس عرض سے بھیجتے ہیں کہ پُرانے رُپے بارہ آنے کو خرید لائیں اور یہی رُپے زیورات بنانے کے لیے مناروں کے ہاں چاندی کی قیمت پر فروخت کیے جاتے ہیں۔ رُپے کا خرودہ نہ ملنے کے سبب خرید و فروخت نہایت دشوار ہو گئی ہے۔ بلکہ ریل کا ٹکٹ لینے میں بھی سخت وقت پیش آتی ہے۔

کتاب جن کے حوالے سے تاریخ مرتب کی گئی ہے

(۱) طبقات ناصری (ابو عمر شہاب الدین سراج جوزجانی) مطبوعہ اشیاٹک سوسائٹی
بنگالہ ۱۸۶۲ء

(۲) تاریخ سالار مسعود فازی مطبوعہ نول کشور لکھنؤ

(۳) تاریخ آئینہ اودھ مولفہ سید ابوالحسن

(۴) تاریخ فیروز شاہی مولفہ ضیاء الدین برنی مطبوعہ اشیاٹک سوسائٹی
بنگالہ ۱۸۶۲ء

(۵) تاریخ فیروز شاہی مولفہ شمس سراج عقیف (ایضاً) ۱۸۸۸ء

(۶) وسیلہ شرف مولفہ شاہ فرزند علی صوفی میری

(۷) تذکرۃ الکرام مولفہ شاہ کبیر الدین احمد دانا پوری

(۸) آثار شرف مولفہ قاضی سید نور الحسن

(۹) تاریخ فرشتہ مولفہ محمد قاسم فرشتہ مطبوعہ لکھنؤ

(۱۰) اکبرنامہ مولفہ علامہ ابوالفضل (ایضاً)

(۱۱) آئین اکبری (ایضاً) (ایضاً)

(۱۲) منتخب التواریخ مولفہ عبدالقادر بدایونی مطبوعہ اشیاٹک سوسائٹی
بنگالہ جلد ۱

۱۸۶۸ء و جلد ۲ ۱۸۶۵ء

(۱۳) طبقات اکبری مولفہ خواجہ نظام الدین احمد بخش مطبوعہ اشیاٹک سوسائٹی
بنگالہ

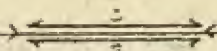
(۱۴) مائثر الامرا مولفہ شہ نواز خان مطبوعہ اشیاٹک سوسائٹی
بنگالہ

(۱۵) تزک جہاں گیری مطبوعہ منشی نول کشور لکھنؤ

(۱۶) جہاں گیر نامہ مولفہ معتمد خان (ایضاً)

15. Martins Eastern India (Published 1838)
 16. District Gazetteer, Patna by Omally (1924)
 17. Twenty-eight years in India by W. Taylor
 18. Journal of the B & O Research Society 1915, 1918, 1925.
 19. Eucylopaedia Britanica 11th. Ed.
 20. Dynasties of the Kaliyug by F. E. Pargiter (1913)
 21. History of Bengal Bihar & Orissa under British Rule by Omally (1926)
 22. Memoirs of Gaur & Pandia. by K. S. Abid Hosain Khan, Edited by Staplaton M. A.
 23. Coins of India by C. J. Brown.
 24. History of India as told by its own historians by Elliot & Dawson.
 25. Chotanagpur by Bradly Birt I. C. S.
 26. History of Aurangzeb by Sir J. N. Sarkar.
 27. 'Asoka' by V. A. Smith (1920)
-

- (۱۷) بادشاہ نامہ مولفہ ملا عبد الحمید لاہوری مطبوعہ ایشیا نمک سوسائٹی بنگالہ
- (۱۸) عل صالح (شاہ جہاں نامہ) مولفہ محمد صالح کنبو مطبوعہ ایشیا نمک سوسائٹی بنگالہ
- (۱۹) عالم گیر نامہ مولفہ محمد کاظم بن محمد امین بخشی مطبوعہ ایضاً ۱۸۶۵ء
- (۲۰) مائر عالم گیری مولفہ متعدد خان مطبوعہ ایضاً ۱۸۷۱ء
- (۲۱) منتخب اللباب مولفہ ہاشم خاں (خانی) مطبوعہ ایضاً ۱۸۶۹ء
- (۲۲) سیر المتاخرین مولفہ غلام حسین خان طباطبائی مطبوعہ لکھنؤ
- (۲۳) ریاض السلاطین مولفہ غلام حسین خاں زید پوری مطبوعہ ایشیا نمک سوسائٹی بنگالہ
- (۲۴) شاہ عالم نامہ مولفہ غلام علی خان مطبوعہ ایشیا نمک سوسائٹی بنگالہ
- (۲۵) تذکرہ صداقتہ مولفہ مولوی عبد الرحیم صادق پوری
- (۲۶) کتاب ہباجہارت چھاپ کلکتہ
- اور کتابوں کے نام اصل مضمون کے ساتھ پائے جائیں گے۔



ہماری زبان

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

ہر مہینے کی پہلی اور سوٹھویں تاریخ کو شائع ہوتا ہے
چند سالانہ ایک ٹرپہ فی پرچہ ایک آنہ

اُردو

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ

جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر میں شائع ہوتا ہے

اس میں ادب اور زبان کے ہر پہلو پر بحث کی جاتی ہے تنقیدی اور محققانہ مضامین غلے
میاں رکھتے ہیں۔ اُردو میں جو کتابیں شائع ہوتی ہیں، ان پر تبصرہ اس رسالے کی ایک خصوصیت
ہے۔ اس کا حجم ڈیڑھ سو صفحے یا اس سے زیادہ ہوتا ہے قیمت سالانہ محصول ڈاک وغیرہ ملا کر ساڑھے
ایک انگریزی (آٹھ ٹرپہ) عثمانیہ نمونے کی قیمت ایک ٹرپہ بارہ آنے (دو ٹرپہ عثمانیہ)

رسالہ سائنس

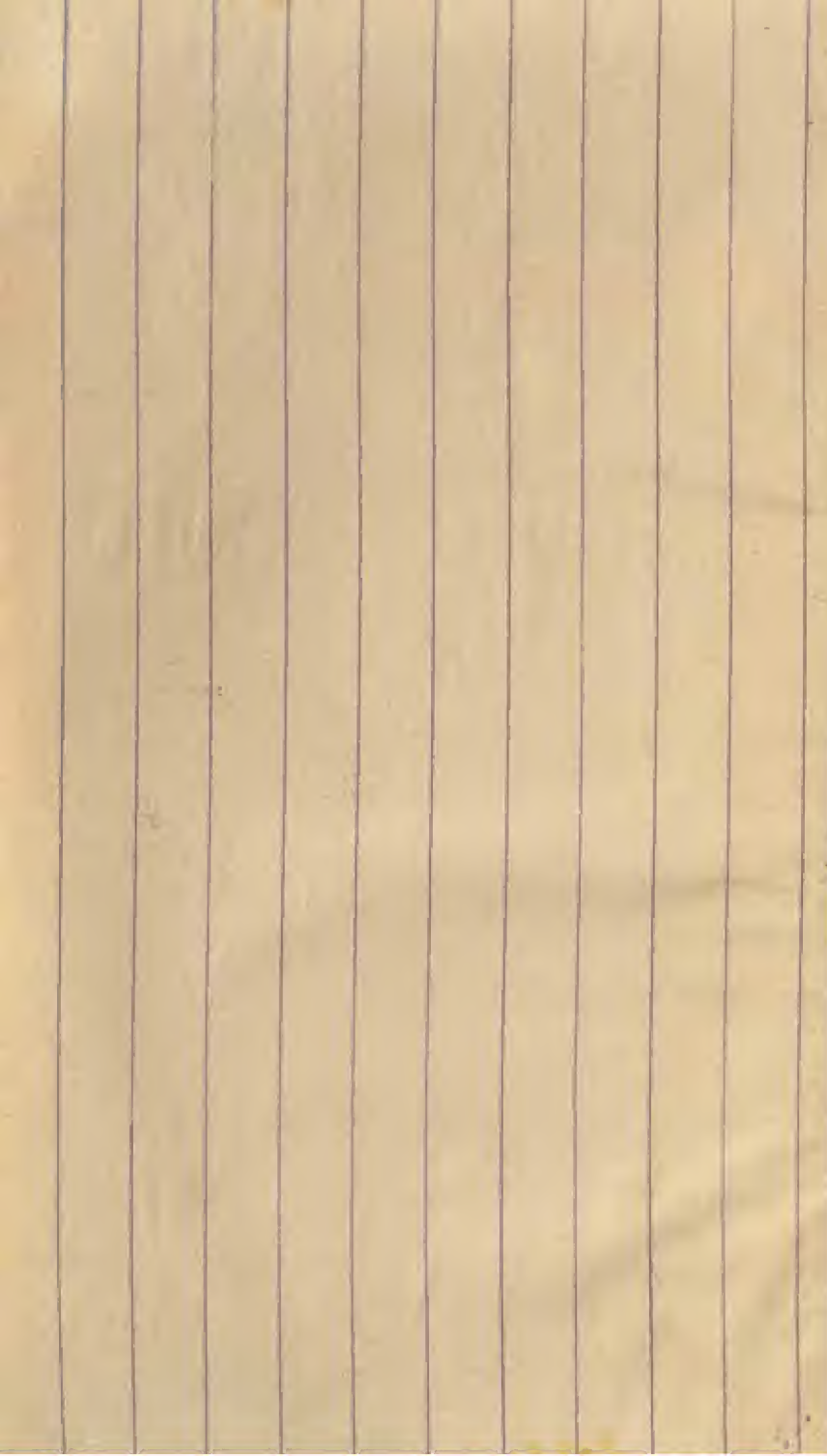
انجمن ترقی اُردو (ہند) کا ماہانہ رسالہ

(ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے شائع ہوتا ہے)
اس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردو زبان میں مقبول کیا
جائے۔ دنیا میں سائنس کے متعلق جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہوتے ہیں یا بحثیں یا ایجادیں
ہو رہی ہیں ان کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے اور ان تمام مسائل کو حتی الامکان
صاف اور سلیس زبان میں اوکرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سے اُردو زبان کی
ترقی اور اہل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے۔ رسالے میں
متعدد بلاک بھی شائع ہوتے ہیں قیمت سالانہ صرف پانچ ٹرپہ (ایک انگریزی) (چھ ٹرپہ عثمانیہ)
خط و کتابت کا پتہ: مہتمم مجلس اداوت رسالہ سائنس، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، دکن

انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی

ENGLISH BOOKS

1. Buddhist India by Dr. T. W. Rhys Davids L. Ld., Ph. D. 5th. Ed. 1917.
2. Early History of India by Dr. V. A. Smith (1924)
3. Ancient Geography of India by Gen. Sir A. Cunningham.
4. Dialogues of Budha (T. W. Rhys Davids)
5. Ancient India as described by Megasthenes & Arrian by J. W. Mc. Crindle M. A.
6. On the Travles of Yunán Chwang by T. Watters.
7. Discovery of the exact site of Asoka's classical capital of Pataliputra by Lt. Col Waddel (1912)
8. Buddhist Records of the Western world by Prof. Beal.
9. Fa Hian's Travels by Prof. G. Lagge (1886)
10. Stewart's History of Bengal.
11. Taverner's Travels (Published London 1684)
12. Travels in the Moghal Empire by Francoi Bernier
13. Early British Administration of Bihar by R. Hand.
14. Early Revenue History of Bengal & Fifth Report by F. D. Ascoli M. A.



مشاہیر یونان و روم

(حصہ اول و دوم)

وطن پرستی اور بے نفسی - عزم و جوان مردی کی مثالوں سے اس
ہر ایک صفحہ معمور ہے۔ قیمت حصہ اول مجلد چار روپے (اللہ) بلا جلد تین روپے
(سے) حصہ دوم مجلد تین روپے (سے) بلا جلد دو روپے آٹھ آنے (سے)

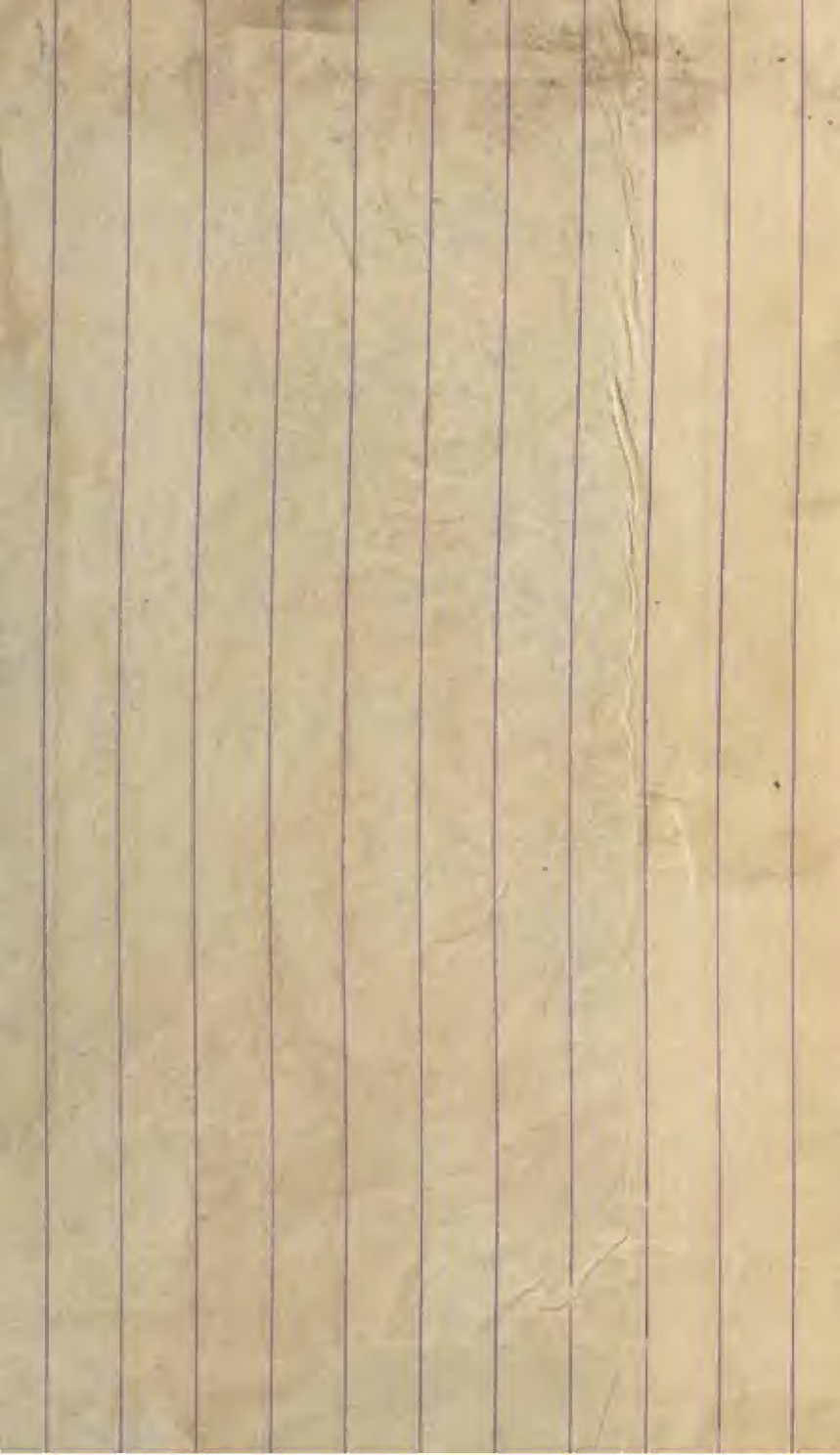
کتاب الہند (البیرونی) حصہ اول و دوم



البیرونی کی اس معرکہ آرا تصنیف کے ترجمے کی کئی مختلف اداروں
نے کوشش کی لیکن تنوع علمی موضوعات اور دقیق مسائل کی بہتات
سبب اس کی تکمیل سے قاصر رہے، سات سال کی محنت کے بعد مستوفی
ماہرین علم سے رجوع کر کے انجمن اس کتاب کا قابل الطینان ترجمہ کرا۔
میں کام یاب ہو گئی، قیمت حصہ اول مجلد تین روپے آٹھ آنے (سے) بلا جلد تین روپے
(سے) حصہ دوم مجلد للہ بلا جلد ہے۔

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی



CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY,
NEW DELHI



Issue Record.

Catalogue No. 954.16/Fas.- 2795.

Author— Fasihud'Din Balkh
Azimabadi.